وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (قصص: ۸۸)
"اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو"

www.KitaboSunnat.com

خانہ ساز شریعت
اور
آئینہ کتاب و سنّت

تصنیف
عبد الرؤف ندوی

ABU UMAIMAH OWAIS

دار العلم ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ﴾ (قصص: ۸۸)

’’اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو۔‘‘

خانہ ساز شریعت
اور
آئینۂ کتاب وسنّت

تصنیف:

عبدالرؤف ندوی

ABU UMAIMAH OWAIS

دار العلم ممبئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات دار العلم نمبر 199

نام کتاب	:	خانہ ساز شریعت اور آئینۂ کتاب وسنّت
مصنف	:	عبدالرؤف ندوی
تخریج	:	زبیر احمد عبدالمعبود مدنی
ناشر	:	دار العلم، ممبئی
طابع	:	محمد اکرم مختار
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	:	۲۰۱۴ء
مطبع	:	بھاوے پرائیویٹ لمیٹڈ
باہتمام	:	محمد ظفر عبدالرؤف محمدی تلسی پور، بلرام پور، یوپی

دار العلم ممبئی
DARUL ILM
PUBLISHERS & DISTRIBUTORS
242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
Fax : (+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

مسلمانوں کی دینی زندگی کے لیے سب سے زیادہ مضر چیز بدعت ہے، جسے نبی اکرم ﷺ نے گمراہی قرار دیا ہے۔ اسلام کی صاف ستھری تعلیم اور اس کی روشن و تابناک تصویر دھندلی ہو جاتی ہے۔ افراد امت کی دینی ترجیحات کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ طرح طرح کی خرافات اور رسموں کو عین اسلام سمجھنے لگتے ہیں۔ غیر مسلم دنیا کے لیے اس میں کوئی کشش نہیں رہ جاتی بلکہ بسا اوقات غیر مسلموں کے قبول اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ برائیوں میں لت پت ایک مسلمان اپنے ضمیر پر ایک بوجھ لیے زندہ رہتا ہے، برائی کے برائی ہونے کا احساس اسے کچوکے لگاتا رہتا ہے اور زندگی کا کوئی ایک حادثہ اسے راہ راست پر لے آتا ہے۔ وہ گناہوں اور برائیوں سے توبہ کر کے ایک صالح اور متقی مسلمان بن کر زندگی گزارنے لگتا ہے۔ اس طرح ایک بے عمل مسلمان اپنے شب و روز عیش و مستی میں ضرور گزارتا ہے، لیکن وہ اپنی بے عملی پر پشیمان ضرور ہوتا ہے، خواہ ایک عرصے تک اپنی زبان نہ کھولے اور ضمیر کی آواز کو دبائے رکھے، لیکن زندگی کے کسی موڑ پر وہ خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور بے عملی کی زندگی ترک کر کے ایک باعمل اور باکردار مسلمان بن کر زندگی گزارنے لگتا ہے۔

اس کے برعکس بدعت میں گرفتار مسلمان جس تاریکی میں پہنچ جاتا ہے، وہاں سیاہ رنگ اسے سفید دکھائی دیتا ہے بلکہ اس سے زیادہ سفیدی اسے کسی چیز میں نظر نہیں آتی۔ وہ اندھیرے کو اجالا سمجھ لیتا ہے اور اسی میں اپنا سفر حیات طے کرتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ اس نے بدعت کو عین دین سمجھ کر اختیار کیا ہے اور دین سے چونکہ اسے غایت درجہ کی محبت ہوتی ہے، اس لیے وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے بمشکل تیار ہوتا ہے بلکہ اگر کوئی اس پر تنقید کرے اور اس کے طرزِ حیات کو غلط قرار دے تو اس سے الجھ پڑتا ہے اور ناصح ہی کو وہ گمراہ قرار دینے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں بدعت کی سخت مذمت کی گئی ہے اور بدعتی سے فاصلہ بنائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

زیرِ مطالعہ کتاب میں ان بدعات کی نشان دہی کی گئی ہے جو بالعموم برصغیر میں پائی جاتی ہیں اور سال کے بارہ مہینوں میں طرح طرح کے ناموں سے ان کو یاد کیا جاتا ہے۔ کتاب کے مصنف مولانا عبدالرؤف ندوی صاحب علمی حلقوں میں متعارف ہیں، کئی ایک کتابیں انھوں نے تصنیف کی ہیں۔ پیشِ نظر کتاب میں مصنف نے بہت تفصیل سے سال کے مختلف مہینوں میں پائی جانے والی بدعات پر گفتگو کی ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ ہر بدعت کے پس منظر پر گفتگو کریں، جن لوگوں نے اس کو ایجاد کیا ہے، ان کی تفصیل بیان کریں اور نصوص کتاب وسنت سے اس کا ٹکراؤ کیسے ہو رہا ہے اور مسلم معاشرے پر اس کے کیا منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اس کی وضاحت کریں۔ کتاب کے جملہ مباحث انتہائی معلومات افزا اور بیش قیمت ہیں۔ اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ مسلمانوں کی دینی زندگی میں بدعات نے کہاں کہاں تباہی مچا رکھی ہے تو اس کتاب سے آپ کو مکمل رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔

مجھے خوشی ہے کہ مولانا محترم نے اپنی اس اہم کتاب کی اشاعت کے لیے دارالعلم کو منتخب کیا اور خواہش ظاہر کی کہ کتاب کو وسیع پیمانے پر عام کیا جائے تاکہ اس سے استفادہ آسان ہو سکے۔ ادارہ مولانا رفیق احمد رئیس سلفی کا بھی شکر گزار ہے، موصوف نے پوری کتاب پر نظرِ ثانی کی ہے اور اپنی تقدیم سے کتاب کی علمی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

—— ناشر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتساب

کتاب وسنت کے ان مخلص داعیوں کے نام، جوتوحید وسنت کی ترویج واشاعت اورشرک وبدعت کے ردّ وابطال میں پوری زندگی تیغ بکف رہے اور اپنے خونِ جگر سے چمن اسلام کی آبیاری کرتے ہوئے اس احساس کے ساتھ اپنے اَنمٹ نقوش ثبت کرگئے ع

حاصل عمر نثارے سر یارے کردم
خوشم از زندگی خویش کہ کارے کردم

ناچیز

عبدالرؤف ندوی

ABU UMAIMAH OWAIS

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّةَ

کا صحیح مطلب

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی ﴿مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ کو صحیح طور پر سمجھنے میں اکثر لوگوں نے غلطی کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ صرف کلمہ توحید کے زبانی اقرار سے دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلے کا پروانہ مل جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ایسا سمجھنے والا اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے، کیونکہ نہ تو اس نے کلمہ توحید کو سمجھا اور نہ ہی اس پر غور وفکر کیا۔ کلمہ توحید کا حقیقتاً معنی یہ ہے کہ تمام قسم کے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کیا جائے، تمام قسم کی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کی جائیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق اس پر عمل کیا جائے۔ اب جو شخص عبادات میں اس کلمہ کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرتا یا چند عبادات کی ادائیگی تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی پرستش بھی کرتا ہے، جیسے فوت شدہ اولیاء کو پکارنا، ان کے نام کی نذر ماننا تو ایسا شخص حقیقتاً کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد کو گراتا ہے، ایسے شخص کا دعویٰ اس کے لیے فائدہ مند نہ ہوگا اور نہ ہی اسے عذاب الٰہی سے بچا سکے گا۔ اگر صرف زبان کا اقرار کافی ہوتا تو مشرکین عرب رسول اکرم ﷺ سے عداوت نہ رکھتے اور نہ ہی ان سے جنگ کی نوبت آتی۔

(هداية المستفيد، ۱/۲۴۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

مسلمانوں کی دینی زندگی کے لیے سب سے زیادہ مضر چیز بدعت ہے، جسے نبی اکرم ﷺ نے گمراہی قرار دیا ہے۔ اسلام کی صاف ستھری تعلیم اور اس کی روشن وتابناک تصویر دھندلی ہوجاتی ہے۔ افرادامت کی دینی ترجیحات کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ طرح طرح کی خرافات اور رسموں کو عین اسلام سمجھنے لگتے ہیں۔ غیر مسلم دنیا کے لیے اس میں کوئی کشش نہیں رہ جاتی بلکہ بسااوقات غیرمسلموں کے قبول اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ برائیوں میں لت پت ایک مسلمان اپنے ضمیر پر ایک بوجھ لیے زندہ رہتا ہے، برائی کے برائی ہونے کا احساس اسے کچوکے لگا تا رہتا ہے اور زندگی کا کوئی ایک حادثہ اسے راہ راست پر لے آتا ہے۔ وہ گناہوں اور برائیوں سے توبہ کر کے ایک صالح اور متقی مسلمان بن کر زندگی گزارنے لگتا ہے۔ اس طرح ایک بے عمل مسلمان اپنے شب وروز عیش ومستی میں ضرور گزارتا ہے، لیکن وہ اپنی بے عملی پر پشیمان ضرور ہوتا ہے، خواہ ایک عرصے تک اپنی زبان نہ کھولے اور ضمیر کی آواز کو دبائے رکھے، لیکن زندگی کے کسی موڑ پر وہ خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور بے عملی کی زندگی ترک کر کے ایک باعمل اور باکردار مسلمان بن کر زندگی گزارنے لگتا ہے۔

اس کے برعکس بدعت میں گرفتار مسلمان جس تاریکی میں پہنچ جاتا ہے، وہاں سیاہ رنگ اسے سفید دکھائی دیتا ہے بلکہ اس سے زیادہ سفیدی اسے کسی چیز میں نظر نہیں آتی۔ وہ اندھیرے کو اجالا سمجھ لیتا ہے اور اسی میں اپنا سفر حیات طے کرتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ اس نے بدعت کو عین دین سمجھ کر اختیار کیا ہے اور دین سے چونکہ اسے غایت درجہ کی محبت ہوتی ہے، اس لیے وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے بمشکل تیار ہوتا ہے بلکہ اگر کوئی اس پر تنقید کرے اور اس کے طرز حیات کو غلط قرار دے تو اس سے الجھ پڑتا ہے اور ناصح ہی کو وہ گمراہ قرار دینے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں بدعت کی سخت مذمت کی گئی ہے اور بدعتی سے فاصلہ بنائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

زیر مطالعہ کتاب میں ان بدعات کی نشان دہی کی گئی ہے جو بالعموم برصغیر میں پائی جاتی ہیں اور سال کے بارہ مہینوں میں طرح طرح کے ناموں سے ان کو یاد کیا جاتا ہے۔ کتاب کے مصنف مولانا عبدالرؤف ندوی صاحب علمی حلقوں میں متعارف ہیں، کئی ایک کتابیں انھوں نے تصنیف کی ہیں۔ پیش نظر کتاب میں مصنف نے بہت تفصیل سے سال کے مختلف مہینوں میں پائی جانے والی بدعات پر گفتگو کی ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ ہر بدعت کے پس منظر پر گفتگو کریں، جن لوگوں نے اس کو ایجاد کیا ہے، ان کی تفصیل بیان کریں اور نصوص کتاب وسنت سے اس کا ٹکراؤ کیسے ہو رہا ہے اور مسلم معاشرے پر اس کے کیا منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اس کی وضاحت کریں۔ کتاب کے جملہ مباحث انتہائی معلومات افزا اور بیش قیمت ہیں۔ اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ مسلمانوں کی دینی زندگی میں بدعات نے کہاں کہاں تباہی مچا رکھی ہے تو اس کتاب سے آپ کو مکمل رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔

مجھے خوشی ہے کہ مولانا محترم نے اپنی اس اہم کتاب کی اشاعت کے لیے دارالعلم کو منتخب کیا اور خواہش ظاہر کی کہ کتاب کو وسیع پیمانے پر عام کیا جائے تاکہ اس سے استفادہ آسان ہو سکے۔ ادارہ مولانا رفیق احمد رئیس سلفی کا بھی شکر گزار ہے، موصوف نے پوری کتاب پر نظر ثانی کی ہے اور اپنی تقدیم سے کتاب کی علمی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

—— ناشر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اسلام کی نظر میں عقیدہ کی بڑی اہمیت ہے۔ صحیح عقیدہ دین اسلام کی بنیاد ہے۔ عقیدہ ہی وہ روح ہے، جس سے اسلام کے تمام ارکان کونشو ونما ملتی ہے۔ جس طرح جسم سے روح نکل جائے تو اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح اسلام کے ظاہری اعمال وافعال سے اگر عقیدہ خالی ہو جائے تو ان کی معنویت باقی نہیں رہتی۔ انسان کے تمام اقوال واعمال اسی وقت صحیح اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوں گے جب کہ اس کا عقیدہ صحیح اور درست ہو۔ اگر کسی شخص کا عقیدہ صحیح اور درست نہیں ہے تو اس کے سارے اعمال بے کار اور عند اللہ غیر مقبول ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عقیدہ کی پختگی اور اس کی اصلاح وتطہیر پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ عقائد ہی کے بیان پر مشتمل ہے، جس کے ہر ہر لفظ سے توحید کا چشمہ اُبل رہا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب اللہ کو ایک بتاتے ہیں اور تمام قومیں بھی اللہ کو ایک ہونے کا اقرار کرتی ہیں، لیکن توحید کا عقیدہ سب میں مفقود ہے۔ عیسائیوں نے توحید کی فضا کو تثلیث کے غبار سے مکدر کر رکھا ہے اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ بنا کر توحید سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، پارسیوں نے نیکی اور بدی کے دو خالق یزداں اور اہرمن وضع کر رکھے ہیں۔ ہندوؤں کے دیوتاؤں اور خداؤں کو تو کوئی گن ہی نہیں سکتا۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے توحید کا ایک مکمل، پاکیزہ اور صاف ستھرا عقیدہ پیش کیا ہے۔

دورِ حاضر میں اسلام پر چومکھی حملہ ہے۔ کہیں باطل تحریکوں کی یلغار ہے، کہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لادینیت اور کمیونزم کا فتنہ ہے۔ کہیں برہمنی تہذیب اور ہندو معاشرت اختیار کرنے کا فتنہ ہے اور کہیں قادیانیت اور بہائیت جیسے فتنے سر اُٹھارہے ہیں اور سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر خود مسلمانوں کے اندر اسلام کے نام پر کھلی شرک پرستی پائی جاتی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زیارت، قربانی، نذر ونیاز، فریاد، دعا، استغاثہ اور ممنوع وسیلہ اِن تمام امور میں اللہ کو چھوڑ کر کھلم کھلا زندہ ومردہ مخلوق کو اپنی عقیدت و بندگی کا مرکز بنالیا گیا ہے اور ملت اسلامیہ قدیم جاہلیت کی تمام شرکیہ رسموں کو اسلام کا نام دے کر زندہ کر چکی ہے۔

انسان روئے زمین پر آباد کیے جانے کے بعد کئی صدیوں تک برابر توحید پر گامزن رہا۔ تخلیق آدم سے بعث نوحؑ تک وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرتے ہوئے ایک ایسی امت کی مانند رہا جس کے اندر شرک کا شائبہ تک نہ تھا، لیکن جب انسانی معاشرہ میں شرک کے مظاہر نمودار ہونے لگے، فطرتِ انسانی جو اپنی اصل میں توحید کی خوگر تھی، اس کے اندران خارجی عوامل کی دراندازی شروع ہوگئی جو عقیدۂ توحید کے منافی تھے۔ شیطان کی ذُرّیت نے اپنے جدامجد ابلیس کے عہد کو پورا کر دکھایا اور اولادِ آدم کو راہِ حق سے بھٹکا دیا، تو انسان جس کی حقیقت توحید تھی اس نے اللہ واحد کے ساتھ معبودانِ باطل کی بندگی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا اور معبودِ حقیقی کے ساتھ غیروں کی چوکھٹ پر بھی سر جھکانے لگا۔

جب تک مسلمانوں نے توحید کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور اس پر عمل پیرا رہے، کامیابی ان کی قدم بوسی کرتی رہی۔ یہ توحید ہی کا ثمرہ تھا جس نے بے یار و مددگار اور نہتے ابراہیم علیہ السلام کو نمرود جیسے ظالم، جابر بادشاہ کے خلاف اعلانِ حق پر آمادہ کیا۔ خلیل اللہ نے آگ اور سنگ باری کے خوف سے بے نیاز ہو کر بت پرستی کی مذمت کی اور دعوت توحید کو پیش کیا۔ وہ توحید ہی کی اسپرٹ تھی جس کے ذریعہ جنگ بدر میں تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں نے کفار کے ایک ہزار لشکر کو شکستِ فاش دی۔ یہ توحید ہی کی طاقت تھی جس کی بدولت خالد بن ولیدؓ نے جنگ یرموک میں شاہِ روم ہرقل کے لشکر جرار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ توحید ہی کی دولت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھی جس کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم وایران کی سلطنتوں کو زیر وزبر کر ڈالا۔ وہ توحید ہی کی برکت تھی جس کے ذریعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ وہ توحید ہی کی اسپرٹ تھی جس کے ذریعہ محمد بن قاسم نے سندھ کے راجہ داہر کا سر کچل ڈالا اور سندھ سے لے کر ملتان تک سارا علاقہ اسلامی حکومت میں شامل کر دیا۔ وہ توحید ہی تو تھی جس کے ذریعہ طارق بن زیاد نے سرزمین اندلس کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا۔ وہ توحید ہی تو تھی جس کے ذریعہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کے چھکے چھڑا دیے۔ وہ توحید ہی کی طاقت تھی جب ہمارے اسلاف افریقہ فتح کرتے کرتے سمندر کے ساحل پر پہنچے تو حیرت سے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا: اے ہمارے رب! اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اس سمندر کے اس جانب بھی خشک علاقے یا انسانی بستیاں ہیں تو تیری عزت کی قسم، اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی ایسی جگہ نہ رہے گی جہاں تیرے دین کا جھنڈا نہ گاڑ دیں۔ جو چیز اپنی اصل بنیاد کو چھوڑ دیتی ہے تو وہ بلندی کی طرف نہیں بلکہ پستی کی طرف جاتی ہے، اسے عزت نہیں بلکہ ذلت ورسوائی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ آج ہم نے توحید کی امانت کو ضائع کر دیا، جس کی وجہ سے ہمیں ذلت ورسوائی نے آگھیرا ہے۔

اس وقت ہمارے ملک کا حال دیکھیں تو وہی شرک، وہی بدعت اور وہی بے دینی ہے جو پہلے تھی۔ نازک حالات میں بھی مسلمان اپنے دین کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ دین کو ہم نے کوئی اور ہی چیز سمجھ رکھا ہے۔ مذہب اسلام ایک جامع نظامِ حیات ہے اور اسے اللہ نے پوری کائنات کے لیے رحمت بنایا ہے، مگر اسی مذہب اسلام کو ہم نے اپنے لیے بھی رحمت نہیں رکھا۔ دین کے جتنے بھی بنیادی مسائل ہیں، اُن سے ہم یکسر غافل رہ کر کارگہٴ حیات میں اپنے وجود اور تشخص کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسلام کے بنیادی ارکان کی ادائیگی اور شرک و بدعت اور خرافات ومنکرات کا صفایا کیے بغیر بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دین کی کوئی خدمت کر لیں گے، جب تک یہ فکر موجود رہے گی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ کوئی میرا دعویٰ نہیں، قرآن مجید کا اعلان ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الزمر: ۶۵)

''اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہوجائے گا اور یقیناً تو زیاکاروں میں سے ہوجائے گا۔''

ایسے نازک حالات میں ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ زبان وقلم سے کتاب وسنت کی روشنی میں ان تمام باطل افکار ونظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور شرک و بدعت اور طاغوت کے ایوانوں سے اٹھنے والے طوفانوں سے اسلام کی اصلی تصویر کو محفوظ رکھیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ وحدانیت پختہ ہو، ایمان کامل ہو، اعمال مضبوط ہوں اور زندگی کا ہر کام قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔

تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ ہمارے اسلاف نے کفر وشرک اور بدعت کے ساتھ ادنیٰ مصالحت گوارا نہیں کی حالانکہ اس کی ان کو بڑی قیمت ادا کرنا پڑی۔ کالا پانی کی سزائیں برداشت کیں۔ قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں اور ان کو باغی قرار دیا گیا، ان کا بائیکاٹ کیا گیا، ان کو مسجدوں سے نکالا گیا، ان پر کفر وضلالت کے فتوے لگائے گئے لیکن ان تمام آزمائشوں ومشکلات کے باوجود بھی شرک وبدعت کے ساتھ ذرا بھی رواداری نہیں برتی، بلکہ علمائے حق نے علمائے سوء کے ہر چیلنج کا دندان شکن جواب دیا۔ بت خانوں میں نعرۂ تکبیر بلند کیا، کفر وشرک اور بدعت کے ایوانوں میں زلزلے پیدا کردیے۔

دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

غرضیکہ ہمارے اسلاف نے مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی دولت سے مالا مال کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور شریعت محمدیہ کے نفاذ اور اسلامی نظام برپا کرنے کے لیے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیا مگر افسوس!

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

حق و باطل کی لڑائی روزِ ازل سے جاری ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مذہب اسلام کے خلاف منظّم سازشوں میں مصروف ہیں۔ ہمارے دینی مدارس کو دہشت گردی کا اڈّہ قرار دینے کی تمام مذموم کوششیں کی جارہی ہیں اور ہماری عبادت گاہوں کی تعمیر میں رکاوٹیں پیدا کی جارہی ہیں، حالانکہ یہ اور اس طرح کے تمام الزامات شر انگیزی اور فتنہ پردازی پر مبنی ہیں۔ اسلام میں دہشت گردی اور تشدد کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسلام حقوقِ انسانی کی حفاظت کا علمبردار ہے اور امن وسلامتی اور مساوات قائم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں یہی وہ دینی مدارس تھے جنہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ جنگ آزادی میں تقریباً ۵۵ ہزار علماء شہید ہوئے اور اپنے بچوں اور عورتوں کو بلکتا اور روتا چھوڑ گئے تھے۔ آج ان کی قربانیوں کو فراموش کرکے یہ فسطائی جماعتیں، جن کا جنگ آزادی میں کوئی حصہ نہیں، دینی مدارس کو ملک دشمن اور غدار وطن قرار دینے کی ناپاک اور مذموم کوششیں کررہی ہیں۔ سچ ہے:

غلط الزام تو اوروں پر لگا رکھا ہے — اپنے عیبوں کی کہاں آپ کو کچھ پرواہ ہے
یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے کیا پھیلا ہے — یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام

مذہب اسلام اس ملک میں اس وقت آیا جب یہاں دوسرے مذاہب کی تعلیمات ملیامیٹ ہوچکی تھیں، تہذیب وتمدن کی کھیتیاں خاکستر ہوچکی تھیں، اخلاقی ومعاشرتی آداب کے سوتے خشک ہوچکے تھے اور ہندوستان کے راجاؤں اور پروہتوں کی عیاشیوں کی وجہ سے ہندوستان میں انسانیت سسکیاں لے رہی تھی۔ جب یہاں مذہب اسلام آیا تو اس نے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملک کو سنوارا، اسے روح افزا تہذیب وتمدن عطا کیا، یہاں کے باشندوں کو انسانی اخلاق و آداب سکھائے اور یہاں کے معاشرہ کو امن وسلامتی، عدل وانصاف اور مساوات کا خوشگوار پیغام دیا۔ اس طرح مذہب اسلام اس ملک کا سب سے بڑا محسن ثابت ہوا۔ مگر افسوس اس کے باوجود ملک کی فسطائی ذہنیت کی جماعتیں شب وروز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف الزام تراشی سے باز نہیں آتی ہیں۔ تقسیم وطن یعنی ۱۹۴۷ء سے لے کر حادثہ گجرات نریندر مودی سرکار کی دہشت گردی اور یک طرفہ نسل کشی تک مسلمانوں کے جان و مال اور ان کی ماؤں بہنوں کی عزت وآبرو سے مسلسل کھلواڑ کیا جارہا ہے۔ ہر لمحہ ہمارے سروں پر تلوار لٹکتی نظر آتی ہے۔ ملازمتوں میں ہمارے لیے جگہ نہیں، خوش حالی کو گلے لگانے کی کوشش کریں تو فرقہ وارانہ فسادات ہمیں فٹ پاتھ پر لا ڈالتے ہیں۔ تعلیمی میدان ہے کہ ہاتھوں سے نکلا جارہا ہے، معاشی میدان میں تو عرصۂ حیات تنگ ہے۔ مصائب ہیں، غربت ہے، ذلت ہے کہ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اسلام دشمن عناصر نے تو ہمارا یہ حال کر رکھا ہے ؎

کوئی حصہ نہیں ہے جسم کا محروم چوٹوں سے
وہیں سے درد اٹھتا ہے جہاں پر ہاتھ رکھتا ہوں

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بہت پہلے کہا تھا:

''ہندوستان میں اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ اچھوتوں کا مقام بلند کیا جائے اور ان سے خالی ہونے والی جگہ کو مسلمانوں سے پُر کیا جائے۔''

وقت کی پکار ہے کہ ایسے نازک اور پرفتن حالات میں اصلاح امت کے لیے ہم زندگی کے ہر شعبہ میں کتاب وسنت کو لازم پکڑیں۔ آج کا مسلمان اسی وقت ذلت ونکبت، مصائب وآلام سے چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے جب وہ عقائد وعبادات، اخلاق ومعاملات اور معاشرت واخلاقیات کو کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھالیں اور مختلف پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر کتاب وسنت کی شاہراہ اختیار کریں اور اصلاح امت کا وہی نسخہ اپنائیں جو ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محمد عربی ﷺ نے اختیار کررکھا تھا، کیونکہ قرآن کا جہاں یہ ارشاد ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (آل عمران: ۱۰۳) وہیں پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام: ۱۵۴)

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کے ساتھ ساتھ اللہ واحد پر عقیدہ محکم رکھیں اور سارے معبودان باطل سے بے نیاز ہوجائیں۔ ڈریں تو اسی سے ڈریں، مانگیں تو اسی سے مانگیں، کیونکہ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں اور وہ غنی، علیم اور سمیع ہے۔

علامہ عبدالرزاق ملیح آبادی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر تحریر فرمایا تھا:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بنوامیہ کے زمانے میں رویا کرتے تھے کہ عہد اوّل کا دین باقی نہ رہا۔ اگر وہ ہمارے اس زمانے کو دیکھتے تو کیا کہتے۔ کیا وہ ہمیں مشرک قرار نہ دیتے اور ہم انھیں کوئی برا نام نہ دیتے، کیونکہ اس وقت اور اس وقت کے اسلام میں اب اگر کوئی مشترک چیز باقی رہ گئی ہے تو صرف لفظ اسلام ہے یا چند ظاہری ورسمی عبادتیں ہیں اور وہ بھی بدعت کی آمیزش سے پاک نہیں۔ کتاب اللہ جیسی آسمان سے اتری تھی اب تک بے غل وغش قائم ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ بھی مدوّن اور محفوظ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، مگر کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ دونوں مہجور ومتروک ہیں۔ طاقوں اور الماریوں کی زینت ہیں یا گنڈوں تعویذوں میں مستعمل ہیں۔ مسلمان اپنی عملی زندگی میں ان سے بالکل آزاد ہیں۔ اجمیر کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جو عامل قرآن اور علمبردار توحید تھے۔''

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے بھی ایک موقع پر ہندوستانی مسلمانوں کے عقائد کو دیکھ کر فرمایا تھا:

''ہندوستانی مسلمانوں کے عقائد کی سرائے میں داخل ہو جاؤ تو معلوم ہوگا کہ بھڑوں کا چھتہ پھیلا ہوا ہے اور انگریزوں کی آمد کے بعد کے ہندوستان میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی تاریخ باہمی نزاع کا ایک وحشت خانہ ہے۔“

ان دونوں علمائے کرام نے ہندوستانی مسلمانوں کی کیسی خوبصورت ترجمانی فرمائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ داخلی اور خارجی دونوں میدان میں جس گراوٹ کا شکار ہے اور جس شدّت کے ساتھ شرک و بدعت، خرافات ومنکرات اسے اپنے شکنجے میں کَس رہے ہیں، وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ مسلمانوں کی بیش بہا دولت اسراف و تبذیر اور مختلف قسم کے تکلّفات میں ضائع ہو رہی ہے اور ہمارے عقائد کا یہ حال ہے کہ زبان سے توحید کا اقرار اور دل و دماغ میں بت خانہ کی تعمیر ہے۔ منہ سے لا الہ الا اللہ اور زندگی شرک کی راہ پر گامزن ہے۔ مختلف قسم کی بدعات ہمارے گھر اور معاشرہ میں رواج پا چکی ہیں۔ سال کے اکثر اسلامی مہینے محرم الحرام سے لے کر ذی الحجہ تک مسلمانوں کی ایجاد کردہ خرافات ومنکرات سے بھرے پڑے ہیں۔

عقیدۂ توحید ہی پر دین کی عمارت قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث فرمائے، سبھی کا اوّلین مقصد توحید کی تعلیم دینا تھی۔ عقیدہ کا معاملہ بہت اہم ہے، اگر کسی مسلمان کا عقیدہ توحید پر قائم نہیں ہے تو اس کی ساری زندگی کا سرمایہ اعمال بیکار ہے، جیسے دودھ کے ایک بھرے برتن میں پیشاب کا ایک قطرہ پڑ جائے تو سب بیکار ہے۔ ہمیں تو یہ تعلیم دی گئی تھی ”وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ“ یعنی اللہ کی پرستش کرو، مگر افسوس اللہ کی پرستش کی جگہ مختلف پرستاریوں نے اسلام کی صاف ستھری تصویر کو مسخ کر ڈالا، اور آج حالت یہ ہے کہ مسجدیں ویران مگر قبریں آباد ہیں۔ اللہ کے گھر میں بوسیدہ چٹائیاں پڑی ہیں، مگر قبروں پر قیمتی چادریں بچھی ہیں۔ شاعر نے سچ ہی کہا ہے:

کمند غیر نے ڈالی ہے چاند تاروں پر اور ایک ہم ہیں کھڑے ہیں ابھی مزاروں پر
غریب شہر ترستا ہے ایک ردا کے لیے بہت سی چادریں چڑھتی ہوئی مزاروں پر
ہم اپنے گھر کا اندھیرا تو دور کر نہ سکے مگر چراغ جلاتے رہے مزاروں پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملت کے افراد کئی کئی روز فاقوں پر ہیں، مگر گیارہویں کی دیگیں ٹھنک رہی ہیں۔ قوم کے افراد تعلیم سے عاری اور غربت میں مبتلا ہیں مگر عرس پر لاکھوں روپیہ اڑ رہا ہے۔ دینی ادارے موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا ہیں، مگر عید میلاد النبی ﷺ کے جشن اور شب برأت میں نیاز کے حلوے اور رجبی کونڈوں پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے، غرض یہ کہ آج کا مسلمان مختلف پرستاریوں میں مبتلا ہے۔ علماءِ حق ہزار سمجھائیں، قرآن مجید کھول کر اور احادیث کے صحیفے سامنے رکھ دیں، لیکن ہوگا وہی جسے کہتے ہیں:

''پنچوں کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن پرنالہ وہیں گرے گا۔''

آج مسلمانوں کے دینی گھر، ان کے دماغ، ان کے عمل کا پرنالہ وہیں گر رہا ہے جہاں وہ چاہتے ہیں کہ گرے۔ ان کی اصل شریعت کتاب وسنت نہیں ہے، بلکہ خود ساختہ شریعت ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، تابعین عظام اور ائمہ اسلام رحمہم اللہ کا کیا تعامل رہا ہے؟ حالانکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بلاشک وشبہ اور بلا شرکت غیرے اپنے پیدا کرنے والے کو ایک جانے اور مختار کل سمجھے، کفر وشرک اور بدعت کی آلائشوں وگندگیوں سے اپنے دل ودماغ کو آئینہ کی طرح صاف وشفاف رکھے، خصوصاً اس دور میں عقیدہ کی اصلاح اور بھی ضروری ہو جاتی ہے، اس لیے کہ آج مادّے اور معدے کی مسرفانہ ضرورتوں نے ہر طرح سے عقائد کی بنیاد ہلا کر رکھ دی ہے۔ اس وقت خاص کر ہندوپاک، بنگلہ دیش ونیپال میں کچھ اسی طرح کا ماحول پایا جاتا ہے۔

آج اگر کوئی شخص مسلمانوں کے فکری وعملی انحطاط کو دیکھنے کے بعد سوال کرے کہ ان کا کیا علاج ہوسکتا ہے تو اس کو امام مالک رحمہ اللہ کے الفاظ میں ایک جملہ کے اندر جواب ملنا چاہیے کہ لن یصلح آخر هذه الامة الا ما اصلح اولها. (اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیه، ص ۳۶۷)

''امت کے آخری عہد کی اصلاح کبھی بھی نہ ہو سکے گی تاوقتیکہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے ،جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی۔‘‘

اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے اور ہر اس دعوت کو جواللہ کی اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آئے ، دلی قبولیت کے ساتھ سنا جائے۔

اسلام میں نہ پاپائیت ہے نہ عبدیت سے بے نیاز روحانی پیشوائیت۔ وقت آگیا ہے کہ یہ خودساختہ پیشوائیت کی فصیل ڈھادی جائے تا کہ اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ کے دین سے براہ راست ہو جائے۔ ایک حساس آدمی جب شرک و بدعت کی اس گرم بازاری کو دیکھتا ہے تو اس کا دل تڑپ اٹھتا ہے، یہی وہ جذبہ ہے جس کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں عرب وعجم کی ایسی جامع کمالات شخصیتوں کی علمی تحقیقات بھی شامل ہیں جو تقریباً پون صدی سے علم وفن کی ہر مجلس میں ضیا باری کرتی رہیں اور جن کے قلم نے اسلامی علوم و فنون کے دفتر کھنگال ڈالے ہیں اور جن کے کارناموں سے دین وملت کا ہر گوشہ معمور ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر: ۹۴) کے بمصداق شرک و بدعت کی تردید میں ہم حق کی آواز بلند کر رہے ہیں اور جو لوگ بھی تعصب اور ہوا پرستی سے پاک ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کریں گے ان کا جذبۂ حق اور آزاد ضمیر انھیں قبولیت حق پر مجبور کرے گا۔ اس کتاب میں اگر کوئی خطا پائیں تو بشری کوتاہی پر محمول فرمائیں اور حق وصواب ہو تو اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔

دعا ہے کہ ربّ رؤف اس کتاب کی افادیت کو عام کرے اور عوام کو ہدایت کا بہتر ذریعہ بنائے اور ناچیز کی محنتوں کو قبول فرمائے اور معاونین کرام کو اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

طالب دعا

عبدالرؤف ندوی

تلسی پور، بلرام پور (یوپی)

۱۸ر ستمبر ۱۹۹۲ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ وفکر کے دائمی اصول اور ضابطے

آیاتِ قرآن کریم

- لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝ (الاحزاب: ۲۱)

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

- وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا. (الحشر: ۷)

"رسول اللہ ﷺ جو تم کو دیں اس کو لے لو جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔"

- اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ. (الاعراف: ۳)

"تم لوگ اس چیز کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی اتباع مت کرو۔"

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. (الحجرات: ۱)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔"

- فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء: ۵۹)

"اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرو تو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو، یہی چیز بہتر ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo (آل عمران: ۳۱)

"اے محمد ﷺ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو محبوب رکھے گا، اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

- مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء: ۸۰)

"رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔"

- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌo (البقرة: ۲۰۸)

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ.

(محمد: ۳۳)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔"

ارشادات نبوی ﷺ

- لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئتُ به.

(مشکوٰۃ محقق ۱/۵۹، رقم الحدیث: ۱۶۷)

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔"

- من أحب سنتي فقد أحبني ومن أحبني كان معي الجنة.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱/۶۲، رقم الحدیث: ۱۷۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جس نے میری سنت سے محبت کی، گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

- فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی. (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح ۱۲۹/۹،رقم الحدیث: ۵۰۶۳،صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح ۱۸۶/۵،رقم الحدیث:۵)

''جو میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں یعنی میری امت میں اس کا شمار نہ ہوگا۔''

- لو ترکتم سنة نبیکم لضللتم. (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الصلوة الجماعة من سنن الهدی والنسائی فی الامامة المحافظة علی الصلوات حدیث ینادی بهن، وابن ماجه فی المساجد، باب المشی الی الصلوٰة، احمد، ۱/۴۱۵-۴۵۵)

''اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔''

- ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب اللّٰه وسنة رسولهٖ. (مشکوٰة المصابیح، ۱/۶۶،رقم الحدیث ۱۸۶)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کا طریقہ ہے۔''

- اِیاکم والغلوا فی الدین فانه اهلک من کان قبلکم الغلوّ فی الدین.

(النسائی، کتاب المناسک، باب التقاط الحصی، ابن ماجه، کتاب المناسک، باب قدر احصی الرمی، احمد، ۱/۲۱۵-۲۴۷،وصححهٗ البانی)

''خبردار دین میں غلو سے بچو، تم سے پہلے لوگوں کو اسی غلو نے ہلاک کیا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ لا تطرونی کما أطرت النصاریٰ ابن مریم فانما أنا عبد فقولوا عبد اللّٰہ ورسولہ. (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم ۶/۵۹۱رقم الحدیث ۳۴۴۵)

''میری تعریف میں غلو ومبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کیا، یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔''

○ علیکم بسنّتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين تمسکوا بها وعضوا بها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة. (مسند امام احمد، ۴/۱۲۶،۱۲۷،سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة، رقم الحدیث ۴۶۰۷، جامع ترمذی، أبواب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، رقم الحدیث ۲۶۷۸، سنن ابن ماجه مقدمه ۴۲-۴۳، مستدرک حاکم ۱/ ۹۷،سنن دارمی مقدمه باب اتباع السنة، ۱/۴۴-۴۵)

''تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا طریقہ اپناؤ اور اسے مضبوطی سے تھامے رہو، اور دین کے اندر ایجاد کیے گئے نئے نئے کاموں سے بچو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

○ من سن سنة حسنة کان له اجرها واجر من عمل بها ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعلیه وزرها و وزر من عمل بها. (صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنَّ سنة حسنة أو سئیة ۸/۴۷۹، رقم الحدیث: ۱۵، مسند احمد ۴/ ۳۵۷،سنن نسائی ۱/ ۳۵۵-۳۵۶)

''جس نے بہترین راہ کی طرح ڈالی (جس نے کسی سنت کو زندہ کیا) اس کو اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا اور جس نے کسی برے طریق کو ایجاد کیا وہ اور اس کی تعمیل کرنے والے گنہگار رہوں گے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فلاح ونجات کس کے لیے ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

افترقت الیهود علیٰ احدیٰ وسبعین فرقة وافترقت النصاریٰ علی اثنین وسبعین فرقة وستفترق هٰذهٖ الامة علیٰ ثلاث وسبعین فرقة کلها فی النّار اِلاَّ واحدة، فقال الصحابة: من هی یا رسول الله؟ قال من کان علیٰ مثل ما انا علیه واصحابی. (سنن ترمذی مع تحفة الاحوذی الایمان باب افتراق هذه الامة ۳۳۲/۷، رقم الحدیث ۲۷۷۸، ۲۷۷۹، سنن أبی داؤد کتاب السنة باب شرح السنة ۱۹۷/۴، رقم الحدیث ۴۵۹۶، ۴۵۹۷، سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب افتراق الامم ۱۳۲۱/۲-۱۳۲۲، رقم الحدیث ۳۹۹۱-۳۹۹۲، مسند احمد بن حنبل ۳۳۲/۲)

”یہودی اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور عیسائی بہتّر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سب کے سب دوزخی ہوں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: وہ کون سا فرقہ ہوگا اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: جس پر آج میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔“

اور فرمایا:

لاَ تَـزَالُ طَائِفَـةٌ مِنْ اُمَّتِـی ظَاهِرِیْـنَ عَلَی الْحَقِّ لاَ یَضُرُّهُـم مَنْ خَذَلَهُـمْ حَتّٰی یأتِـی أمَـرُ اللّٰه. (صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علیٰ الحق ۳۶۳/۱۳، رقم الحدیث: ۷۳۱۱، صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب قوله ﷺ لاتزال طائفة من امتی ظاهرین علیٰ الحق ۷۴/۷، رقم الحدیث: ۱۷۰)

”میری امت میں برابر ایک گروہ حق پر غالب رہے گا۔ لوگ ان کو ذلیل ورسوا کر کے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، تا آنکہ اللہ کا حکم آن پہنچے۔“

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بظاہر مسلمانوں کی تعداد بہت ہے، لیکن درحقیقت وہ بہت کم ہیں۔ اسلام کی طرف انتساب رکھنے والی جماعتوں کی تعداد ۷۳ تک پہنچ چکی ہے، جن کی مجموعی تعداد کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے، لیکن عقیدہ اور عمل صالح کے اعتبار سے صرف ایک ہی جماعت ایسی ہے جو توحید کی علمبردار اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی صحیح پیروکار ہے، جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے درج بالا حدیث میں ارشاد فرمایا ہے، یہی فرقہ ناجیہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام جس طریقہ پر تھے وہ یہ ہے کہ کلمہ توحید کی شہادت اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کے بعد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرے، اسی کے لیے ذبح کرے، اسی کے لیے نذر پوری کرے، اسی سے فریاد طلب کرے، اسی سے مدد مانگے، اسی کی پناہ ڈھونڈھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے اندر نہیں ہے۔ اسی طرح ارکان اسلام کو بحسن وخوبی انجام دے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں، نازل کردہ آسمانی کتابوں، بھیجے ہوئے رسولوں، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور حساب وکتاب، جنت وجہنم اور اچھی بری تقدیر پر ایمان ویقین رکھے، اور قرآن و حدیث کی بالادستی قبول کرتے ہوئے اپنے سارے فیصلے انھیں کی روشنی میں کرائے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور اللہ والوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرے۔ اللہ کا دین پھیلانے کی کوشش کرے اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھرپور حصہ لے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اور اہل بیت سے محبت وعقیدت رکھے اور صحابہ کرام سے محبت رکھے اور ان کے حسب درجات ومراتب ان کی فوقیت اور فضیلت کا اعتراف کرے اور ان سب کے لیے اللہ سے رضامندی کی دعا کرے اور ان منافقین اور منحرفین کی باتوں کی طرف سے توجہ نہ دے جو انھوں نے صحابہ کے خلاف کیچڑ اچھالنے اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے گھڑا ہے، اور جس سے دھوکہ کھا کر بعض علماء و مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں محض حسن نیت کی بنا پر ذکر کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محبت یا اولیاء اللہ سے عقیدت کے معنی یہ نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے کیونکہ یہ تو ان سے عداوت ہے، بلکہ ان سے صحیح عقیدت ومحبت کا معیار یہ ہے کہ ان کی سچی پیروی کی جائے اور ان کے طریقہ پر چلا جائے۔ حقیقی مسلمان وہ ہے جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے محبت تو کرتا ہے لیکن ان کی عبادت نہیں کرتا، اور فرقۂ ناجیہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے، وہ بھی ایسی محبت جو اپنے نفس، اہل وعیال اور دنیا کی محبت سے زیادہ ہو۔

چند جواب طلب سوالات

قرآن مجید، احادیث نبوی اور فقہ کی کتابوں سے اسلام کی جن اساسی تعلیمات کا علم ہوتا ہے، ان میں بعض مندرجہ ذیل ہیں:

توحید، آخرت، کلمہ طیبہ وشہادت کی فضیلت، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ، حقوق العباد، والدین کی اطاعت، رشتہ داروں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، یتامیٰ کے حقوق، اولاد کے حقوق، لڑکیوں اور بہنوں کے حقوق، غرباء و مساکین کے حقوق، پڑوسی کے حقوق، مریضوں کے حقوق، مسلمانوں کے حقوق، غلاموں کے حقوق، رعایا کے حقوق اور جانوروں کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ۔

بعض معمولی اور چھوٹی باتوں کا تذکرہ بھی ہم کو ملتا ہے: مثلاً پانی میں مکھی گر جائے تو کس طرح نکالا جائے، جوتا پہلے کس پیر میں پہنا جائے اور نکالا پہلے کس پیر سے جائے، کتنے ڈھیلے سے استنجاء کیا جائے، پائخانہ کے لیے کس رُخ بیٹھا جائے، فطرہ کب اور کس کی طرف سے اور کتنا دیا جائے، قربانی میں کون جانور کس عمر اور کس طرح کا ہونا چاہیے، زکوۃ کس قسم کے مال سے کن لوگوں پر کتنی مدت میں فرض ہے وغیرہ وغیرہ لیکن ہزار تلاش وجستجو کے بعد بھی قرآن مجید، احادیث نبوی ﷺ اور فقہ کی کتابوں میں حسب ذیل باتوں کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی ذکر تفصیلاً یا اجمالاً نہیں ملتا:

تعزیہ بنانے کا باب، عید میلاد النبی کا باب، عید نوروز کا باب، عید غدیر کا باب، بڑے پیر کی گیارہویں کا باب، ماہ صفر کی بدعات کا باب، رجبی کونڈوں کا باب، شب برأت میں حلوے بنانے کا باب، غیر اللہ کے نام خصی اور مرغ ذبح کرنے کا باب، تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، سالینہ (برسی) کے نام برتھ ڈے اور فول ڈے منانے کا باب، بزرگوں اور اولیاء اللہ سے تندرستی، مقدمہ میں فتح، لڑکا لڑکی، روزی، بارش اور نوکری مانگنے کا باب، بزرگوں کے مزاروں پر نذر و نیاز کے لیے کس قسم کے جانور اور کس عمر اور کس صفت کے ذبح کیے جائیں، بزرگان دین تو بہت ہیں کن کن بزرگوں کا عرس کیا جائے اور کن کا نہ کیا جائے اور کس مہینے میں کیا جائے؟ تاریخ کیا ہو؟ حج کی طرح زندگی میں ایک بار کیا جائے، زکوٰۃ کی طرح سال میں ایک مرتبہ کیا جائے یا نماز کی طرح ہر روز کیا جائے؟ کتنی چادریں چڑھائی جائیں، چڑھانے کے بعد کیسے اتاری جائیں، اتارنے کے بعد ان کا مصرف کیا ہو؟ میلاد کس طرح شروع کیا جائے، قیام شروع میں ہو یا درمیان میں؟ قیام میں کتنی بار درود شریف پڑھا جائے درود شریف کے ساتھ کچھ اور پڑھا جائے یا نہیں؟ تعزیہ کس رقم سے بنایا جائے؟ کہاں دفن کیا جائے؟ دفن کی صورت کیا ہو؟ یہ ساری باتیں اگر نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح اسلامی شریعت میں داخل ہیں تو کتاب وسنت اور کتب فقہ میں ان کی تفصیلات کیوں مذکور نہیں ہیں، جب کہ مکھی نکالنے اور جوتا پہننے تک کا بیان تفصیل سے صاف طور پر موجود ہے۔ ائمہ دین اور فقہاء کرام نے چھوٹی چھوٹی باتیں قرآن اور حدیث سے نکال کر ہماری فلاح اور بہبود کے لیے لکھ دی ہیں تو ان باتوں کو کیوں چھوڑ دیا؟ اگر کوئی کہے کہ فلاں مولوی صاحب ان باتوں کو فلاں آیت یا فلاں حدیث سے ثابت کرتے ہیں، ان سے ضرور پوچھنا چاہیے کہ آپ حنفی اور مقلد ہیں یا وہابی غیر مقلد؟ اگر وہ یہ فرمائیں کہ ہم حنفی اور مقلد ہیں تو ان سے پوچھئے کہ قرآن وحدیث سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ، امام اور مجتہد نکالتا ہے اور مقلد کا کام امام کی پیروی ہے اس لیے آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ یا دیگر ائمہ کا قول وعمل ثبوت کے ساتھ پیش کیجئے۔ اگر وہ ثبوت کے ساتھ پیش کر دیں تو دل کھول کر عمل کر سکتے ہیں ورنہ ان باتوں سے پرہیز کیجئے، اور مٹھائی، چادر اور مرغا، بکرا وغیرہ میں جو رقم خرچ کر کے ان مولوی صاحبان کو عیش وعشرت کا سامان مہیا کرتے ہیں، اسے اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت میں خرچ کیجئے تا کہ خود ان کو دین کا علم حاصل ہو اور وہ کسی کے بہکاوے میں نہ آئیں، اور قرآن مجید کے اس آیت کریمہ کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ.

(محمد: ۳۳)

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔“

نقلی کعبوں کی دھوم

مسلمانوں کے بعض فرقے اولیاء کی قبروں کو اللہ کے گھر (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس بنا لیتے ہیں، اور ان کے ساتھ بالکل وہی معاملہ کرتے ہیں جو صرف اللہ کے گھر کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ ہر سال حج کے دن کی طرح عرس کا دن مقرر کیا جاتا ہے۔ احرام کی جگہ ننگے سر، یا ننگے پیر چلنے کی قید لگائی جاتی ہے۔ لَبَّیْکَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ کے مقابلے میں یا ہو یا ہو کا نعرہ لگتا ہے۔ غلاف کعبہ کی طرح قبر کی چادر کا انتظام ہوتا ہے۔ حجر اسود کے بوسہ کی جگہ قبر کے سرہانے یا پائینتی کے پتھر کو چوما جاتا ہے۔ طواف کعبہ کے بدلے قبر کے پھیرے لگتے ہیں۔ سجدے اور رکوع ہوتے ہیں۔ دعائیں اور مناجاتیں کی جاتی ہیں۔ ملتزم کی طرح ڈیوڑھی اور دروازہ سے چمٹا جاتا ہے۔ بابا کی بیٹھک سے ان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبر تک دوڑ کر سعی صفا و مروہ کی نقل کی جاتی ہے۔ زمزم کی جگہ قبر کے دھوون کے پانی کو جمع کر کے تبرک بنایا جاتا ہے۔ ہدی کے بجائے حضرت کی نذر کا بکرا اور مرغا ساتھ آتا ہے۔ غرض آج ہر طرف اور ہر جگہ ان نقلی کعبوں کی دھوم مچی ہوئی ہے اور خلقت ہے کہ ٹوٹی پڑتی ہے۔ کیا کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے والی اس توحیدی امت میں جس کی بندگی کی خواہش کی تکمیل کے لیے اللہ نے اپنا گھر مہیا فرما دیا تھا، آخر یہ سب کیوں اور کیسے ہو گیا، تو جواب صاف ہے کہ ایک مدت گزر جانے کے بعد نام نہاد دین داروں نے اپنا پیشہ چمکانے کے لیے ہندوؤں کی طرح دیوتاؤں اور دیویوں کی فوج تیار کر کے ان کے گرد عظیم الشان دیومالا کا تانا بانا بُن دیا۔ پھر اسلامی کاشی اور متھرا وجود میں آئے اور مسلمان گنیشوں اور مرلیوں نے جنم لیا۔ کھڑے پتھروں کی جگہ پڑے پتھروں نے قبروں کی شکل میں اپنے استھان بنائے اور درشن کا نام بدل کر زیارت رکھ لیا۔ پرنام کی جگہ سلام نے لے لی۔ ڈنڈوت نے سجدۂ تعظیم کا جامہ پہنا۔ پھیروں کے بجائے طواف ہونے لگے۔ پرشاد تبرک بن گیا۔ بھجن نے قوالی کا روپ دھار لیا اور یہ موجودہ دین وجود میں آیا، پھر ہزاروں قیدی بنے، لاکھوں عصمتیں برباد ہوئیں، لاتعداد لاشے تڑپے، نونہالوں کا خون چوس چوس کر یہ دھرتی سیراب ہوئی، مگر اس نئے دین کی بہاروں کا ایک پھول نہ مرجھایا۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ہمارے بعض مولوی صاحبان ان باتوں کی مسلسل تبلیغ کر رہے ہیں کہ جنت کا پروانہ صرف اسی صورت میں مل سکتا ہے جب تم قرآن خوانی کرو، ایصال ثواب کرو، گیارہویں کرو، چالیسواں کرو، اجمیر جاؤ، کلیر جاؤ، دیویٰ جاؤ، بہرائچ جاؤ، نظام الدین جاؤ، غوث اعظم کا دامن تھام لو، مزاروں پر چراغاں کرو، قبروں پر چادر چڑھاؤ، نذر و نیاز کرو، بکرا اور مرغا ذبح کرو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اپنی کتاب میں فرما دیا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ. (الاحقاف: ۵-۶)

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔ ہاں قیامت کے دن جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے (اور ان اولیاء کو اپنے پجاریوں کی حرکات سے باخبر کیا جائے گا) تو ان کے یہ اولیاء اللہ اپنے پجاریوں کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی پوجا پاٹ کا شدت کے ساتھ انکار کر دیں گے۔''

گنبد خضراء کی تاریخ

امت مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی قبلہ مقرر کر دیا ہے اور وہ ہے مسجد حرام۔ چنانچہ تمام مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہوں مکہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اور یہ مسلمانوں کو متحد رکھنے کا بڑا ذریعہ بھی ہے مگر تفرقہ پسندوں نے نبی ﷺ پر سلام پڑھنے کے حیلہ سے مدینہ کے رخ کو متعین کیا اور مسجدوں میں شمال مغرب کی جانب گنبد خضراء کی تصویریں آویزاں کر دیں تا کہ اس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو کر سلام پڑھا جائے۔ سلام کے لیے یہ تکلف کھلی بدعت ہے اور یہ مسلمانوں میں تفرقہ کا باعث ہے۔ آیئے گنبد خضراء کی تاریخ ملاحظہ کریں کہ اس کی تعمیر کب ہوئی، تقریباً سات سو سال تک قبر نبوی پر کوئی عمارت نہیں تھی۔ پھر ۶۷۸ھ میں منصور بن قلادون صالحی (بادشاہ مصر) نے کمال احمد بن برہان عبدالقوی کے مشورہ سے لکڑی کا ایک جنگلہ بنوایا اور اسے حجرہ کی چھت پر لگا دیا، اور اس کا نام ''قبہ رزاق'' پڑ گیا۔ اس وقت کے علماء ہر چند کہ اس صاحب اقتدار کو نہ روک سکے، مگر انھوں نے اس کام کو بہت برا سمجھا اور جب یہ مشورہ دینے والا کمال احمد معزول کیا گیا تو لوگوں نے اس کی معزولی کو اللہ کی طرف سے اس کے اس فعل کی سزا تصور کیا۔ پھر الملک الاشرف شعبان بن حسین بن محمد نے اس میں تعمیری اضافے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیے یہاں تک کہ موجودہ تعمیر عمل میں آئی۔(وفاء الوفاء للسھودی، ص۴۳۶-۴۳۵)

یہ ہے حقیقت گنبد خضراء کی آخر ان لوگوں کو ایسی بات پر کیوں اصرار ہے جس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔کیا یہ لوگ شریعت ساز بن گئے ہیں کہ جو نیا طریقہ چاہیں دین میں نکالیں، اور لوگوں کو زبردستی اس کا پابند بنائیں۔ان کی سمجھ میں اتنی بات بھی نہیں آتی کہ شارع نے ہر نماز میں تشہد کو ضروری قرار دیا ہے، اور تشہد بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے جس میں ”السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللّٰہ و برکاتہ“ کے کلمات ادا کیے جاتے ہیں، اور اس کے بعد درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے۔یہ سلام اور درود بیٹھ کر پڑھنے کو نماز کا جز قرار دیا گیا۔اگر کھڑے ہو کر نبی ﷺ کو سلام اور درود بھیجنے کی کوئی فضیلت ہوتی تو سلام و درود تشہد میں نہیں بلکہ قیام میں متعین کیا جاتا۔

یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عقیدت مند یہی ہیں، حالانکہ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے والا اور آپ کی ٹھیک اسی طرح پیروی کرنے والا جس طرح آپ نے پیروی کرنے کی ہدایت کی ہے، آپ کا سچا عقیدت مند ہے اور آپ کے ایسے مخلص پیروؤں ہی کے لیے اللہ کی نوازشیں اور آخرت کی کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو بے راہ روی میں مبتلا ہیں انھیں دین کی سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو حق سے حق کو مانگ کبھی ماسوا نہ مانگ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرے بندے مجھ سے دعا کرتے ہیں، یعنی کوئی چیز مانگتے ہیں تو میں ہی ان کو دیتا ہوں۔ بندہ کو حکم ہے کہ اپنی ہر حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کو دور کرنے کے لیے کسی نہ کسی کو پکارتا ہی ہے۔ بعض لوگ مصیبت دور کرنے کے لیے ان ہستیوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کی پکار کو سن ہی سکتی ہیں اور نہ ان کی حاجت دور ہی کر سکتی ہیں، اس لیے صرف اللہ کو پکارنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ. (البقرۃ: ۱۸۶)

”میرے محبوب! میرے بندے آپ سے میرا پتہ پوچھیں تو انھیں بتادیں کہ میں تو تمہارے قریب ہوں۔“

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. (قٓ : ۱۶)

”اور میں تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔“

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. (المومن: ۶۰)

”مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔“

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. (الحجر: ۴۹)

”میرے خطاکار بندوں کو بتادیجیے کہ میں بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنّ ربکم حیّ کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفرا. (ترمذی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''تمہارا پروردگار بہت شرم والا اور کریم ہے، جب کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے مانگتا ہے تو ان دونوں ہاتھوں کو خالی واپس کرتے ہوئے شرماتا ہے۔''

اللہ ہر وقت دیتا ہے اور دینے کے لیے تیار بیٹھا ہے، بشرطیکہ کوئی مانگنے والا ہو اس لیے اللہ سے ہمیں چھوٹی بڑی سبھی ضرورتیں مانگنی چاہئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیسئل احدکم ربه حاجته کُلّها حتی یسئل شسعَ نعله اذا نقطع. (ترمذی)

''تم اپنی ضروریات کو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔'' ؎

تم کو شکوہ ہے ہمارا مدعا ملتا نہیں دینے والے کو گلہ یہ ہے، گدا ملتا نہیں
بے نیازی دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم دینے والا دے کسے دست دعا ملتا نہیں

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لا تسئل بنی آدم حاجته وسئل الذی ابوابه لا تحجب
الله یغضب ان ترکت سؤاله وابن آدم حین یسئل یغضب

''کسی انسان سے اپنی حاجت مت مانگو، اس سے مانگو جس کے کرم وسخاوت کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ انسان اور اللہ کے درمیان تو یہی فرق ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دو گے تو اللہ ناخوش ہو جائے گا اور انسان سے جب مانگو گے تو ناخوش ہو جائے گا۔''

اس لیے ہمیں اپنی ہر ضرورت اللہ ہی سے مانگنی چاہیے اس لیے کہ مختار کل انبیاء و اولیاء نہیں، بلکہ مختار کل صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔ وہی ہمارا غوث اعظم، دست گیر، مشکل کشا، حاجت روا، داتا اور ہم سب کا خالق، مالک اور رازق ہے، اس لیے ہمیں اللہ واحد کے چوکھٹ پر اپنا سر جھکانا چاہیے ؎

سلمانؔ ایک بات تجھے راز کی کہوں
تو حق سے حق کو مانگ کبھی ماسوا نہ مانگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقیدۂ توحید ورسالت کا مفہوم

توحید کیا ہے

توحید وحدت سے بنا ہے۔ جس کے معنی ایک ماننا اور ایک سے زیادہ ماننے سے انکار کرنا ہے، یعنی اللہ کو ایک ماننے، زبان سے اس کا اقرار کرنے، دل سے اس کی تصدیق کرنے اور اس کے حکموں کو بجالانے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کو توحید کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور جملہ صفات وکمال میں یکتا و بے مثل ہے۔ اس کا کوئی ساجھی یا شریک نہیں، وہ بے نیاز ہے، کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا کوئی ہم پلّہ وہم مرتبہ نہیں۔ وہ کسی کے مشابہ نہیں، اس نے سب کو پیدا فرمایا ہے اور اس کو کسی نے وجود نہیں بخشا، حتیٰ کہ اس کی نہ اولاد ہے، نہ وہ کسی سے پیدا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. (الاخلاص: ۴)

”اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔“

توحید کے اجمالی بیان میں سورۂ اخلاص بڑی اہم سورت ہے۔ اس میں ان سارے مشرکین کی تردید ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے جھوٹے معبودوں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی بھی تردید ہے جو نور اور اندھیرے کے دو الگ الگ خداؤں کے قائل ہیں جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے، اور ان کی بھی تردید ہے جو ہر کنکر کو شنکر جانتے ہیں اور ان کی بھی تردید ہے جو خدا کے لیے بیوی اور بیٹے کا عقیدہ رکھتے ہیں، جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے، اور ان کی بھی تردید ہے جنھوں نے بزرگوں اور ولیوں کو الوہیت کا درجہ دے رکھا ہے اور ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے (اقبال)

توحید کی قسمیں:

توحید کی تین قسمیں ہیں: (۱) توحید ربوبیت (۲) توحید الوہیت (۳) توحید اسماء وصفات

(۱) توحید ربوبیت: ربوبیت کا لفظ رب سے بنا ہے۔ رب کے کئی معنیٰ ہیں: آقا، مالک اور پرورش کرنے والا، یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کائنات کا خالق مالک رازق اور مدبّر صرف اللہ ہے۔ اس توحید کو ملاحدہ اور زنادقہ کے علاوہ تمام لوگ مانتے ہیں حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی اس کے قائل تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ. (یونس: ۳۱)

''ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے، یا وہ کون ہے جو تمہارے کان اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے، اور وہ کون ہے جو جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان سے جاندار کو نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کر رہا ہے، وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ. (زخرف: ۸۷)

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ۔''

(۲) توحید الوہیت: توحید الوہیت کو توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تنہا عبادت اور بندگی کا مستحق قرار دیا جائے، کیونکہ وہی اس کا حقیقی مستحق ہے، خواہ اس کا درجہ اور مرتبہ کتنا ہی بلند و بالا ہو، خواہ وہ نبی یا پیغمبر ہو، فرشتہ یا جن ہو یا ولی صالح ہو یعنی عبادت کی تمام اقسام کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ توحید الوہیت یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ، دعا، استمداد، التجا، نذر و نیاز یہ تمام کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کیے جائیں۔ مولانا حالی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق — زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق — اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ — جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم — اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اسی کے طلب میں مرو جب مرو تم

مُبرّا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

مشہور سیرت نگار، محقق عالم جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب توحید کی ترجمانی فرمائی ہے:

سب اپنے اپنے حال میں ہیں احتیاج مند
دل میں کسی کو جان کے حاجت روا نہ مانگ

مانگ اور مانگ سدا مانگ حق سے مانگ
مت مانگ کچھ نہ مانگ بشر سے ذرا نہ مانگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خالق سے مانگ تسمہ بھی ہو خواہ کفش کا
سلک گہر اور شہ در یا عطا نہ مانگ

ہے دینے والا سب کو غنی الحمید ہی
خلقت سے دے کے واسطہ کبریا نہ مانگ

سلمانؔ ایک بات تجھے راز کی کہوں!
تو حق سے حق کو مانگ کبھی ماسوا نہ مانگ

(۳) توحید اسماء وصفات: توحید اسماء وصفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں، ان کو بغیر کسی تاویل اور تحریف کے تسلیم کریں، اور وہ صفات اس انداز میں کسی اور کے اندر نہ مانیں، مثلاً جس طرح اس کی صفت علم غیب ہے، یا دور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سننے پر وہ قادر ہے، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اسے اختیار حاصل ہے، یا اس قسم کی اور صفات الہیہ ان میں سے کوئی صفت بھی اللہ کے سوا کسی نبی، ولی یا کسی بھی شخص کے اندر تسلیم نہ کی جائے۔ اگر تسلیم کی جائے گی تو یہ شرک ہوگا۔ جہمیہ اور معتزلہ اور ان کے ہم مسلک دوسرے اہل بدعت کے عقائد بھی اسماء وصفات کے متعلق صحیح عقیدۂ اسلامی سے متصادم ہیں جو کہ اللہ کی صفات کا انکار کرتے ہیں، اور تمام صفات کمال سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو عاری اور معطل سمجھتے ہیں جس کے نتیجہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک کا معدوم اور جمادات وناممکنات کی قبیل سے ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس نظریہ سے بالا و برتر ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی اس زمرہ میں شامل ہیں جو بعض صفات کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً اشاعرہ جس بات سے بچنے کے لیے انھوں نے بعض صفات کی نفی اور ان کے دلائل کی تاویل کی تھی، دراصل ان کے بعض دوسری صفات کا اقرار کرنے سے وہی بات لازم آتی ہے۔ اس طریقہ سے انھوں نے عقلی اور نقلی دلائل کی مخالفت کی اور واضح تناقض کا شکار ہوئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخلاص

لغت میں اخلاص کئی معنی کے لیے آتا ہے۔ چنانچہ اس کا معنی خالص ہونا، صاف ہونا، أخلص الشيء چن لینا ہے۔ (لسان العرب مأدہ خلص ۲۸/۲۶، ۲۷ وتاج العروس مادہ خلص ۱/۳۸۹، ۳۹۰) مخلص اس آدمی کو کہتے ہیں جو خالصتاً اللہ کی توحید کا قائل ہو اسی وجہ سے قل ھو اللہ أحد کو سورۂ اخلاص کہتے ہیں۔ یعنی اخلاص کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ بندے اپنے تمام کھلے اور چھپے اعمال اور باتوں میں اللہ کی رضا چاہیں، اور تمام اعمال وافعال ارادہ ونیت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو خالص کیا جائے۔

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں:

"اس کا نام اخلاص اس وجہ سے پڑا ہے کیوں کہ یہ اللہ کی صفت وتقدیس میں خالص ہے، اور اس کا کہنے والا توحید کو اللہ کے لیے خالص کر دیتا ہے، اور اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ غیر اللہ سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے خالص اللہ کے لیے عمل کیا جائے۔" (تاج العروس، ۴/۳۹۰)

ارشاد باری ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ. (البيّنة: ۵)

"اور انھیں حکم دیا گیا ہے کہ یکسو ہو کر اللہ کی مخلصانہ عبادت کریں۔"

یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے جس کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر اس بندے کو دیا ہے۔ اس کے لیے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے علاوہ مقبول نہیں، یہی اسلام کی حقیقت ہے اور اس سے جو اعراض کرے گا وہ دنیا کا سب سے بڑا احمق ہوگا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واما الاخلاص فهو حقيقة الاسلام اذا الاسلام هو الاستسلام للّٰه لا لغيره كما قال اللّٰه تعالىٰ: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَ رَجُلاً سَلَماً لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ. الاية. (الزمر: ٢٩) فمن لم يستسلم للّٰه فقد استكبر ومن استسلم للّٰه ولغيره فقد اشرك وكل من الكبر و الشرك ضد الاسلام و الاسلام ضد الشرك والكبر.

(فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱/۱۴)

''اور رہا اخلاص تو یہی اسلام کی حقیقت ہے اس لیے کہ اسلام کا معنی ہے کہ اللہ کا فرماں بردار ہونا، نہ کہ اس کے علاوہ کا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالی ایک مثال بیان کرتا ہے کہ غلام ایسا ہے کہ جس میں بہت سے لوگ شریک اور مساوی حصہ دار ہیں، اور ایک شخص صرف ایک ہی کا غلام ہے تو کیا یہ دونوں غلام (حیثیت) میں برابر ہیں۔ پس جس شخص نے اللہ کی فرمان برداری نہیں کی۔ اس نے تکبر کیا اور جس نے اللہ کے ساتھ بھی دوسرے کی فرماں برداری کی، اس نے شرک کیا اور شرک و کبر دونوں ہی اسلام کی ضد ہیں، اور اسلام کبر وشرک کی ضد ہے۔''

سنت کی تعریف:

سنت طریقہ کو کہتے ہیں محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ ﷺ سے منقول شدہ قول وفعل واخلاقی وصف اور سیرت کو سنت کہتے ہیں۔ (مقدمہ مرعاۃ المفاتیح)

سنت نبوی ﷺ کا اطلاق نبی ﷺ سے ثابت قولی، فعلی اور تقریری تینوں طرح کی سنتوں پر ہوتا ہے۔ سنت نبوی ﷺ کی اتباع کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے عقائد واعمال میں کتاب وسنت کی پیروی کی جائے، اور اسی کے دائرہ میں اپنے عقائد واعمال کو محدود رکھا جائے، اور اس دائرے سے نہ تجاوز کیا جائے اور نہ انحراف کیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سنت قولی: آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے جو کچھ ارشاد فرمایا، اسے قولی حدیث کہتے ہیں۔قولی حدیث کی مثال یہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا. (صحيح بخاري كتاب الأدب باب تعاون المومنين بعضهم بعضاً، ۵۵۱/۱،رقم الحديث ۶۰۲۶)

''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک جز دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔''

اس طرح کی متعدد قولی احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔

سنت فعلی:

آپ ﷺ نے عملی طور پر اپنی امت کو جو کچھ کر کے دکھایا اسے فعلی سنت کہتے ہیں۔ فعلی حدیث کی مثالوں میں رسول اللہ ﷺ کے وہ تمام افعال ہیں جن کی اقتدا تمام مسلمان نماز، روزہ اور مناسک حج میں ادا کرتے ہیں، نیز وضو اور روزہ وغیرہ کے سلسلے میں آپ ﷺ سے منقول جملہ افعال بھی اس کی مثالیں ہیں۔

سنت تقریری:

کسی صحابی نے آپ کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی، اور آپ ﷺ نے نہ تو اس کام سے روکا اور نہ اس بات پر نکیر فرمائی بلکہ خاموشی اختیار کی اور اس کو برقرار رکھا، اسے سنت تقریری کہتے ہیں۔

تقریری حدیث کی مثالوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے دستر خوان پر ضبّ (گوہ) کا گوشت کھایا۔آپ ﷺ نے نہ تو تناول فرمایا اور نہ نکیر کی جب آپ ﷺ سے نہ کھانے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا:

''میری قوم کی سرزمین (مراد قریش کی زمین) مکہ میں گوہ نہیں کھائی جاتی ہے اس لیے مجھے اس کے کھانے کی عادت نہیں ہے۔اگر گوہ کھانا حرام ہوتا تو اس کے کھانے پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ ضرور نکیر فرماتے۔ (صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب ما کان النبی ﷺ لا یاکل حتی یسمی له فیعلم ما هُوَ ۹/ ٦٦٧، رقم الحدیث ۵۳۹۱)

اسی طرح بنو قریظہ پر حملے کے وقت آپ نے حکم فرمایا تھا کہ سب لوگ عصر کی نماز سرزمین بنو قریظہ ہی میں پڑھیں، تو بعض لوگوں نے اس کو جلد بازی پر محمول کیا، اور عصر کے وقت مدینہ ہی میں نماز پڑھ لی، لیکن دوسرے صحابہ نے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق مغرب تک عصر کو مؤخر کر کے بنو قریظہ میں عصر کی نماز ادا کی، آپ ﷺ نے کسی پر نکیر نہیں کی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب وجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجه الیٰ بنی قریظة ۷/ ۵۱۸ رقم الحدیث ۴۱۱۹، صحیح مسلم کتاب الجهاد باب المبادرة بالغزو ٦/ ۳۴۰ رقم الحدیث: ٦٩)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

انبیاءِ کرام کی بعثت کا مقصد

انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد توحید کی دعوت اور کلمہ لا الہ الا اللّٰہ کا اقرار اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی دعوت ہے، اور وہ صرف اللہ واحد کی عبادت ہے اور سارے معبودان باطل کی عبادت اور ان کے قوانین سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے اور شریعت الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔ اسلام کا کلمۂ جامعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایسا کلمہ ہے کہ ساری دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتا ہے اس میں نہ کسی قوم اور رنگ کا امتیاز برتا گیا ہے، نہ کسی ملک و وطن کی تفریق کی گئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۝ (سبا: ۲۸)

''اے نبی ہم نے آپ کو ساری دنیا کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۷)

''ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

محمد ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے وہ اگرچہ مختلف خطۂ ارض اور مختلف قوموں اور گروہوں کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے تھے، لیکن سب کی دعوت ایک ہی تھی، اور سب کا پیغام بھی ایک ہی تھا۔ ان تمام انبیاء کرام نے ایک پروگرام اور ایک ہی مشن چلایا تھا جس کا لب لباب توحید و رسالت اور آخرت ہے۔

ہمارے محمد عربی ﷺ کی سب سے پہلی آواز جو مکہ کی گھاٹیوں میں گونجی، وہ اسی کلمۂ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

توحید کا اعلان تھا۔قرآن مجید کی مسلسل آیتیں اسی سے متعلق نازل ہونی شروع ہوئیں، یہاں تک کہ تیرہ برس تک نہ روزہ فرض ہوا، نہ زکوۃ اور نہ حج، نماز کی فرضیت کا اعلان بھی تقریباً دس سال کے بعد ہوا۔ دین حق کی تبلیغ کے لیے اللہ کی راہ میں آپ ﷺ کو بڑی سخت تکلیفیں و ایذائیں پہنچائی گئیں، مگر آپؐ اور آپ کے اصحاب کرام صبر وثبات کے ساتھ برابر لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جزیرۃ العرب کو تمام بتوں اور مورتیوں سے پاک کر دیا۔ اللہ کے کلمہ کا بول بالا ہوا، اور پورے جزیرہ عرب میں اسلام غالب ہوگیا۔ پھر مسلمان جزیرہ عرب کے باہر اشاعت حق کی غرض سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ان کے ذریعہ سے چہار دانگ عالم میں حق کا غلغلہ بلند ہوا، اور اللہ کی زمین پر انصاف عام ہوا۔ اس طرح وہ دنیا کے سامنے ائمہ ہدایت، داعیان حق، عدل و انصاف کے نقیب اور اصلاح عالم کے علمبردار بن کر ظاہر ہوئے، اور انھیں کے نقش قدم پر تابعین کرام چلتے رہے۔ ان ہادیان دین اور داعیان حق نے بھی اللہ کے دین کی خوب خوب اشاعت کی اور لوگوں کو وحدانیت کی دعوت دی، اور جان و مال سے راہ حق میں جہاد کرتے رہے ؎

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

پھر بعد میں لوگ بدل گئے، باہمی اختلاف کے شکار ہوگئے، شرک وبدعت، خرافات ومنکرات میں مبتلا ہو گئے، جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں نوع بنوع کی برائیوں اور منکرات نے سر اٹھایا اور ان سے وہی محفوظ رہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے محفوظ رکھا۔ پھر پاداش عمل کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت بھی بدل ڈالی اور دشمنوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو ان پر مسلط کر دیا ؎

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دارا، جہاں بان و جہاں آراء
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیّارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

ضرورت ہے کہ عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لیے آج کا مسلمان قرآن وحدیث کو لازم پکڑے۔ شرک وبدعت، خرافات ومنکرات اور تمام معبودان باطل سے بیزاری کا اعلان کرے اور صرف اللہ کی عبادت کرے، اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْناً يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئاً وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (النور: ۵۵)

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کیے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو ضرور ملک میں حکومت دے گا، جیسے اس نے اگلے لوگوں کو ان سے پہلے حکومت دی تھی، اور جس دین کو ان کے لیے پسند کیا ہے، اس کو مضبوط بنیادوں پر جما دے گا، اور ان کو جو دشمنوں سے ڈر ہے ان کو اس کے بدلہ امن دے گا وہ میری عبادت کرتے رہیں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور جو شخص اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق و نافرمان ہیں۔“

اللہ نے یہ وعدہ اپنے رسول سے کیا تھا اور اسے پورا کر دیا۔ آپ کے بعد آپ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امت روئے زمین کی امام اور حاکم بنی۔ اس کا بڑا حصہ اسلام کے زیر نگین آ گیا اور خوف، امن و امان سے بدل گیا اور سچے مومنوں اور نیک عمل کرنے والوں اور توحید پر چلنے والوں اور شرک سے بچنے والوں کے لیے یہ وعدہ آج بھی ہے، اور قیامت تک رہے گا مگر شرط یہی ہے کہ وہ سچے مومن بن کر رہیں، کفر نہ کریں، اعمال صالحہ انجام دیں، توحید پر قائم رہیں، شرک و بدعت سے اجتناب کریں، خرافات ومنکرات سے دور رہیں۔ جنگ یرموک کے موقع پر سپہ سالار نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ:

ہمیں اسلحوں اور فوجیوں کی کمک مطلوب ہے۔ ہمارا مقابل دشمن ریت کے ذروں کی تعداد میں ہے تو امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ تم دشمن سے اپنے اسلحوں اور کثرت تعداد سے نہیں لڑ رہے ہو، "انما تقاتلونهم باعمالكم الصالحة" بلکہ تم اپنے نیک اعمال سے ان سے جنگ کر رہے ہو۔

آج دنیا بھر کے مسلمانوں کو مصائب ومشکلات، فتنہ وفساد، قتل وخوں ریزی اور تباہی و بربادی کے طوفان مسلسل کا سامنا ہے، اور دہشت گردی کے نام پر اطراف عالم میں مسلمانوں پر ظلم وتعدی اور نسل کشی کی انتہا کی جا رہی ہے۔ ایسے وقت میں ضروری ہے کہ مسلمان اپنے ایمان وعمل کو درست کریں اور ایسے اعمال سے باز رہیں جو ان کے ایمان و اعمال صالحہ کو بگاڑ دینے والے ہوں۔ وہ غیر اللہ کا خوف تعظیمی اپنے دل سے نکال کر صرف اللہ کا خوف وخشیت رکھیں، صرف اللہ سے استعانت و استغاثہ کریں، غیر اللہ کا غیر شرعی توسل ترک کر کے اعمال صالحہ کو اللہ کی قربت کا ذریعہ بنائیں۔ مزارات، شجر وحجر کی تعظیم وتبرک اور ان کے رکوع وسجود ترک کر کے اسے صرف اللہ کے لیے خاص کریں اور تنہا اللہ واحد کی عبادت کریں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ٥ (الذاريات: ٥٦-٥٨)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے نہ روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلایا کریں اللہ تو خود ہی سب کو روزی پہنچانے والا ہے قوت والا مضبوط ہے۔''

اور فرمایا: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا ؁ (النساء: ۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔''

اور فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؁ (الکوثر: ۲)

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور اسی کے لیے ذبح کیجئے۔''

لا اله الا الله کا مطلب

لا اله الا الله کے معنی یہ ہیں کہ زمین و آسمان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہ تنہا معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ سارے معبود باطل ہیں۔ الٰہ کے معنی معبود کے ہیں جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ کافر اور مشرک ہے اگرچہ اس کا معبود کوئی نبی یا ولی کیوں نہ ہو، اور وہ اس کی عبادت اس دلیل سے کرتا ہو کہ وہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب اور وسیلہ حاصل کر رہا ہے، کیونکہ وہ مشرکین جن سے رسول اللہ ﷺ نے جہاد فرمایا، وہ بھی اسی دلیل سے انبیاء اور اولیاء کی عبادت کیا کرتے تھے، لیکن ان کی یہ دلیل باطل اور مردود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تقرب اور توسل حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی اور کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب وتوسل تو اعمال صالحہ اور اس کے اسماء وصفات کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ جس کا خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے، جیسے نماز پڑھی جائے، روزے رکھے جائیں، جہاد کیا جائے، صدقہ و خیرات کیا جائے، حج کیا جائے، والدین کی خدمت کی جائے اور مومن بندہ اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرے وغیرہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ واحد ہی کی عبادت کی جائے۔ واسطہ اور وسیلہ کے بغیر اس سے دعائیں مانگی جائیں۔ اس کے حضور رکوع اور سجدہ ہو۔ اسی کے نام پر قربانی اور نذر و نیاز ہو اور یہ عقیدہ کامل ہو کہ قانون سازی اسی کا حق ہے، اور سب اس کے بندے اور اس کے محتاج ہیں۔ شاہ و گدا، پیر ولی اور بزرگ سب اس در کے بھکاری ہیں۔ لا الہ الا اللہ کے یہی معانی و مفاہیم ہیں جن کا ہر مسلمان کے لیے جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، اور جو لوگ بغیر سوچے سمجھے اس کو صرف اپنی زبان سے دہرا لیتے ہیں، اور اس کے معنی سے واقفیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس پر عمل کرتے ہیں، وہ صحیح معنوں میں اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نظر جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تو عرب ہو یا عجم ترا لا الٰہ الاّ
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

محمد رسول اللہ کا مطلب

محمد رسول اللہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ بشر اور اللہ کے آخری رسول ہیں اور ساری انسانیت کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں، اور وہ ایک برگزیدہ بندے ہیں جن کی عبادت نہیں کی جا سکتی اور جلیل القدر رسول ہیں، جن کی تکذیب نہیں کی جا سکتی۔ آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کرنا ضروری اور واجب ہے۔ جس نے آپ کی اطاعت واتباع کی وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی جہنم رسید ہوگا۔ آپ ﷺ کا طریقہ سب سے کامل اور آپ کی شریعت سب سے اکمل شریعت ہے۔ رسول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد سے لے کر تا قیامت کوئی شخص بھی اس وقت تک مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ آپ کی نبوت و رسالت کو تہ دل سے قبول نہ کرے، اور آپ کی سنت و شریعت کی مکمل طور پر تابع داری نہ اختیار کرے اور آپ پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید پر عمل پیرا نہ ہو جائے۔ اسلام کا سیدھا اور سچا راستہ وہی ہے جو محمد ﷺ سے ثابت ہو اور ہر وہ راستہ اور خیال غلط ہے جو محمد ﷺ سے ثابت نہ ہو۔

لا الٰہ الا اللّٰہ کی دعوت

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

یا ایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللّٰہ تفلحون. (مسند احمد، ۳/۴۹۲)

''اے لوگو! لا الٰہ الا اللّٰہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔''

آپ ﷺ نے دعاۃ و مبلغین کو بھی لا الہ الا اللہ کی دعوت کی تلقین فرمائی، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب روانہ کرتے وقت آپ نے فرمایا:

انک تأتی قوما من اھل الکتاب فلیکن اول ما تدعوھم الیه شھادة ان لا الٰہ الا اللّٰہ، وفی روایة الی ان یوحّدوا اللّٰہ فان ھم اطاعوک لذلک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم خمس صلوٰت فی کل یوم و لیلة فان ھم اطاعوک لذلک فاعلمھم ان اللّٰہ افترض علیھم صدقة توخذ من اغنیآئھم فتردّ الٰی فقرائھم فان ھم أطاعوک لذلک فایاک و کرائم أموالھم واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینھا و بین اللّٰہ حجاب. (صحیح بخاری کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن قبل حجة الوداع ۷/۴۳۴۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدعاء الیٰ الشھادتین ۱/ ۲۲۸، رقم الحدیث ۲۹)

''تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے تو سب سے پہلے اس قوم کو اس بات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے پس اگر وہ لوگ اس سلسلہ میں تمہاری بات مان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان کے اوپر روزانہ رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو ان کو آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر زکوۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائیگی اور ان کے محتاجوں کو لوٹا دی جائیگی۔ اگر تمہاری اس سلسلہ میں اطاعت کرلیں تو ان کے نفیس اور عمدہ مال لینے سے اپنے آپ کو بچانا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی اوٹ اور پردہ نہیں ہے۔''

کلمہ توحید پڑھتے ہی ہم پر فرض ہو جاتا ہے کہ دنیا کو اس کلمہ کی طرف دعوت دیں۔ اس کے لیے فضا سازگار ہونے نہ ہونے کا کوئی سوال نہیں کہ کلمہ توحید خود پڑھا جائے مگر اوروں کو اس کی دعوت نہ دی جائے۔ ؎

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدو! ان لا الہ الاّ اللہ وان محمداً عبدہ و رسولہ. (صحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر لقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ ۲۳۲/۱ رقم الحدیث ۳۲)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

مسلمان جب تک توحید کے متوالے وفدائی اور سنت کے متبع اور شیدائی رہیڈ دنیا کی ساری باطل طاقتوں پر بھاری رہے، ان کی مدد کے لیے ملائکہ بھیجے جاتے تھے، اور دنیا کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بڑی سے بڑی قومیں ان کو مغلوب نہ کر سکیں، لیکن جب ان میں شرک و بدعت خرافات و منکرات داخل ہو گئیں، توحید کی جڑیں کمزور ہو گئیں تو پھر آج دنیا میں ایک ارب کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی بے وزن اور کمزور ہیں، اور غثاء کغثاء السیل کی صحیح تصویر بنے ہیں۔ سچ ہے: ؎

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلمانوں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھُوَ اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام

☆☆☆

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے
وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کفر ونفاق

کفر کا مفہوم

کفر کے معنی ڈھانکنے کے ہیں۔ رات اپنی ظلمت میں بہت سی چیزوں کو ڈھانک لیتی ہے، اس لیے رات کو بھی کافر (ڈھانکنے والی) کہتے ہیں۔ کاشتکار بیج کو زمین میں ڈالتا ہے اور چھپاتا ہے اس لیے اس کو بھی کافر کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اللہ کے دین اور اس کی شریعت اور رسول اللہ ﷺ سے انکار کا نام کفر ہے یعنی ایمان کی ضد کو کفر کہتے ہیں۔

ائمہ تفسیر نے کفر کے چند اقسام بتائے ہیں:

(۱) کفر انکار: جس کے معنی ہیں معرفت الٰہی سے بالکلیہ محرومی۔

(۲) کفر جحود: اس کا معنی یہ ہے کہ دل میں یقین ہو مگر زبان سے اقرار و تسلیم نہ ہو۔

(۳) کفر نفاق: اس کا معنی یہ ہے کہ قلب معرفت الٰہی سے خالی ہو مگر زبان سے مدعی معرفت ہو۔

(۴) کفر عناد: اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اللہ کو پہچانے اور زبان سے اقرار کرلے، مگر اتباع کا اعلانیہ منکر ہو۔

اگرچہ کفر کی یہ چاروں قسمیں اپنے مراتب اور درجات کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں مگر اپنے ماحصل اور مرجع کے لحاظ سے سب ایک ہیں اور ان کے نتائج بھی یکساں ہیں۔ اللہ کی ذات اور اس کی وحدانیت اور رسول کی تکذیب و انکار کفر کی تمام صورتوں میں موجود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور آخرت کا دائمی عذاب اور خلود فی النار ہر ایک کا قطعی نتیجہ ہے۔

نفاق کا مفہوم

لغت کے اعتبار سے لفظ نفاق مصدر ہے فعل نافق کا۔ کہا جاتا ہے نافق ینافق نفاقاً ومنافقةً یہ لفظ النافقاء سے ماخوذ ہے جو گوہ کے بل کی خفیہ نکاسی اور منہ کو کہتے ہیں۔ گوہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اسے بل کے ایک منہ سے تلاش کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے منہ سے نکل جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ لفظ نفق سے ماخوذ ہے جو ان بلوں کو کہتے ہیں جن میں گوہ چھپے رہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں نفاق کے معنی ہیں: اسلام وخیر کا اظہار کرنا اور کفر وشر کو اندر چھپائے رکھنا۔ اسے نفاق اس لیے کہا گیا کہ منافق ایک دروازہ سے شریعت میں داخل ہوتا ہے تو دوسرے دروازہ سے نکل جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی ہے:

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۝ (التوبة: ٦٧)

”بے شک منافق نافرمان ہیں۔“

فاسقون سے مراد وہ لوگ ہیں جو دائرہ شریعت سے نکلے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو کافروں سے بھی برا قرار دیا ہے۔ آیت کریمہ ہے:

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۝ (النساء: ١٤٥)

”کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے۔“

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرک اور اس کی قسمیں

شرک کا مفہوم

شرک کے معنی ساجھی اور شریک بنانے کے ہیں۔ لفظ شرک شرکت سے ماخوذ ہے جس کے معنی یہ ہیں: اللہ کی ذات یا اس کی کسی صفت کا اقرار کرتے ہوئے اوروں کو کم یا زیادہ کسی درجہ بھی اس میں شریک مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت یا اس کے اسماء وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا کفر ہے اور اسی طرح اللہ کی عبادت میں غیروں کو حصہ دار سمجھنا کافروں کا شیوہ ہے۔ شرک سب سے بڑا گناہ اور کفر کے مترادف اس لیے ہے کہ شرک درحقیقت اللہ کو جھٹلانا ہے اور اس کے ناموں اور صفتوں میں غیروں کو شامل کرنے کی زبردست نادانی کرنا ہے۔ خالق کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک کرنے کا صاف مطلب مخلوق کو خالق کے برابر قرار دینا ہے اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان: ۱۳)

''شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔''

ظلم کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے اصل مقام ومحل سے ہٹا کر دوسری جگہ پر رکھنا لہٰذا جس نے غیر اللہ کی عبادت کی بے شک اس نے عبادت کو اپنی اصل جگہ سے ہٹا کر غیر محل میں استعمال کیا اور ایک غیر مستحق کی طرف پھیر دیا اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

اللہ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ شرک کے بعد جو توبہ نہیں کرے گا اس کی مغفرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوگی۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ○ (النساء: ۴۸)

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔''

اللہ نے مشرک پر جنت حرام کر دی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں پڑا رہے گا۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاوٰهُ النَّارُ ○ (المائدۃ: ۷۲)

''(اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔''

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من لقی اللہ لا یشرک بہ شیئا دخل الجنۃ ومن لقیہ یشرک بہ شیئاً دخل النار. (صحیح مسلم کتاب الایمان باب من مات لایشرک باللہ ۱/۷۰، رقم الحدیث ۱۵۲)

''جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جو شرک کرتے ہوئے ملاقات کرے وہ جہنم میں جائے گا۔''

اور فرمایا:

الا انبئکم باکبر الکبائر، قلنا بلٰی یا رسول اللہ! قال الاشراک باللہ وعقوق الوالدین. (صحیح بخاری کتاب الشہادات باب ماقیل فی شہادۃ الزور ۵/۳۲۸، رقم الحدیث ۲۶۵۴، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر ۱/۳۵۹ رقم الحدیث ۱۴۳)

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا ضرور بتایئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ کے رسول آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

شرک سب سے بڑا ظلم ہے اور توحید سب سے بڑا عدل ہے۔ شرک تخلیق کائنات کے اصل مقصد کے سراسر خلاف ہے، لہٰذا وہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

شرک کی قسمیں

شرک کی دو قسمیں ہیں: (۱) شرک اکبر (۲) شرک اصغر۔

(۱) شرک اکبر: اللہ کے نزدیک شرک اکبر سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک اکبر بندہ کو دائرہ ملت سے خارج کر دیتا ہے اور اس کو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم رسید کر دیتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ شرک پر ہی مرا ہو اور توبہ کی توفیق نہ ملی ہو۔ غیر اللہ کی عبادت کو بھی شرک اکبر کہتے ہیں، یعنی کوئی عبادت غیر اللہ کے لیے ادا کی جائے جیسے غیر اللہ سے دعا کرنا، غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی بارگاہ میں قربانی کرنا، نذر و نیاز چڑھانا۔ غیر اللہ کے ضمن میں مقابر و مزارات جن و شیاطین سب آجاتے ہیں۔ اسی طرح جنات و شیاطین سے خوف کھانا کہ وہ اسے تکلیف نہ پہنچا دے، اس کو بیماری میں مبتلا نہ کر دے۔ اسی طرح غیر اللہ سے ایسی امیدیں وابستہ رکھنا جس پر صرف اللہ قدرت رکھتا ہے، مثلاً حاجت پوری کرنا اور مصیبت دور کرنا۔ اسی طرح کے شرک کی مشق آج کل اولیاء و بزرگوں کی پختہ قبروں پر خوب ہو رہی ہے۔ اس چیز کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۝ (یونس: ۱۸)

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ ان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سفارش کرنے والے ہیں۔''

اور فرمایا: وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَo (النحل: ۲۰)

''اور جن معبودوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

اور فرمایا: وَلاَ تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالاَ یَنْفَعُکَ وَلاَ یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذاً مِّنَ الظّٰلِمِیْنَo (یونس: ۱۰۶)

''غیر اللہ کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اگر تم نے ایسا کیا تو بے شک تم ظالموں (مشرکوں) میں سے ہو گے۔''

آہ اے مردِ مسلمان تجھے کیا یاد نہیں — حرف لا تدع مع اللّٰه الهاً آخر

ارشاد نبوی ﷺ ہے: من اکبر الکبائر الاشراک بالله. (صحیح بخاری. کتاب استتابة المرتدین باب اثم من اشرک بالله ۱۲/ ۳۳۷، رقم الحدیث: ۶۹۱۹، ۶۹۲۰)

''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من مات وهو یدعو من دون للّٰه ندًا دخل النار. (صحیح بخاری کتاب التفسیر ومن الناس من یتخذ من دون الله انداداً ۸/ ۲۲۳، رقم الحدیث ۴۴۹)

''جو مرا اور اللہ کے علاوہ کسی شریک کو پکارتا تھا تو جہنم میں داخل ہوگا۔''

جناب محمد ﷺ سے سوال کیا گیا:

أی الذنب اعظم؟ قال ان تجعل للّٰه ندًا وهو خلقک. (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللّٰه تعالیٰ فلا تجعلوا للّٰه ندًا ۱۳/ ۶۰۰، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الشرک أقبح الذنوب ۱/ ۳۵۷، رقم الحدیث ۱۴۱-۱۴۲)

''کون گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے غلطی سے ماشاء اللہ وشاء محمد کہہ دیا یعنی جو اللہ چاہے اور محمد چاہیں وہی ہوگا۔ اس پر اللہ کے نبی سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: اجعلتنی للّٰہ ندًا. کیا تو نے مجھے اللہ کا ساجھی بنا دیا قل ماشاء اللّٰہ وحدہ' کہہ جو اللہ واحد چاہے گا وہ ہوگا۔

وندے ماترم کا ترانہ

وندے ماترم کا ترانہ خالص مشرکانہ ہے۔ اسے مسلمانوں نے کبھی بھی قبول نہیں کیا۔ ایک مسلمان کا شرک وکفر سے سمجھوتے کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ مسلمانان ہند نے ہمیشہ ڈٹ کر وندے ماترم کی مخالفت کی ہے۔ اس ترانہ سے اسلامی عقیدہ پر ایسی ضرب پڑتی ہے کہ اس کے بعد ایک مسلمان کا مسلمان باقی رہنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں جے ماتا دی کا تصور یہیں سے ابھرا ہے اور اسی لیے وہ اپنی تقریبات میں اس کو اصل عنوان بناتے ہیں۔ ہندو دھرم کے عقیدے میں ماں باپ ہی نہیں بلکہ زمین بھی ماں اور معبود ہے، اسی لیے وہ بھارت کے ساتھ ماتا (ماں) کا لفظ بھی جوڑتے ہیں لیکن اسلام کی رو سے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ غیر اللہ کی عبادت جائز ہے، یہ شرک اکبر ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔

(۲) شرک اصغر: شرک اصغر جس سے بندہ ملت کے دائرہ سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن اس کی توحید میں کمی آجاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) شرک جلی (۲) شرک خفی۔

(۱) شرک جلی: یہ شرکیہ الفاظ واعمال ہوتے ہیں۔ شرکیہ الفاظ کی مثال غیر اللہ کی قسم کھانا وغیرہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من حلف لغیر اللّٰہ فقد کفر واشرک. (مسند احمد، ۶۹/۲)

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر اور شرک کیا۔''

اور فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

من كان حالفا فليحلف بالله او ليصمت.

(صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور، ۱۱/۶۴۹،رقم الحدیث ۶۶۴۶)

''جس کو قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔''

غیر اللہ کی قسم کھانی جائز نہیں مثلاً باپ کی قسم، نبی کی قسم، صحابہ کی قسم، امام کی قسم، ولی کی قسم، وغیرہ وغیرہ۔ علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ قسم صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات کی کھائی جائے گی اور غیر اللہ کی قسم کے عدم جواز پر اجماع امت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''غیر اللہ کی قسم کے عدم جواز پر اجماع ہے۔'' (تیسیر العزیز الحمید، ص:۵۹)

شرکیہ اعمال جیسے کڑے پہننا، دفع بلیات کے لیے دھاگہ باندھنا، نظر بد سے بچنے کے لیے تعویذ باندھنا وغیرہ ان اعمال کے ساتھ جب یہ عقیدہ ہو کہ ان سے مصائب اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں، بلائیں ٹلتی ہیں تو یہ شرک اصغر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو ان مقاصد کے ذرائع نہیں بنائے ہیں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود مصیبت دور کرتی ہیں تو یہ شرک اکبر ہے اس لیے کہ اس میں غیر اللہ کے ساتھ اس تعلق وربط کا اظہار ہو رہا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من علق تميمة فقد اشرك. (رواہ احمد ۴/۱۵۴-۱۵۶،صحیح الجامع ۶۲۷۰)

''جس نے تعویذ[1] لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

---

[1] اردو میں تعویذ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو باندھا یا لٹکایا جائے تاکہ امراض وآسیب نظر بد وغیرہ سے محفوظ رہے یا اس خیر وبرکت کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ عربی میں اس کو تمیمہ کہتے ہیں اور عربی میں تعویذ یا تعوذ کے معنی پناہ چاہنا۔ قرآن وحدیث میں تعویذ وتعوذ کے جو مشتقات وارد ہیں وہ پناہ چاہنے اور معوذتین وغیرہ پڑھنے کے معنی میں مستعمل ہیں نہ کہ تعویذ لٹکانے اور باندھنے وغیرہ کے معنی میں۔ اس لئے اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲) شرک خفی: شرک خفی یہ ارادوں ونیتوں کا شرک ہے جیسے ریا کاری، شہرت آوری وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ سے تقرب والے عمل اس لیے کیے جائیں تا کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ مثلاً کوئی شخص نماز اس لیے پڑھتا ہے یا صدقہ خیرات اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ ذکر واذکار اور تلاوت صرف اس لیے کرتا ہے کہ لوگ سنیں تو اس کی خوب تعریف کریں۔

امام ابن قیم الجوزیہؒ فرماتے ہیں:

''ارادہ اور نیتوں کا شرک تو ایسا بحر ذخار ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور بہت ہی کم لوگ اس سے بچ پاتے ہیں لہٰذا جس شخص نے اپنے عمل سے اللہ کی خوشنودی کے علاوہ دوسری چیز کی نیت کی اور غیر اللہ سے اس عمل کے جزا کی درخواست کی تو یہ نیت وارادہ کا شرک ہے۔'' (کتاب التوحید، ص ۳۱)

غرضیکہ کسی بھی عمل میں جب ریا کاری آجاتی ہے تو وہ عمل باطل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلاَ يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَداًo (الکھف: ۱۱۰)

''پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **أخوف ما اخاف عليكم الشرك الاصغر قالوا يارسول الله! ماالشرك الاصغر قال الرياء.** (مسند احمد، ۵/ ۴۲۸)

''تمہارے متعلق سب سے زیادہ ڈر مجھے شرک اصغر سے ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ریا کاری۔''

اور فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایھا الناس اتقوا ھٰذا الشرک فانه أخفی من دبیب النمل فقال له من شاء الله ان یقول و کیف نتقیه وھو اخفیٰ من دبیب النمل یارسول الله قال قولوا اللھم انا نعوذبک من ان نشرک بک شیئا نعلمه ونستغفرک لما لا نعلم. (مسند احمد، ۴/۴۰۳)

''لوگو! اس شرک (شرک اصغر) سے بچو اس لیے کہ یہ چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ ہلکا ہے۔ آپ سے حسب توفیق الٰہی ایک صاحب نے عرض کیا: حضور ﷺ جب یہ اتنا ہلکا ہے تو ہم اس سے کیسے بچیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم یوں کہا کرو: اے اللہ! ہم اس شرک سے تیری پناہ چاہتے ہیں جس کو ہم جانتے ہیں اور اس شرک سے بھی تیری مغفرت چاہتے ہیں جس کو ہم نہیں جانتے۔''

حدیث قدسی میں ہے:

قال الله یا ابن آدم لو اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لا تشرک بی شیئا لاتیتک بقرابھا مغفرة. (صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الذکر ۹/۱۶، رقم الحدیث ۲۲، جامع ترمذی کتاب الدعوات ۲/۱۹۳)

''اللہ تعالیٰ نے کہا: اے اولاد آدم اگر تو نے ساری زمین گناہوں سے بھر دی ہو مگر شرک پر تیری موت نہ آئی ہو تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کے برابر معافی کے ساتھ میں تجھ سے ملاقات کرے گا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۂ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص شرک اکبر و شرک اصغر سے بچ جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہے اور جو شخص شرک اکبر پر مرے اس کے لیے جہنم واجب ہے، اور جس شخص نے شرک اکبر سے اجتناب کیا لیکن شرک اصغر کا ارتکاب کیا مگر اس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو شرک اکبر سے محفوظ رہا لیکن شرک اصغر کا اتنی کثرت سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ارتکاب کیا کہ اس کے گناہوں کا پلہ بھاری ہوگا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ الغرض شرک اکبر وشرک اصغر کی بنیاد پر بندوں سے مواخذہ ہوگا البتہ شرک اصغر کم ہو اور اخلاص عمل زیادہ ہو تو ایسی صورت میں مواخذہ نہ ہوگا۔'' (تیسیر العزیز الحمید، ص۲۰-۲۱)

فساد عقیدہ کے شکار

مومن کا سرمایہ توحید ہے۔ توحید ہی نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا ہے، لیکن عصر حاضر کا مسلمان توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعت میں سر سے پیر تک ڈوبا ہوا ہے۔ اگر کسی کو شبہ ہو تو کسی مشہور مزار پر جا کر اور کسی عرس میں شریک ہو کر دیکھ لے یا ان عقائد یا ان خیالات کے سننے کی کوشش کرے، جو بکثرت عوام اور کہیں خواص نے اولیائے کرام و بزرگان دین کے متعلق قائم کر رکھے ہیں، اور سجدہ سے لے کر دعا و استعانت تک کون سا معاملہ ہے جو صرف اللہ کے ساتھ ہونا چاہیے، انھوں نے ان ہستیوں کے ساتھ روا نہیں رکھا ہے۔ یہ قبر غوث اعظم کی ہے جو مر جانے کے بعد بھی غوث ہیں، اور ملک الموت سے قبض کی ہوئی روحوں کا تھیلا چھین سکتے ہیں۔ یہ غریب نواز ہیں اور مرنے کے بعد بھی مٹھیاں بھر بھر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انسانیت اور اسلام کے یہ مدعی جوق در جوق قبروں پر جاتے ہیں ماتھے رکھتے ہیں ناک رگڑتے ہیں، اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی شریف النفس اور خود دار آدمی مخلوق کے سامنے نہیں کر سکتا۔ انسان کے پاس سب سے بڑی دولت اپنی انسانیت ہے۔ یہ جاتے ہیں اور اس متاع عزیز کو اینٹ کے چبوتروں پر بڑی بے دردی سے قربان کر آتے ہیں۔ شرک کا ایک خاص سبب کسی شخص یا کسی چیز کی حد سے بڑھ کر عزت اور تعظیم کرنا ہے۔ اسی ہلاکت آفریں مرض نے بہت سی قوموں اور امتوں کو ضلالت کی عمیق خندقوں میں ڈھکیل کر ہمیشہ کے لیے پامال کر دیا۔ اسی خوش اعتقادی نے گوتم بدھ کو اللہ کا مظہر بنایا، رام چندر اور کرشن کو خدائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درجہ دیا۔ ۲۳۰ بلکہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو دنیا کا منتظم مانا، تبت میں دلائی لامہ کو خالقیت کی مسند پر بٹھایا، مسیح ابن مریم کو اللہ کا بیٹا کہلایا اور خود جناب محمد ﷺ کے متعلق بھی کہنے والوں نے کہہ دیا: ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

العیاذ باللہ! حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق قرآن مجید میں بار بار تاکید ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ○ (الکھف: ۱۱۰)

''اے پیغمبر کہہ دو کہ میں تمہاری ہی طرح انسان ہوں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَراً رَّسُوْلاً○ (بنی اسرائیل: ۹۳)

''میں نہیں ہوں مگر انسان اور رسول۔''

اجمیر، کلیر، نظام الدین، دیوئی، کچھوچھا، بہرائچ، بریلی وغیرہ وغیرہ صدہا مشہور مقامات میں بزرگوں اور ولیوں کے مزارات پر جو کچھ ہوتا ہے اس کا یہاں کیا ذکر، ذرا اپنے آس پاس کے کسی چھوٹے موٹے مزار پر جہاں عرس ہوتا ہے جاکر دیکھیں کہ مسلمان کس طرح توحید جیسی بے بہا دولت کو اپنے ہاتھوں سے برباد کرتے ہیں۔ خانقاہی، سجادہ نشینی، پیری ومریدی، فقیری، درویشی کے کتنے ایسے حوض ہیں جن میں ان مسلمانوں کو غوطہ زن کیا جارہا ہے اور ان دامنوں سے چمٹ جانا کافی بتایا جارہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان خدارسیدہ لوگوں میں غیر معمولی طاقتیں ہوتی ہیں اور جزاوسزا میں ان کو دخل ہوتا ہے۔ خیر وشر کے وہ مالک ہوتے ہیں۔ آج مسلمانوں میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے افراد موجود ہیں جو اس قسم کے فاسد خیالات وعقائد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد آپ کی امت کے ولیوں، پیروں اور فقیروں کے متعلق رکھتے ہیں۔

اہل بدعت کا یہ مشہور شعر آپ نے بھی سنا ہوگا ؎

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا گیا ہے:

رد ہوگئی اس کی بلا جس نے عقیدت سے کہا
مشکل میں ہوں آجاؤ یا مولیٰ علی مشکل کشا

(میلاد اکبر، ص۸۹)

خواجہ معین الدین اجمیری کا نام تو آپ نے بھی سنا ہوگا، ذرا ان کے متعلق بھی سنئے:

میری بگڑی بنا دینا معین الدین اجمیری
میرے مخدوم ہو تم یا معین الدین اجمیری
زمین و آسماں تیرا مکین و مکاں تیرا
فلک پر دھوم ہے تیری معین الدین اجمیری

(حیات خواجہ اجمیری، ص۸۰)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تعریف میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کس کے آگے ہاتھ پھیلائے گدا — چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا
گر مصیبت میں کوئی چاہے مدد — دفع فرما دیں بلا احمد رضا
کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا — جو دیا تم نے دیا احمد رضا

دین و دنیا میں میرے بس آپ ہیں
میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت بریلوی، ص۴۶)

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی تاریخ میں جس قدر قومیں برباد ہوئی ہیں ان کی اصل خرابی شرک تھی اور آج مسلم قوم بھی شرک کی وجہ سے تباہی کے کگار پر پہنچ گئی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ○ (الروم: ۴۲)

”ان سے کہو کہ زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ تم سے پہلے کتنی ہی بستیاں تھیں جو تہس نہس کرڈالی گئیں ان کا جرم تو یہی تھا کہ ان کی اکثریت مشرک بن گئی تھی۔“

خلاصۂ کلام یہ کہ نجات صرف توحید کو اپنانے میں ہے۔ چاہے کوئی نبی زادہ ہو یا کسی ملک کا بادشاہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کا لڑکا قابیل، حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان، نوح علیہ السلام کی ازواج واعلہ واہلہ، مصر کا بادشاہ فرعون، موسیٰ علیہ السلام کے چچازاد بھائی قارون، رسول اللہ ﷺ کے چچا ابولہب ہاشمی، رسول اللہ ﷺ کی چچی اُمّ جمیل۔ ان سب کا جرم شرک ہی تھا اور اسی شرک کی بنا پر یہ لوگ جہنم کا ایندھن بنے۔

شخصیت پرستی

بدعات وخرافات کی جتنی کڑیاں ہیں کسی نہ کسی صورت میں ان کا سلسلہ کفار اور مشرکین کی تہذیب وتمدن اور رسوم باطلہ سے جاملتا ہے۔ ہمارے علماء جنہیں ورثۃ الانبیاء کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے ان کی اکثریت دعوت وتربیت کے بجائے راہ فرار اختیار کیے ہوئے ہے۔ ان کے درمیان طبقاتی، گروہی اور مسلکی کشمکش کا طوفان بپا ہے، ان کی ساری صلاحیتیں گروہ بندی کی نذر ہورہی ہیں اور انھوں نے تقلید جامد کو اپنا شعار بنالیا ہے۔

مشہور حنفی عالم ابوالحسن عبیداللہ الکرخی نے انتہائی جرأت وجسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا: **ان كل آية تخالف قول اصحابنا فانها تحمل على النسخ اوالترجيح والاولىٰ ان تحمل على التاويل من جهة التوفيق.**

(اصول الکرخی مع اصول البزدوی ۱/۳۷۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی منقول از اصلی اہل سنت ص: ۱۲۰)

”ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے نسخ یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور بہتر یہ ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے، تاکہ توافق ظاہر ہو جائے۔“

علامہ کرخی موصوف مزید فرماتے ہیں:

ان کل خبر یجیٔ بخلاف قول اصحابنا فانہ یحمل علیٰ النسخ او علیٰ انہ معارض بمثلہٖ. (اصول الکرخی مع اصول البزدوی، ص: ۳۷۳)

”ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب اصول کے قول کے خلاف ہو اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا یا سمجھا جائے گا کہ وہ معارض ہے اپنے ہم پلہ حدیث کے۔“ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

امام فخر الدین رازی اپنے استاد کا قول نقل کرتے ہیں:

قد شاھدت جماعة من مقلدة الفقھاء قرأت علیھم آیات کثیرة من کتاب اللہ فی بعض مسائل وکانت مذاھبھم بخلاف تلک الآیات فلم یقبلوا تلک الآیات ولم یلتفتوا الیھا، وبقوا ینظرون الیّ کا لمتعجب. یعنی کیف یمکن العمل بظواھر ھٰذہ الآیات مع ان الروایة عن سلفنا وردت علیٰ خلافھا ولو تاملت حق التامل وجدت ھذہ الداء ساریا فی عروق الاکثرین من ھذہٖ الدنیا. (تفسیر رازی، ۴/۴۳۶)

”میری نظر سے ایسے مقلدین گزرے ہیں جن کے سامنے ان کے مسلک کے خلاف میں نے قرآن مجید کی متعدد آیتیں پڑھ کر سنائیں انھوں نے آیات کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا، ان کی طرف التفات نہ کیا، الٹے حیرت سے میری طرف دیکھتے رہے کہ ان آیات قرآنی پر کیوں کر عمل ہوسکتا ہے جب کہ ہمارے اسلاف کا مسلک ان کے برخلاف ہے۔ (یہ قول نقل کرکے امام رازی خود فرماتے ہیں)۔ غور سے دیکھا جائے تو اکثر اہل دنیا اس بیماری میں نظر آئیں گے۔“

علامہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: (تنویر العینین بحوالہ الظفر المبین، ص۲۹)

ایک شخص معین کی تقلید کو لازم کرلینا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔ جب کہ ہم آسانی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان روایات کی طرف رجوع کر سکتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، اور صریحاً ایک امام کے اقوال کے خلاف ہیں۔ جس کی تقلید لازم کر لی گئی ہو اور اس کے بعد اگر کوئی شخص اس امام کے قول کو نہیں چھوڑتا تو پھر یہی کہا جائے گا کہ اس کے دل میں شرک گھسا ہوا ہے، جیسا کہ ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے:

اتیت النبیﷺ وفی عنقی صلیب من ذهب فقال یاعدی اطرح عنک هذا الوثن وسمعته یقراء فی سورة براۃ اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فقال اما انهم لم یکونوا یعبدونهم ولکنهم کانوا اذ حلّوا لهم شئیا استحلوه واذا حرموا علیهم شیئا حرموه. (سنن ترمذی مع تحفة الاحوذی أبواب التفسیر القرآن سورة برأت، ۴/۱۱۷)

''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس حال میں کہ میری گردن میں سونے کی صلیب تھی تو آپ نے فرمایا: اے عدی! اس بت کو اپنے سے دور کر دو اور میں نے آپ ﷺ کو سورہ برأت سے یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ''اتخذوا احبارہم'' الخ یعنی انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ یہود ونصاریٰ ان کی عبادت تو نہ کرتے تھے لیکن ان کے مولوی جن چیزوں کو حلال کر دیتے تھے، اسے حلال سمجھتے تھے اور جس کو حرام کر دیتے تھے یعنی جس چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا اس کی تحلیل میں اور جس کو حلال بنایا اس کی تحریم میں ان کی اتباع کرتے تھے۔''

(تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۳۴۸-۳۴۹)

جو لوگ صحیح احادیث مرفوعہ کی موجودگی میں اپنے مزعومہ اماموں کے اقوال کو مقدم رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کو ٹھکرا دیتے ہیں، ان کے متعلق سید العلماء جناب نواب صدیق حسن خاں رحمہٗ اللہ قنوجی ثم بھوپالی فرماتے ہیں:

تامل فی مقلدة المذاهب کیف اقروا علٰی انفسهم بتقلید الاموات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

من العلماء والاولياء واعترفوا بان فهم الكتاب والسنة كان خاصا لهم واستدلوا لاشراكهم فى الصلحاء بعبارات القوم ومكاشفات الشيوخ فى النوم ورجعوا كلام الامة والائمة علىٰ كلام اللّٰه تعالىٰ ورسوله علىٰ بصيرة منهم وعلى علم فماندرى ما عذرهم عن ذلك غداً يوم الحساب والكتاب وما ينجيهم من ذلك العذاب والعقاب. (الدین الخالص، ۱/۱۹۶)

''مذاہب معلومہ کے مقلدین میں غور کرو کہ علماء و اولیاء کو جو کہ دنیا سے رخصت ہو چکے، ان کی تقلید میں کس طرح گرفتار ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا ان ہی اماموں پر ختم ہو چکا، یہ خاص ان ہی کا کام تھا صلحاء کو عبادت الٰہی میں شریک کرنے کے لیے عبارات قوم کو کتر بیونت کر کے دلیل پکڑتے ہیں اور شیوخ کے مکاشفات سے جو ان کے خوابوں سے متعلق ہوتے ہیں اور امت و ائمہ کے کلام کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ روش صحیح نہیں ہے ہم نہیں جان سکتے کہ بروز قیامت اللہ کے سامنے یہ لوگ کیا عذر بیان کریں گے اور اس دن کے عذاب سے ان لوگوں کو کون سی چیز نجات دلا سکے گی۔'' سچ ہے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار — مت دیکھ کسی کا قول و کردار
جب اصل ملے تو نقل کیا ہے — یاں وہم و گماں کا دخل کیا ہے
صوفی و عالم و حاکم دینی — کرتے رہے اسی کی خوشہ چینی
بابا کے یہاں سے کون لایا — جس نے پایا یہاں سے پایا

مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

''مسلمانوں نے بھی مختلف اماموں اور مشائخ کو مستقل مطاع قرار دے کر عملاً خدائی مرتبہ پر پہنچا دیا ہے۔ قرآن مجید کی صحیح آیت کو، اپنے ضمیر کی صریح شہادت کو، کھلے ہوئے مشاہدہ کو، سب کو چھوڑ دیں گے لیکن اپنے شیخ کے قول کو نہ چھوڑیں گے۔'' (تفسیر ماجدی، ۲/۲۲۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بدعت کی حقیقت

بدعت کی لغوی تعریف

عربی زبان میں لفظ بدعت دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اولاً: وہ چیز جو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر ایجاد کی گئی ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ o (احقاف: ۹)

''میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جا چکے ہیں۔''

اسی لیے جو شخص کوئی ایسا کام کر بیٹھے جس کو اس سے قبل کسی نے نہ کیا ہو تو اس کے لیے عربی میں کہا جاتا ہے: ابدعها، ابتدعها.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَرَهْبَانِيَّةً ۨابْتَدَعُوْهَا o (الحديد: ۲۷)

''انھوں نے رہبانیت کو ایجاد کرڈالا جو پہلے سے موجود تھی۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے بدیع السموات والارض بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نمونہ سابقہ کے اس کائنات کا وجود بخشا ہے۔

ثانیاً: تھکاوٹ ومشقت۔ چنانچہ جب اونٹ کسی بیماری یا کمزوری وتھکاوٹ کی وجہ سے راستہ میں بیٹھ جائے تو اس موقع پر کہا جاتا ہے ''ابدعت الابل''. حقیقت میں ان دونوں معنوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ''ابدعت الابل'' کا معنی یہ ہوا کہ اس کو تھکاوٹ لاحق ہوئی جو پہلے نہ تھی چنانچہ ابن منظور (لسان العرب، ۸/۸) نے اس کی طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

كانه جعل انقطاعها عما كانت مستمرة عليها من عادة السير ابداعاً اى انشاء امر خارج عما اعتبد منها.

''یعنی اونٹ کا چلنے سے رک جانا جو اس کی عادت میں سے نہ تھی۔ اس کی عادت کے خلاف ایک انوکھی اور نئی چیز ہے۔''

حدیث میں ہے کہ **كيف اصنع بما ابدع عليّ منها.** (صحيح مسلم الحج ما يفعل بالهدى اذا عطب فى الطريق، ۱۸۶/۵، رقم الحديث ۳۷۷)

''میں ان ہدی کے جانوروں کے بارے میں کیا کروں جو چلنے سے عاجز آئیں۔''

اس لغوی تحقیق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بدعت، ابتداع سے اسم ہیئت ہے یعنی جو چیز کسی مثال سابق کے بغیر ایجاد کی گئی ہو۔ اس کا اطلاق خیر وشر دونوں پر ہوتا ہے لیکن عرف عام میں اکثر مذموم چیزوں کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

بدعت کی شرعی تعریف

علماء نے شرعی اعتبار سے اس بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں لیکن سب سے جامع اور واضح تعریف یہ ہے: جو چیز دین کے اندر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایجاد کی گئی ہو۔ اس کی صحت پر کوئی دلیل نہ تو کتاب اللہ سے اور نہ سنت سے ہو اور نہ ہی صحابہ نے اس کو کیا ہو۔

اس تعریف کی روشنی میں دنیاوی ایجادات مثلاً کار، جہاز، ٹیلیفون، وائرلیس، ریل گاڑی، بس اور جنگی ہتھیار وغیرہ بدعت سے خارج ہو جاتی ہیں، کیونکہ ان سے تقرب الی اللہ مقصود نہیں بلکہ لوگوں کے مصالح وضروریات کے تحت ان کو ایجاد کیا گیا ہے، لہٰذا اس طرح کی دنیاوی ایجادات فقہ کے احکام خمسہ: فرض، سنت، حرام، مکروہ اور مباح کے تحت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانچی جائیں گی اور ان پر یہ احکامات مبدأ و مثال کے اعتبار سے جاری کیے جائیں گے لیکن بدعت دینیہ پر یہ احکام جاری نہ ہوں گے کیونکہ اسلام میں اس بدعت کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم بالکل غلط ہے۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''دین میں نئی چیز کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے کسی بھی نمونہ کے بغیر اس کو عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کو ابتداع اور اس کے ایجاد کرنے والے کو مبتدع کہتے ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

الطريقة المخترعة في الدين تضاهي الشريعة يقصدبها التقرب الى الله ولم يقم على صحتها دليل شرعي صحيح اصلاً او وصفاً.

(كتاب الاعتصام للشاطبی، ۱/۳۷، مطبوعه دار المعرفة بيروت)

''دین میں ایجاد کردہ ایسا طریقہ جو شریعت کے متوازی ہو اور جس کا مقصد قرب الٰہی ہو۔ اصل اور وصف کے لحاظ سے اس کی صحت پر کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔''

امام شاطبی نے دین کی قید لگا کر ان تمام دنیاوی صنعتوں اور حرفتوں کو بدعت کی فہرست سے نکال دیا ہے جو دنیا اور اس میں بسنے والے لوگوں کی راحت کے لیے از حد ضروری ہیں۔

ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت عرباض بن ساریہ ؓ سے روایت ہے:

صلى بنا رسول الله ﷺ ذات يوم ثم اقبل علينا فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال قائل يا رسول الله ﷺ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كانها موعظة مودع فماذا تعهد علينا؟ قال اوصيكم بتقوى الله والسّمع والطاعة وان تامر عليكم عبد حبشي فانه من يعش منكم فسيرى اختلافاً كثيرا فعليكم بسنتي وسُنّة الخلفاء الراشدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ اياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة.

(سنن ابوداؤد كتاب السنة باب في لزوم السنة ۴/۱۲۰۱، جامع ترمذی أبواب العلم باب في الاخذ بالسنة واجتناب البدع ۲/۹۲، سنن ابن ماجه مقدمه باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين ۱/۱۵، الدارمي في مقدمه باب اتباع السنة، مسند احمد ۴/۱۲۶، الحاكم ۱/۹۶، وصححهٗ، وافقه الذهبي صححهٗ البانی)

''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہم کو نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں ایک بلیغ نصیحت فرمائی جس سے آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دل دہل اٹھے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ یہ الوداعی وعظ ہے، لہٰذا آپ ﷺ ہمیں کس بات کی تاکید فرمارہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور اس کی فرماں برداری کی وصیت کررہا ہوں اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر امیر کیوں نہ بن جائے اس کی اطاعت کرو تم میں جو لوگ زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات دیکھیں گے، لہٰذا تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ اس سنت پر تم مضبوطی سے کاربند رہنا اور دین میں نئی باتوں کے ایجاد کرنے سے بچتے رہنا کیونکہ دین میں ہر نئی ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله يخطب الناس على المنبر ويقول اما بعد فان اصدق الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوٰة والخطبة في الجمعة، ۳/۴۱۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

’’رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: حمد وصلاۃ کے بعد، سب سے سچی بات اللہ کی کتاب اور سب سے اچھا طریقہ طریقۂ محمدی ہے اور بدترین امور دین میں ایجاد کردہ چیزیں ہیں اور دین میں ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔‘‘

اور نسائی کی روایت میں اتنا اضافہ ہے:

وکل ضلالة فی النار. (سنن النسائی، کتاب العیدین، ٣/١٨٨)

’’اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔‘‘

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه فهو رد. (صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود وفی البیوع کتاب باب النجش وفی الاعتصام کتاب باب اذا اجتهد العامل او الحاکم فاخطا خلاف الرسول ﷺ من غیر علم فحکمه مردود ومسلم فی الآقضیة کتاب باب نقض الاحکام للباطلة ورد محدثات الامور وابوداؤد فی السنة کتاب باب لزوم السنة وابن ماجه فی المقدمة کتاب باب تعظیم حدیث رسول الله ﷺ ١٤)

’’جس نے میرے دین میں کوئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، وہ مردود ہے۔‘‘

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے:

من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد. (صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور ٦/٢٥٧، رقم الحدیث ١٨)

’’جس نے ایسا کوئی عمل کیا جس کے کرنے کا ہم نے حکم نہیں دیا ہے، وہ مردود ہے۔‘‘

حضرت عرباض بن ساریہ اور جابر بن عبداللہ کی حدیث میں **کل بدعة ضلالة** عموم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ’’کل‘‘ صیغہ عموم ہے جس کا کوئی مخصص نہیں ہے چنانچہ علامہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ جملہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے شریعت کا قاعدۂ کلیہ ہے، منطوق کے اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ یہ بدعت کے حکم میں ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، لہٰذا شرع میں سے نہیں، کیونکہ شرع کل کے کل ہدایت ہے۔ پس اگر یہ ثابت ہے کہ مذکورہ چیز بدعت کے حکم میں ہے تو مقدمے صحیح نہیں ہیں اور مطلوب ثابت ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہ ہر بدعت گمراہی ہے، بہت ہی جامع ترین کلمہ ہے جس سے کوئی بدعت نہیں نکل سکتی ہے۔ یہ دین کا بہت ہی بنیادی قاعدہ ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے قول کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد."

لہٰذا ہر نئی چیز جو دین کی طرف منسوب کی جائے گی اور دین میں اس کی کوئی اصل نہ ہوگی اس کی گمراہی وضلالت میں کوئی شک نہیں اور دین اس سے بری الذمہ ہے، چاہے اس میں اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری وباطنی اقوال واعمال۔ یہ بات واضح ہے کہ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم غلط ہے اور یہ تقسیم فی نفسہٖ بدعت ہے اور بدترین بدعت ہے۔

اب اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث میں آیا ہے:

فماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن وماراہ المسلمون سیئا فھو عند اللہ سئی. (فتح الباری، ۱۳/۳۱۶)

"جو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس کو مسلمان برا تصور کریں وہ اللہ کے نزدیک برا ہے۔"

یہ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے کہ جس کو کل بدعة ضلالة کے مقابلہ میں پیش کیا جاسکے۔ (الھیثمی فی مجمع الزوائد، ۱/۱۷۷، ۱۷۸)

بلکہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے جیسا کہ علامہ سخاوی (المقاصد الحسنۃ، ۹۵۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اور علامہ عجلونی (کشف الخفاء، ۲۲۱۵) نے وضاحت کی ہے اور علامہ البانی فرماتے ہیں:

لااصل له مرفوعا وانما ورد موقوفا عبد اللّٰه بن مسعود.

(الضعیفه للألبانی، ۵۳۳)

''مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں یہ صرف عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً مروی ہے۔''

المسلمون میں الف لام اگر استغراق کے لیے ہے یعنی مراد تمام مسلمان ہیں تو اجماع ہوا اور اجماع کے حجت میں کوئی کلام نہیں، اور اگر الف لام جنس کے لیے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کچھ لوگ اچھا سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ برا سمجھتے ہیں۔ اس طرح اس قبول سے استدلال کرنا غلط ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ بدعت کی مذمت میں تحریر فرماتے ہیں:

البدع کلها ینبغی ان تحسم ابوابها وتنکر علی المبتدعین بدعهم وان اعتقدوا انها الحق. (احیاء علوم الدین ۲/ ۲۸۷)

''تمام بدعتوں کے دروازوں کو بند اور بدعتیوں کی بدعت پر نکیر کرنا چاہیے خواہ وہ ان کے حق ہونے کا عقیدہ کیوں نہ رکھتے ہوں۔''

امام ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں کہ:

الکتب المشتملة علی الکذب والبدعة یجب اتلافها واعلامها وهی اولٰی بذلک من اتلاف الات اللّهو والمعازف واتلاف آنیة الخمر فان ضررها اعظم من هذه. (الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة، ص ۲۵۶)

''وہ کتابیں جو جھوٹ اور بدعت پر مشتمل ہوں ان کا ضائع اور تلف کرنا واجب ہے، لہو ولعب اور گانے بجانے کے آلات اور شراب کے برتن تلف کیے جانے سے ان کا ضائع کرنا زیادہ اہم ہے۔ اس لیے کہ ان کا نقصان ان سب چیزوں سے زیادہ ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک اہم انتباہ

بدعت حسنہ کے قائلین کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے علاوہ کوئی دلیل نہیں حضرت عمر کا یہ قول تراویح کے سلسلہ میں ہے آپ نے فرمایا: **نعمت البدعة هذه.** کیا ہی اچھی ہے یہ بدعت۔

بدعت حسنہ کے قائلین یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی چیزیں نئی پیدا کی گئی ہیں لیکن ہمارے اسلاف کرام نے اس کا انکار نہیں کیا ہے جیسے ایک کتاب میں قرآن کو جمع کرنا، حدیث کی تدوین وتحریر وغیرہ۔ اس طرح کے سوالات کا جواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں کی اصل شریعت میں موجود ہے لہٰذا یہ بدعت نہیں ہیں اور حضرت عمر کا قول بھی صحیح ہے یہاں پر انھوں نے بدعت کے لغوی معنی مراد لیے ہیں، شرعی معنی نہیں۔

لہٰذا جس بدعت کی شریعت میں گنجائش ہے، پھر اسے بدعت کہا جائے تو یہ سمجھئے کہ یہاں بدعت سے مراد بدعت لغوی ہے نہ کہ بدعت شرعی، اس لیے کہ شرعی بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو۔ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کی شریعت میں اصل موجود ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ خود قرآن مجید کو لکھ لینے کا مشورہ دیتے تھے، چونکہ قرآن مجید پہلے مختلف جگہوں میں متفرق ومنتشر تھا لہٰذا صحابہ کرام نے ایک جگہ جمع کر دیا، ایسا صرف اس کی حفاظت کے لیے کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے چند راتیں تراویح کی نماز پڑھی پھر چھوڑ دی اس ڈر سے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے بلکہ صحابہ کرام برابر اسے پڑھتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور آپؐ کے بعد بھی الگ الگ انداز میں پڑھتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب نے سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جس طرح سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے، لہٰذا یہ دین کے اندر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی بدعت نہیں ہے۔ تدوین حدیث کی بھی شریعت میں اصل موجود ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرام کی فرمائش پر بعض حدیثوں کے لکھنے کا حکم دے دیا تھا، اور جب آپ کا انتقال ہوا تو وہ اندیشہ بھی ختم ہو گیا جس کی وجہ سے حدیث کی تدوین ممنوع تھی یعنی قرآن اور حدیث باہم خلط ملط نہ ہو جائیں، چونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں قرآن مکمل ہو چکا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے حدیث کی تدوین کی اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے، آمین۔

ظہور بدعت کا وقت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

یہ معلوم ہونا چاہیے علوم وعبادات سے متعلق عام بدعتیں امت کے اندر خلفائے راشدین کے آخری دور ہی سے ظاہر ہونے لگی تھیں اور اس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہی دی تھی۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: **من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین.**

''تم میں سے جو باحیات ہوگا اسے بہت سارے اختلافات نظر آئیں گے لہٰذا ایسے وقت میں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت وطریقہ کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔''

امت میں پہلے پہل قدریہ، مرجیہ، شیعہ اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں، پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد امت میں تفرقہ پیدا ہوا تو حروریہ کی بدعت ظاہر ہوئی پھر صحابہ کرامؓ کے آخری عہد میں قدریہ کی بدعت ظاہر ہوئی پھر حضرت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، وجابرؓ وغیرہم کے آخری عہد میں مرجیہ کا ظہور ہوا اور جہاں تک جہمیہ کا تعلق ہے تو وہ تابعین کے آخری عہد میں نمایاں ہوئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۂ اللہ نے ان لوگوں کو خبردار کیا تھا، اور جہم کا ظہور خراسان میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں ظاہر ہوگئی تھیں جب کہ صحابہ کرام موجود تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اس طرح کی بدعتوں کی مخالفت کی تھی پھر بعد میں معتزلہ کی بدعت سامنے آئی اور مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا دور شروع ہوگیا۔ پھر لوگوں میں اختلاف آراء اور بدعت وخواہشات کی طرف میلان و جھکاؤ کا ظہور ہوا پھر تصوف کی بدعت، قبروں کو پختہ بنانے کی بدعت سامنے آئی اور اسی طرح جوں جوں زمانہ گزرتا گیا نئی نئی بدعتیں سامنے آتی گئیں اور اس کی شاخیں پھیلتی رہیں۔

(کتاب التوحید از ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان، ص:۱۹۳)

ظہور بدعت کی جگہ

بدعت کے ظہور کے معاملہ میں مختلف ممالک وشہر مختلف حالات سے گزرے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وہ بڑے شہر جہاں صحابہ کرامؓ نے سکونت اختیار کی اور جہاں سے علم وایمان کے چشمے پھوٹے پانچ ہیں: حرمین شریفین، عراقین (کوفہ وبصرہ) اور شام انہی پانچ شہروں سے قرآن وحدیث اور فقہ اور ان کے علاوہ اسلام کے دیگر امور کی نشر واشاعت ہوئی، اور مدینہ منورہ کو چھوڑ کر انہی شہروں سے اصولی بدعتیں بھی نکلی ہیں۔ کوفہ سے تشیع وارجاء کی بدعت نکلی اور وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلی۔ شہر بصرہ سے قدریہ، اعتزال اور فاسد طریقہ عبادت کی بدعتیں ظاہر ہوئیں اور وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلیں۔ جہمیہ کی بدعت خراسان سے نکلی۔ بدعت کا ظہور عموماً ان شہروں میں زیادہ ہوا جو مدینہ منورہ سے زیادہ دور تھے خاص طور پر حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جب حروریہ فرقہ وجود میں آیا تو بدعت کا بازار بہت گرم ہوا اور جہاں تک مدینہ منورہ کی بات ہے تو یہ شہر بدعات وخرافات سے پاک رہا۔ اگر کسی نے بدعت پھیلانے کی کوشش بھی کی تو وہ ذلیل وخوار ہوا۔ قدریہ و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرجیہ فرقوں نے اپنے دور میں اس کی کوشش بھی کی لیکن وہ مغلوب و مقہور ہوئے۔ برخلاف دوسرے شہروں کے جہاں بدعتیوں اور خرافاتیوں کی بڑی پذیرائی ہوئی۔کوفہ میں تشیع وارجاء پھیلا، بصرہ میں اعتزال وتنسک خوب چمکا،شام میں ناصبہ کا دور دورہ رہا۔ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

''دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔''

اسی کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ ہمیشہ سے امام مالک رحمہٗ اللہ کے عہد تک (جو دوسری صدی کے عالم تھے) علم وایمان کا گہوارہ رہا۔ ابتدائی تین صدیوں میں جو اسلام کے افضل ترین ادوار ہیں، مدینہ منورہ میں دوسرے شہروں کی طرح کوئی ظاہری بدعت ظاہر نہیں ہوئی اور نہ ہی اصول دین سے متعلق کوئی بدعت سامنے آئی۔ (کتاب التوحید،ص ۱۹۵)

اسلام ایک مکمل دین

ہر مسلمان کے لیے یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ دین اسلام ایک مکمل دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مکمل شکل میں نازل فرمایا اور اس کی تکمیل رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہوچکی ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے شریعت اسلامی کو اپنی حقیقی شکل اور اصلی حالت میں رکھنے کی پوری کوشش فرمائی۔ آپ ﷺ نے اپنے جانشینوں کو شرک و بدعت سے بچنے اور سنت کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی، کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے تمام دوسری شریعتوں اور مذاہب کا عبرت ناک انجام تھا۔ یہودیت اور عیسائیت مسخ شدہ اور محرف شکل میں موجود تھیں۔ ہر مسلمان کے لیے یہ عقیدہ رکھنا لازمی ہے کہ دین اسلام ایک مکمل دین ہے اور اس کی تکمیل اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہوچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا٥ (المائدہ:۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند فرما لیا۔“

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

من زعم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتم شيئا من كتاب الله فقد اعظم على الله الفرية. (صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب معنى قول الله تعالىٰ عزوجل ولقد راه نزلة اخرىٰ، ۲/۸، رقم الحديث ۲۸۷)

”جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپا لی ہے، امت کو اس سے آگاہ نہیں کیا تو اس نے محمد ﷺ پر بہت بڑا الزام لگایا۔“

اور فرمایا:

انى تركتكم على مثل البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدى الا هالك. (سنن ابن ماجه كتاب المقدمة باب سنة الخلفاء الراشدين ۱/۱۶، رقم الحديث ۴۳، واحمد ۴/۱۲۶، وابن ابى عاصم فى السنة ۴۸-۴۹، والحاكم ۱/۹۶، وصححهٗ البانى فى تخريج السنة)

”میں نے تم کو ایک روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے۔ میرے بعد جو اس سے ہٹے گا ہلاک ہوگا۔“

اسلام کی جامعیت وکاملیت ایسی زندہ حقیقت ہے جس کی شہادت اعدائے اسلام نے بھی دی ہے، چنانچہ بعض یہود نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا:

لقد علمكم نبيكم صلى الله عليه وسلم كل شئى حتى الخراة فقال اجل لَقد نهانا ان نستقبل القبلة بغائط أو بول أو نستنجى باليمين وان نستنجى باقل من ثلاثة احجار او نستنجى برجيع او عظم. (صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الاستطابة ۵۷. ابو داؤد، كتاب الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عند قضاء الحاجة ۷. الترمذی، کتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالحجارة ۱۶. النسائی، کتاب الطهارة، باب النهی عن الاکتفاء فی الاستطابة باقل من ثلاثة احجار ۴۱. ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالحجارة، احمد ۵/ ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹)

''تمہارے نبی ﷺ تو تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں یہاں تک کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی۔ حضرت سلمان نے فرمایا: ہاں آپ ﷺ نے ہمیں پیشاب و پائخانہ کے وقت قبلہ رخ ہونے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، تین پتھر سے کم میں استنجاء کرنے اور لید و ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

تبلیغ رسالت پر الزام

تشریع اور قانون سازی کا حق صرف رب العالمین کا ہے، کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔ اگر اسلام میں اضافہ جائز ہوتا تو کمی بھی جائز قرار پاتی، رسول اللہ ﷺ نے دین میں اضافہ کرنے کو منع کیا ہے۔

اذا حدثتکم حدیثا فلا تزیدن علیه.

(احمد، ۵/ ۱۱۵، عن سمرة سلسلة الاحادیث الصحیحة، ۳۴۶)

''جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو اس میں اضافہ نہ کرو۔''

اور فرمایا: **فمن رغب عن سنتی فلیس منی.** (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۹/ ۱۲۹، رقم الحدیث: ۵۰۶۳، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، ۵/ ۱۸۶، رقم الحدیث: ۵)

''جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔''

شریعت مکمل ہو چکی ہے، جس کا تعین ہونا تھا اس کا تعین ہو گیا، ایک انسان کی نجات کے لیے جتنے اعمال ضروری ہیں اور تقرب الی اللہ کے لیے جتنے وسائل تھے ان سب کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کردی، دین کی ٹکسال بند کردی گئی اور جو نیا سکہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا وہ جعلی ہوگا۔ یہ تمام حقائق بدعت میں نظر انداز کردیے گئے ہیں۔ یہ بات بھی تکمیل نعمت کے خلاف ہے کہ دین وشریعت کا ایک بڑا حصہ مشتبہ اور غیر متعین چھوڑ دیا جائے اور صدیوں تک مسلمان اس کی دریافت سے غافل اور اس کے ثواب سے محروم رہیں خصوصاً خیر القرون کے وہ لوگ جو اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ کے مخاطب اوّل تھے اور پھر صدیوں کے بعد اس کا انکشاف اور تعین ہوا۔ اس شریعت میں جو شخص بھی نیا اضافہ کرتا ہے اور کسی خارج از دین بات کو دین کا جزو قرار دیتا ہے، کسی ایسی چیز کا اہتمام کرتا ہے جس کا اللہ کے رسول ﷺ نے اہتمام نہیں کیا یا تقرب الی اللہ کے کسی نئے ذریعہ کا انکشاف کرتا ہے وہ گویا زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ دین میں یہ کمی رہ گئی تھی اس کو اب پورا کیا جارہا ہے۔

یہ آنحضرت ﷺ کی تبلیغ رسالت پر بڑا الزام ہے جن کو حکم تھا:

يَـاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ۝ (المائدة: ٦٧، فتح الباری ١٣/٦١٦)

”اے پیغمبر جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔“

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے حلال وحرام، خون وعزت کی حرمت، اللہ کے مامورات ومنہیات و دیگر شرائع اسلام کو بیان کرنے کے بعد کہا: هَلْ بَلَّغْتُ؟ یعنی کیا میں نے اسلام کے احکام کو پہنچادیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ہاتھ کو آسمان کی جانب اٹھایا اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ. یعنی اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اسلام مکمل ہو چکا ہے اور آپ ؐ نے اس کو لوگوں تک پہنچادیا ہے اور تکمیل تبلیغ پر اللہ کو گواہ بنایا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة او استحسن فی الدین شیئاً لم یکن فقد زعم ان محمداً خان الرسالة لان الله یقول "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" فما لم یکن فی عهده دینا لا یکون دینا. (الاعتصام للشاطبی ۱/۴۹)

"جس نے اسلام میں کسی بدعت کو اچھا سمجھتے ہوئے ایجاد کیا یا دین میں کسی ایسی چیز کو اچھا سمجھا جو اس میں نہیں تو وہ اس زعم میں مبتلا ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند فرمایا ہے تو جو چیز آپ کے دور میں دین نہ ہو آج دین نہیں ہو سکتی۔"

بدعتی کی تکریم

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام. (رواه البیهقی فی شعب الایمان مرسلاً بحواله مشکوٰة المصابیح ۱/۵۵، رقم الحدیث ۱۸۹)

"جس نے کسی بدعتی کا احترام کیا اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔"

بدعتی کی تکریم پر مواخذۂ اخروی کا خوف

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ مشہور جلیل القدر تابعی سلمان تیمی اپنے مرض الموت میں رونے لگے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا: فرمایا کہ موت کے خوف سے نہیں رو رہا ہوں موت تو برحق ہے آج نہیں تو کل موت آنی ہی ہے۔ الحمدللہ میں نے پوری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا ہے صرف ایک غلطی مجھ سے سرزد ہوئی ہے، وہی یاد آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مجھ سے سوال کرے گا تو کیا جواب دوں گا۔ لوگوں نے پوچھا آخر غلطی کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ایک بار ایک بدعتی کو راستہ میں سامنا ہو جانے کے سبب سلام کیا تھا، چونکہ بدعتی کی تکریم شرعاً ممنوع ہے۔ اس لیے اس غلطی اور اس کے بارے میں باز پرس کے خیال سے سخت نادم ہوں اور قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں کو سوچ کر مجھ پر بے اختیار گریہ وزاری طاری ہے۔ (ماہنامہ محدث بنارس، جولائی ۱۹۹۴ء)

مولانا سید عبدالحیٔ حسنی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب 'نزھة الخواطر' میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ قاضی ضیاء الدین سنامی اور حضرت نظام الدین اولیاء میں بڑی گہری دوستی تھی، دونوں کا قیام دہلی میں تھا۔ قاضی صاحب ایک دفعہ بہت سخت بیمار ہوئے، بچنے کی امید نہ رہی۔ حضرت نظام الدین اولیاء ان کی تیمارداری کے لیے گئے۔ قاضی صاحب کو اپنی آمد و ارادہ کی اطلاع دی تو قاضی صاحب نے حضرت نظام الدین اولیاء کو تیمارداری کی اجازت نہ دی اور ان سے ملنا پسند نہیں فرمایا۔ انھوں نے سبب دریافت کیا تو کہلا بھیجا کہ وہ سماع، مزامیر اور قوالی کو جائز سمجھتے ہیں اور ایسی مجلسوں میں شرکت کو درست قرار دیتے ہیں جہاں کتاب وسنت کے خلاف باتیں کی جاتی ہیں اور میں مرتے وقت ایک بدعتی سے ملاقات و تکریم کا برتاؤ کر کے مواخذۂ اخروی سے ڈرتا ہوں، اس لیے ان سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔ حضرت نظام الدین صاحب نے قاضی صاحب کو یہ اطلاع دی کہ میں نے اس سے توبہ کر لی ہے اور اب اس کا قائل نہیں ہوں جب قاضی صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو بہت زیادہ خوش ہوئے اور اپنا عمامہ قاصد کو دیا اور کہا: یہ عمامہ میرے دوست نظام الدین اولیاء کے راستے میں بچھا دو اور ان سے کہو وہ اس پر چل کر تشریف لائیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے عمامہ اٹھایا، قاضی صاحب سے ملے اور دونوں دوست بڑی رقت کے ساتھ رونے لگے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بدعتی کا انجام

بدعتی کا کوئی بھی عمل اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہوتا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلوٰة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهاداً ولا صرفاً ولا عدلاً يخرج من الاسلام كما تخرج الشعرة من العجين. (سنن ابن ماجه، مقدمه باب اجتناب البدع والجدل ۱/۹،رقم الحديث ۴۹)

''اللہ تعالیٰ نہ تو بدعتی کا روزہ قبول کرے گا نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل اور گوندھے ہوئے آٹے سے جس طرح بال صاف نکل آتا ہے اسی طرح بدعتی دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔''

ارشاد نبوی ہے:

ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يدع بدعتهٗ.

(الطبرانی وبیهقی فیض القدیر، ۲/۲۰۰)

''اللہ تعالیٰ بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا جب تک کہ بدعت سے باز نہ آجائے۔''

حوض کوثر سے محرومی

ہمارے نبی ﷺ کو قیامت کے دن کے لیے ایک حوض عطا کیا گیا ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور ستاروں کی گنتی کے برابر اس میں آبخورے ہیں جسے اس حوض سے ایک گھونٹ پانی میسر ہو جائے گا، اسے پھر کبھی پیاس نہ محسوس ہوگی۔ (صحیح البخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض ۱۱/۴۰۹ تا ۴۱۲، وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته. ۲۲۹۲)

بدعتی بروز قیامت آب کوثر سے محروم رہیں گے بروز محشر رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لوگوں کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے، وہاں کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے درمیان پردہ حائل کردیا جائے گا تو آپ ﷺ فرمائیں گے: اِنَّهُمْ مِنِّیْ. یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ فیقال، پھر کہا جائے گا: انّک لاتَدْرِیْ مَا أحدثوا بعدک. آپ کو معلوم نہیں آپ کے بعد انھوں نے دین میں کیا کیا بدعتیں پیدا کیں، پھر رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے:

سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ. (صحیح بخاری کتاب الفتن باب ماجاء فی قول الله تعالیٰ وَاتَّقُوْ فِتْنَةً لَاتُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۴/۱۳،رقم الحدیث ۷۰۵۰، ۷۰۵۱۔صحیح مسلم کتاب الطهارة باب استحباب اطالة الغرة ۲/ ۱۳۷، ۱۳۸،رقم الحدیث: ۳۹.)

''دوری ہو، دوری ہو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔''

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بدعتی لوگ حوض کوثر سے پانی نہ پی سکیں گے اور نہ ہی ان کو آپ کی شفاعت نصیب ہوگی، بلکہ ان کے لیے پھٹکار اور ہلاکت ہوگی نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ دنیا سے رحلت کر جانے کے بعد اپنی امت کے حالات سے بے خبر ہیں۔ بدعتی کو اپنی بدعت اور قیامت تک اس پر عمل پیرا ہونے والوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ارشاد باری ہے:

لِيَحْمِلُوْآ اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۝ (النحل: ۲۵)

''تاکہ قیامت کے دن اپنا پورا بوجھ اور ان لوگوں کا کچھ بوجھ، جن کو جہالت کے سبب گمراہ کرتے تھے، برداشت کریں۔''

سنت کا تقاضا یہ ہے کہ اہل بدعت سے اجتناب کیا جائے، ان سے مفارقت اختیار کی جائے، امور دین میں ان سے جنگ وجدل نہ کیا جائے، ان کی برائیوں سے دور رہا جائے، بدعت کے احیاء سے سنت مٹتی ہے اور بدعتی کے نزدیک سنت ناپسندیدہ چیز بن جاتی ہے۔ دین کے اندر ایجاد کیا گیا ہر نیا کام بدعت ہے اسلام اور سنت کے علاوہ دیگر ناموں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرف منسوب ہونے والا شخص بدعتی ہے۔ مثلاً رافضہ[۱]، جہمیہ[۲]، خوارج[۳]، قدریہ[۴]، مرجئہ[۵]، معتزلہ[۶]، کرامیہ[۷] اور کلابیہ[۸] وغیرہ یہ سب کے سب گمراہ اور بدعتی فرقے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے ہم کو بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیں بدعات وفتن سے محفوظ رکھے۔ اسلام اور سنت پر زندہ رکھے، دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے والوں میں شامل فرمائے اور مرنے کے بعد اپنے فضل وکرم سے انھیں کے زمرہ میں اٹھائے، آمین۔

---

۱ رافضہ کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ آپ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے اپنی برأت کا اعلان کر دیجئے تاکہ ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں۔ زید بن علی نے کہا کہ نہیں بلکہ میں ان دونوں سے محبت وعقیدت رکھتا ہوں اور ان سے برأت ظاہر کرنے والوں سے اپنی برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اذا نرفضک پھر تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے، چنانچہ انہوں نے زید بن علی کو چھوڑ دیا اور ان کی حمایت سے دستبردار ہو گئے اور رافضہ (چھوڑ دینے والے) کہلائے۔

۲ جہمیہ: جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے اور یہی اصل فرقہ جبریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفات کی نفی کرنے میں معتزلہ کے ساتھ ہیں لیکن بعض دیگر صفات کا بھی انھوں نے انکار کیا ہے۔

۳ خوارج: وہ فرقہ ہے جو برسر اقتدار مسلم ائمہ کی اطاعت سے انکار کرتا ہے۔ اس فرقہ کی ابتدا وہاں سے شروع ہوئی ہے جب انہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی۔

۴ قدریہ: اس فرقہ کو قدریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ فرقہ بندوں کے افعال کو خود ان کی قدرت کی جانب منسوب کرتا ہے اور اللہ کی تقدیر کا انکار کرتا ہے جس کے نتیجے میں غیر اللہ بندوں کے افعال کا خالق قرار پاتا ہے۔

۵ مرجئہ: مرجئہ کے کئی گروہ ہیں، ان میں سے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان دہ نہیں جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اطاعت فائدہ بخش نہیں۔ اس جگہ مرجئہ کا یہی گروہ مراد ہے۔

۶ معتزلہ: معتزلہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ایک فریق میں سے پیدا ہوا جس نے سیاست سے علیحدگی اختیار کی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ واصل بن عطا کی زیر قیادت اس فرقہ نے حسن بصری کی مجلس سے علیحدگی اختیار کی تھی اس لیے معتزلہ (علیحدگی اختیار کرنے والے) کہلائے۔ معتزلہ بے شمار باطل افکار وعقائد رکھتے ہیں۔

۷ کرامیہ: ابوعبداللہ محمد بن کرام کے پیروکاروں کو کرامیہ کہا جاتا ہے۔ یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کو ثابت مانتا ہے لیکن اس طرح کہ اس سے اللہ کے لیے جسم ہونا اور مخلوق سے مشابہ ہونا لازم آتا ہے۔

۸ کلابیہ: یہ فرقہ عبداللہ بن سعید بن کلاب بصری کی طرف منسوب ہے۔ ابن کلاب بصری متکلمین میں سے تھا اور فرقہ کلامیہ کا امام تھا۔ اس کے اور معتزلہ کے درمیان بڑے مناظرے ہوئے معتزلہ کی طرح یہ فرقہ بھی بے شمار باطل عقائد وافکار رکھتا ہے۔

۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موضوع اور ضعیف حدیثوں کا چلن

موضوع[1] اور ضعیف حدیثوں کے چلن نے حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کر دیا ہے۔ کتنی بدعتیں ہیں جو اسی راہ سے دین میں داخل ہوئی ہیں۔ کتنے فرقے ہیں جنہوں نے ایسی ہی حدیثوں کا سہارا لیا ہے اور کتنا بڑا فساد ہے جو ان روایتوں کی وجہ سے ملت کے اندر پیدا ہو گیا ہے۔ موضوع اور ضعیف روایتوں کو بیان کرنے میں نہ واعظوں کو تامل ہوتا ہے اور نہ ان لوگوں کو جن پر علم دین پھیلانے کی ذمہ داری ہے، خواہ کوئی حدیث اسناد کے لحاظ سے کتنی ہی کمزور یا گڑھی ہی کیوں نہ ہو۔ قرون اولیٰ میں جب مفاد پرستوں اور فتنہ پردازوں نے حدیثیں وضع کرنا شروع کیں تو محدثین کرام نے اس کی حفاظت کے لیے ایسی تدبیریں اختیار کیں، جس کی نظیر تاریخ عالم وتاریخ ادیان میں ناپید ہے، چنانچہ انھوں نے سب سے پہلے حالات و وقت کے تقاضے کے مطابق تثبت واحتیاط کے ساتھ حفظ کو ترجیح دیا، پھر احادیث کو تحریر میں لا کر جملہ رخنہ اندازیوں سے پاک کیا۔ عمل تبلیغ کے ذریعہ اس کو عام کیا۔ اس کی حفاظت کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دیں اور جملہ مشقتوں کو برداشت کیا۔ دل و دماغ اور بصیرت کی پوری قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسے علوم وفنون

---

[1] موضوع اس روایت کو کہتے ہیں جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس سے جان بوجھ کر کوئی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کر دینی ثابت ہو۔ ایسے راوی کی تمام روایتیں محدثین کی اصطلاح میں موضوع کہی جاتی ہیں اور وہ قابل قبول نہیں ہوتیں ان کا شمار مردود روایات میں ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالخصوص فن اسماء رجال مرتب فرمایا اور ایسے قواعد وضوابط وضع کیے، جس کو دیکھ کر آج کا یورپ بھی انگشت بدنداں ہے۔ اس کی حقانیت وصداقت، صلابت اور پختگی کے اعتراف کرنے پر مجبور ہی نہیں بلکہ اسی کا خوشہ چیں ہے۔

مولانا حالی رحمۃ اللہ نے اس کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

گروہ[1] ایک جویا تھا علم نبی کا لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح[2] وتعدیل کے وضع قانون نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو اسی شوق میں طے کیا بحرو بر کو
سنا خازن علم و دین جس بشر کو لیا اس سے جاکر خبر اور اثر کو
پھر اس کو ہے پرکھا کسوٹی پر رکھ کر دیا اور کو خود مزہ اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا مناقب[3] کو چھانا مثالب[4] کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم و رع ہر مقدس کو توڑا نہ مُلّا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
رجال[5] اور اسانید کے ہیں جو دفتر گواہ ان کی آزادگی کے ہیں اکثر
لبرٹی[6] میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

---

[1] اس گروہ سے مراد محدثین کرام ہیں۔

[2] علم جرح وتعدیل ایسا علم ہے جس میں راویوں کے جرح وتعدیل کے سلسلے میں مخصوص کلمات کے ذریعہ بحث کی جاتی ہے اور ان کلمات کے مراتب کو معلوم کیا جاتا ہے۔ جرح وتعدیل ایک دینی ضرورت ہے۔ جس کا مقصد شریعت کی حفاظت ہے۔ کسی پر عیب لگانا، یا غیبت کرنا نہیں ہے، اس طرح حدیث رسول کی معرفت کے لیے راویوں پر جرح وتعدیل کی جاتی ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسباب وضع حدیث

حدیث گھڑنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں جس میں سے کچھ یہ ہیں: اللہ سے قربت چاہنا۔ کچھ بزرگان دین فضائل اعمال وفضائح سیئات وغیرہ میں حدیثیں وضع کرتے تھے اور اس طرح سے لوگوں کو اچھے کاموں کی رغبت دلاتے اور برے کاموں سے ڈراتے تھے اور اس کو کار خیر تصور کرتے تھے۔ چونکہ یہ انتہائی بزرگ ومتقی ہوتے تھے اس لیے عوام میں ان کی گھڑی ہوئی حدیثوں نے جگہ بنا لیا۔ بہت سے متعصبین مذاہب نے اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لیے احادیث وضع کی ہیں، خاص طور سے شیعان علی کا اس میں بڑا حصہ رہا ہے۔ قوم زنادقہ نے دین اسلام کو مطعون ورسوا کرنے کے لیے بہت سی حدیثیں گھڑی ہیں خاص طور سے وہ حدیثیں جو خلاف عقل اور سطحی ہوں۔

بہت سے لوگوں نے مطلب برآری کے لیے حدیثیں گھڑی ہیں۔ مثلاً بادشاہوں سے قربت، روزی روٹی میں اضافہ، شہرت طلبی وغیرہ اگر کوئی حدیث فی الواقع رسول کا قول یا فعل نہیں ہے تو وہ ایک جھوٹ ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

---

۳ مناقب کے معنی خوبیاں۔

۴ مثالب کے معنی برائیاں۔

۵ اسماء رجال ایسے علم کا نام ہے جس سے رجال حدیث (صحابہ تابعین وغیرہ) کی عام معرفت حاصل ہوتی ہے، مثلاً راویوں کے وطن، قبائل، نسبت، نام ونسب اسماء، القاب، تاریخ وفات وغیرہ نہایت صحت سے لکھنا اور اسانید کی وہ کتابیں ہیں جن میں ایک حدیث مع اس کے کل راویوں کے نام بنام لکھی گئی ہو، جیسے بخاری ومسلم وغیرہ۔ ڈاکٹر اسپرنگ نے لکھا ہے کہ علم رجال میں مسلمان جتنا فخر کریں بجا ہے۔ نہ ایسی قوم گذری اور نہ اب ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو برس تک علماء کے حالات زندگی لکھے ہوں۔ ہم کو پانچ لاکھ عالموں کا تذکرہ ان کتابوں سے مل سکتا ہے۔

۶ لبرٹی انگریزی میں آزادی اور لبرل آزاد کو کہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار. (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبی ﷺ، ۱/۲۶۷، رقم الحدیث ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب التثبت في الحديث ۹/۳۶۵، رقم الحدیث: ۷۲)

''جس نے میری طرف جان بوجھ کر جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

یہ حدیث صحاح ستہ کے علاوہ تقریباً دو درجن مسانید میں نقل کی گئی ہے۔ اسفرائنی کا قول ہے کہ دنیا میں اس حدیث کے سوا کوئی دوسری حدیث نہیں ہے جس کی روایت میں عشرہ مبشرہ شامل ہوں۔ علامہ سیوطی نے ''تحذیر'' میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ تقریباً ۹۱ صحابیوں کی روایت کا استقصاء کیا ہے۔ المقاصد الحسنه میں تقریباً پونے دوسو صحابیوں سے اس روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ وضع حدیث کبیرہ گناہ ہے، اسی لیے صحابہ کرام، تابعین عظام، سلف صالحین اس وعید کی بنا پر روایات حدیث میں بے حد احتیاط برتتے تھے۔

امام شافعیؒ، امام حاکمؒ، امام طحاوی نے موضوعات کے بیان کرنے والے کو وعید نبوی میں داخل بتلایا ہے۔ ابن الصلاح نے علوم الحدیث میں، امام نووی نے تقریب اور ارشاد میں، ابن جماعہ نے المنهل الراوی میں، طیبی نے الخلاصہ میں، علامہ ابن حجر نے شرح النخبه میں، امام ابن جوزی نے موضوعات میں، دارقطنی نے کتاب الضعفاء والمتروکین میں موضوع حدیث بیان کرنے کو حرام بتلایا ہے۔

دارقطنی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کا حکم دیا ہے لیکن آپ ﷺ کی طرف جھوٹ کا انتساب کرنے پر شدید وعید ہے۔ یہ وعید اس بات کی دلیل ہے کہ صحیح حدیث کی تبلیغ کا حکم ہے، باطل کی تبلیغ کا نہیں۔

اس سخت وعید اور تنبیہ کے باوجود بکثرت احادیث گڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردی گئیں ایسی حدیثوں کو موضوع کہا جاتا ہے۔ ان کو گڑھنے والے بدنیت لوگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی رہے ہیں اور نیک نیت لوگ بھی چنانچہ دین کے دشمنوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر امت کے اندر فتنہ پیدا کرنے کے لیے حدیثیں گڑھیں۔ بادشاہوں کو خوش کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا جاتا رہا، اور ترغیب و ترہیب یعنی اچھے عمل کی رغبت دلانے اور گناہوں سے ڈرانے کے لیے بھی احادیث وضع کی گئیں۔ نیک نیتی کے ساتھ حدیثیں گڑھنے کا کام بعض زاہدوں اور صوفیوں کے ذریعہ بھی انجام پایا۔ بعض فتنہ پردازوں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ انھوں نے حدیثیں گھڑی ہیں۔ مثال کے طور پر مہدی عباسی کے عہد خلافت میں عبدالکریم بن ابی العرجاء کو قتل کے لیے لایا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں گھڑی ہیں۔ ایک شخص ابوعصمہ نوح بن ابی مریم تھا جس نے قرآن مجید کی ہر سورہ کی فضیلت میں حدیثیں گڑھیں اور بعد میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کی دلچسپی ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی مغازی کی طرف بڑھ گئی ہے اور قرآن مجید کی طرف سے توجہ ہٹتی جارہی ہے تو میں نے کار ثواب سمجھ کر یہ حدیثیں گڑھ لیں۔ (کتاب الموضوعات ابن الجوزی، ص ۱۴)

وہب بن منبہ جو یہودی تھے اور بعد میں مسلمان ہوگئے تھے، فضائل اعمال کے بارے میں حدیثیں وضع کرتے تھے۔ (مقدمہ از عبدالرحمٰن بن عثمان بر کتاب الموضوعات، ص ۸)

ابوداؤد نخعی نہایت بزرگ اور عبادت گزار تھے۔ رات میں طویل قیام کرتے اور دن میں اکثر روزہ رکھتے، ساتھ ہی حدیثیں گڑھنے کا کام بھی کرتے۔ (کتاب الموضوعات، ص ۴۱)

غلام خلیل سے جب ان حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا جو رقائق کے باب میں وہ بیان کرتے ہیں، تو کہنے لگے: ہم نے یہ حدیثیں اس لیے گڑھ لی ہیں تاکہ عوام کے دلوں میں رقت پیدا کریں۔ (کتاب الموضوعات، ص ۴۰)

قصہ گو حضرات لوگوں کو رلانے اور اپنی مجلسوں کی رونق بڑھانے کے لیے جھوٹے قصے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرتے تھے۔ عراق میں تو گویا ٹکسال تھی جہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے کھوٹے سکے ڈھالے جاتے تھے۔ شیعہ اس معاملہ میں پیش پیش رہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی فرماتے ہیں:

واضعین نے سب سے پہلے شخصیتوں کی فضیلت میں حدیثیں گڑھنا شروع کیں۔ انھوں نے اپنے اماموں اور اپنے فرقوں کے سربراہوں کی برتری کو ثابت کرنے کے لیے بہ کثرت حدیثیں وضع کیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے شیعوں کے مختلف گروہوں نے انجام دیا۔ چنانچہ ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ فضائل کی حدیثوں میں اصل جھوٹ شیعوں ہی کی طرف سے آیا اور اس کے مقابلہ میں اہل سنت کے جاہلوں نے بھی حدیثیں گڑھ لیں۔

(السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي، ص۷۵)

رافضیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے فضائل میں ہزاروں حدیثیں گڑھیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہویٰ پرستوں میں رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا کوئی گروہ نہیں دیکھا۔

موضوع احادیث کی سب سے بڑی کمین گاہ اس زمانے میں عراق میں تھی۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مدینہ منورہ سے ایک حدیث بالشت بھر کی نکلتی ہے اور جب عراق سے لوٹتی ہے تو ایک گز (ہاتھ) کی ہو جاتی ہے۔''

(السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي، ص۹۳)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ہم کوئی حدیث عراق (کوفہ وغیرہ) میں سنتے تو اس کی تصدیق مدینہ سے کرتے۔''

ایک شخص محمد بن سعید میواتی گزرا ہے، جس نے یہ حدیث وضع کی کہ نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"من رفع يديه في الركوع فلا صلوٰة له"۔

اور یہ حدیث من قرأ خلف الامام فلا صلوٰة له...... (ميزان الاعتدال ۴۲۹/۳، مامون بن احمد السلمی الهروی کے ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے۔ الآثار الموفوعة في اخبار الموضوعة، ص:۱۷ تحقيق از غلول)

"جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوتی......"

جب کہ یہ دونوں حدیثیں تمام محدثین کے نزدیک موضوع ہیں۔ اسی طرح اپنی اپنی فقہ کی مدح میں حدیثیں وضع کی گئیں اور انتہا درجہ کی جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی وعید شدید کے باوجود آپ کے نام پر حدیثیں وضع کی گئیں جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کو سراج امت اور امام شافعی کو (نعوذ باللہ) فتنہ پرور اور امت کے حق میں ابلیس سے زیادہ نقصان دہ اور مضرت رساں بتایا گیا ہے۔ قارئین کی اطلاع کے لیے درج ذیل حدیث ذکر کی جاتی ہے جس کو امام ابن الجوزی نے اپنی مشہور کتاب میں ذکر کیا ہے:

عن انس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ يكون في امتي رجل يقال له محمد بن ادريس أضّر على امتي من ابليس ويكون في امتي رجل يقال له ابو حنيفة وهو سراج امتي وهو سراج امتي.

(تذكرة الموضوعات، ۴۸/۲، ۴۹)

"میری امت میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس ہوگا۔ (امام شافعی) وہ میری امت کے لیے ابلیس سے زیادہ مضر ہوگا اور میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام ابوحنیفہ ہوگا وہ میری امت کے لیے سراج (چراغ) ہوگا، وہ میری امت کے لیے سراج ہوگا۔"

بالکل اسی طرح کی ایک دوسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے بھی روایت کی گئی ہے اس میں "فتنة على امتي اضر من ابليس." کا لفظ وارد ہوا ہے یعنی یہ فتنہ میری امت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ابلیس سے بھی زیادہ مضرت رساں ہوگا۔ پہلی حدیث کی سند میں مامون اور جوبیاری نامی دو شخص پائے جاتے ہیں انھیں کی مشترکہ کوشش سے یہ حدیث وجود میں آئی اور انھوں نے یہ حدیث گھڑی ہے۔ دوسری حدیث کی سند میں ابوعبداللہ البورقی نامی شخص ہے، اس نے دوسری حدیث گھڑی ہے تمام علماء کا اس حدیث کے موضوع ہونے پر اتفاق ہے۔

ایک دفعہ مشہور کذاب اور وضاع احمد بن یعقوب، عبدالملک بادشاہ کے دستر خوان پر کھانے کے وقت موجود تھا جب تمام لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے اس وقت خربوزہ لایا گیا۔ اس پر احمد بن یعقوب نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے فوراً ہی اپنی طرف سے حدیث گھڑی اور اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کر دیا کہ اے امیر المومنین! آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کھانے سے پہلے خربوزہ کھانا پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماری کو ختم کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو سن کر عبدالملک بہت خوش ہوا اور اس نے احمد بن یعقوب کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیا۔ (میزان الاعتدال، ۱/ ۱۶۵)

وضع حدیث کرنے والوں میں بعض تو ایسے تھے کہ انھوں نے وضع حدیث کو اپنا پیشہ بنالیا تھا۔ لوگوں میں ایک شخص ابی الہزم یزید بن سفیان بصری تھا جس کے متعلق امام شعبہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص بصرہ کی مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص اسے ایک درہم دیتا تو وہ اس کی خواہش کے مطابق پچاس احادیث وضع کر دیتا۔ (الاباطیل والمناکیر، ۱۰/ ۵۹)

حدیث ضعیف کی تعریف

فن حدیث کے علماء نے حدیث ضعیف کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ ہر وہ حدیث ضعیف ہے جس میں نہ حدیث صحیح کی صفات پائی جاتی ہوں اور نہ حدیث حسن کی۔

(مقدمہ ابن الصلاح، ص:۲۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راوی کی طرف سے حفظ وضبط میں کمی، اس کا ثقہ راویوں کی حدیث کے خلاف روایت کرنا، اس کے عادل ہونے میں اشتباہ اور سلسلہ روایت میں انقطاع وغیرہ وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر حدیث کوضعیف کہا جاتا ہے۔ضعیف حدیث کی کئی قسمیں ہیں جن میں ایک حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل وہ حدیث ہے جس کو کسی تابعی نے صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہو۔اس کے بارے میں امام مسلم نے صحیح مسلم کی تمہید میں لکھا ہے کہ:

''مرسل ہمارے اور علمائے حدیث کے نزدیک حجت نہیں ہے۔''

اصل میں ضعیف وہ حدیث وہ ہے جس کی صحت مشکوک ہو۔ایسی حدیث سے نہ کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا ہے اور نہ وہ دین میں حجت ہوتی ہے۔مگر علماء کا ایک گروہ فضیلت کے باب میں ضعیف حدیثیں نقل کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا، ان کے نزدیک ایسی حدیثیں ترغیب کے لیے مفید ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ قبول حدیث کے معاملہ میں اس بے احتیاطی نے دین وملت کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔مولانا شمس پیرزادہ صاحب اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام کی تعلیم کیا ہے اس کو جاننے کا نہایت محکم ذریعہ قرآن ہے۔پھر سنت ثابتہ یا احادیث صحیحہ۔رہ گئیں وہ روایتیں جن کی نسبت نبی ﷺ کی طرف مشکوک ہے، اسناد کے اعتبار سے یا متن (نفس مضمون) کے اعتبار سے ان سے نہ سنت ثابت ہوتی اور نہ حجت قائم ہوتی ہے اور نہ ہی دین میں اس کا کوئی مقام ہے پھر ایسی احادیث کو عوام کے سامنے پیش کر کے یہ تاثر دینا کہ یہ ارشادات رسول اللہ ﷺ ہیں، دین کے لیے کمزور بنیادیں تلاش کرنے اور لوگوں کی نظروں میں دین کو مشتبہ بنا دینے کا باعث ہے۔اس سے بدعات کی راہیں کھلتی اور ملت کے اندر فرقہ بندی اور طرح طرح کے فتنوں کا سامان ہوتا ہے۔فضائل اعمال کا بھی دین میں ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقام ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دین میں جس چیز کا جو مقام ہے اس کو اسی مقام پر رکھا جائے اگر کسی چیز کو گھٹایا یا بڑھایا گیا تو توازن بگڑ جائے گا اور دین کا مختلف اجزاء کے درمیان وہ ربط اور ہم آہنگی باقی نہ رہے گی جو شارع کے پیش نظر ہے لہٰذا جب شرعی احکام کے سلسلہ میں ضعیف حدیثوں کو ماخذ بنانا صحیح نہیں ہے، تو فضائل اعمال کے سلسلہ میں ان کو ماخذ بنانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔''

(موضوع اور ضعیف حدیثوں کا چلن، ص ۲۰)

علوم الحدیث کے مصنف ڈاکٹر صبحی صالح تحریر فرماتے ہیں:

''دین اسلام میں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ضعیف حدیث کسی حکم شرعی یا فضائل اعمال کے لیے مصدر و ماخذ قرار نہیں دی جاسکتی اس لیے کہ حدیث ضعیف کی اساس ظن پر رکھی گئی ہے۔ اور ظن کسی صورت میں بھی حق کی جگہ نہیں لے سکتا پھر یہ امر قابل غور ہے کہ فضائل شرعی احکام کی طرح دین کے بنیادی ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کسی طرح جائز نہیں کہ دین کی اساس و بنیاد ایسے ستونوں پر رکھی گئی ہو جو بالکل کمزور اور قوت و استحکام سے یکسر عاری ہوں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیثوں کو معمول بہ بنا سکتے ہیں، اگر وہ شرائط ان میں موجود بھی ہوں جن کو آسانی ڈھونڈنے والوں نے اس ضمن میں ضروری ٹھہرایا ہے۔ احکام شرعیہ اور فضائل میں احادیث حسن و صحیح کی اس قدر کثرت ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے حدیث ضعیف کو تسلیم کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ عدم تسلیم کی وجہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف کا ثبوت ہمارے قلب وضمیر میں ہمیشہ کھٹکتا رہے گا، اور ہمیں کبھی بھی اطمینان قلب حاصل نہ ہوسکے گا اور اسی شک وشبہ کی وجہ سے ہم اس کو ضعیف کہتے ہیں حالانکہ دینی امور میں یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔'' (علوم الحدیث، اردو ترجمہ غلام احمد حریری، ص ۲۷۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن بڑے دکھ وافسوس کی بات ہے کہ اس معاملہ میں عام طور سے سہل انگاری برتی گئی اور بڑی فراخی سے ضعیف حدیثوں کو قبول کیا جاتا رہا، اور آج صورت حال یہ ہے کہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کو عوام کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں جن برائیوں پر وعید سنائی گئی ہے ان کی اصلاح اس قدر ضروری نہیں سمجھی جاتی جس قدر ضروری فضائل پر مشتمل حدیثوں کو بیان کرنا سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ حدیثیں باعتبار اسناد اور باعتبار مضمون کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ موضوع اور ضعیف روایتوں کے چلن نے دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ قرآن مجید نے جتنا زور عمل صالح پر دیا ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کی جس قدر تاکید کی ہے، اس کے برعکس فضائل اعمال کی غلو آمیز اور غیر مستند روایات ایک معمولی نیکی پر جنت کا پروانہ ہاتھ میں تھما دیتی ہیں۔

اہل بدعت کے متعلق
صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا موقف

اتباع سنت کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مکمل دین عطا فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اسے بلاکم وکاست مکمل طور پر امت تک پہنچا دیا ہے۔ اس کا کوئی ادنیٰ شوشہ بھی آپ نے اپنی امت سے چھپا کر نہیں رکھا ہے، اس لیے اب نہ دین میں کسی اضافے کی گنجائش ہے، نہ شرعاً دین میں اب کسی اضافے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پوری زندگی اس آیت کریمہ ”من یطع الرسول فقد اطاع اللہ“ پر عمل پیرا رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین شرک وبدعت سے سخت متنفر اور اس کے شدید مخالف تھے۔ صحابہ کرام کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی سادہ زندگی، ان کی بے نفسی، خداترسی، پاکبازی، پاکیزگی، ان کا ذوق عبادت اور شوق شہادت اور ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی شب بیداری، ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل، ان کا استقلال، ان کا پختہ ایمان ویقین اور ان کی خدا پرستی تاریخ میں بے نظیر ہے، اور تاریخ اسلام کا سب سے بہتر زمانہ صحابہ کرام کا تھا جو شرک و بدعت سے بالکل پاک وصاف تھا، ان کے دور میں خرافات و منکرات اور بدعات کا نام ونشان بھی نہ تھا اور وہ دین میں بدعات کے تصور سے بھی کانپتے تھے۔صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے سلسلہ میں مولانا حالی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

رہے کفرو باطل سے بیزار سارے نشے میں مئے حق کے سرشار سارے
جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے
رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی

جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

''میں صرف کتاب وسنت کا پابند ہوں، بدعتی نہیں ہوں اگر میں درست کہوں تو میری اطاعت کرو اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو تم مجھے سیدھا کردو۔''

(بدعات اوران کا شرعی پوسٹ مارٹم، ص:۶۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں فرمایا:

السنة ما سنه الله ورسوله ولا تجعلوا خطا الرای سنة الامة.

(تاريخ التشريع الاسلامی، ص ۹۵)

''طریقہ تو بس وہی ہے جو اللہ اور رسول ﷺ نے مقرر کیا، تم لوگوں کی قیاسی غلطیوں کو امت کا طریقہ نہ بناؤ۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ جس عورت کا شوہر مرجائے، وہ عورت جہاں چاہے اپنی عدت گزارے۔ آخر آپ کو حدیث نبویؐ کی تلاش شروع ہوئی تو حضرت ابوسعید خدریؓ کی بہن فریعہ بنت مالک نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے شوہر شہید ہوگئے تھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں عدت کہاں گزاروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شوہر کے گھر پر۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کے مطابق فیصلہ کیا۔

ولید بن عقبہ نے کوفہ میں نبیذ پی تو نشہ آگیا، قے کی تو پکڑے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقدمہ کی تحقیقات کے بعد حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ولید پر حد شرعی لگائیں، عبداللہ بن جعفر نے کوڑے مارنا شروع کیا اور حضرت علیؓ نے عبداللہ سے فرمایا کہ بس:

امسک جلد النبی ﷺ وابوبکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنة وھذا احبّ الیّ. (صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر، ۶/۲۳۱،۲۳۲،رقم الحدیث: ۳۸)

''اب رک جاؤ عہد نبوی و خلافت صدیقی تک حد خمر (شراب) چالیس کوڑے رہی حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑے مقرر کی مجھے عہد نبوی میں رائج حد زیادہ پسند ہے۔''

دیکھئے حضرت علیؓ کے مشورہ ہی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے مقرر فرمائے تھے نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس پر سکوت فرما کر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ (موطا امام مالک مترجم، کتاب الاشربة، باب ماجاء فی حد الخمر، ص:۶۱۲)

حضرت علیؓ کی بابت مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حج قران[1] کے ساتھ لبیک پکارا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی آواز سنی تو لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] حج قران یہ ہے کہ حاجی حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے اور عمرہ کر کے حلال نہ ہو، بلکہ حج کے بعد دسویں تاریخ کو حلال ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا: کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے اس سے منع کیا ہے؟

الم تعلم انی نهیتُ عن هٰذا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

بلیٰ ولکنی لم اکن ادع قول النبی صلی الله علیه وسلم لقولک.

(طحاوی، ۳۷۶/۱)

"کیوں نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے قول کو آپ کے مقابلہ میں ترجیح دوں گا۔"

شیخ علی محفوظ ازہری نے اپنی مشہور کتاب "**الابداع فی مضار الابتداع**" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

لم اکن ادع سنة رسول الله ﷺ لقول احد من الناس وقال انی لست نبیاً و لا یوحی الی ولکنی اعمل بکتاب الله وسنة نبیه.

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کسی کے کہنے سے رسول اللہ ﷺ کی سنت نہیں چھوڑوں گا۔ میں نہ نبی ہوں نہ مجھ پر وحی آتی ہے لیکن جہاں تک میرے بس میں ہوگا میں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کروں گا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مرتد لائے گئے۔ آپ نے ان لوگوں کو آگ میں زندہ جلانے کا حکم دے دیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سنا تو یہ حدیث پیش کی:

قال النبی ﷺ من بدل دینه فاقتلوه. (صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب قول الله تعالیٰ وامرهم شوریٰ بینهم ۲۱۹/۱۳ جامع ترمذی أبواب الحدود باب ماجاء فی المرتد ۱۷۶/۱،سنن ابن ماجه کتاب الحدود باب المرتد عن دینه ۸۴۸/۲)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرتد کو تلوار سے قتل کر دینا چاہیے۔"

حضرت علیؓ نے سن کر فرمایا:

صدق ابن عباس یعنی عبداللہ بن عباسؓ نے سچ کہا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص نے عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنی چاہی، حضرت علیؓ نے اسے نفل پڑھنے سے روک دیا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! اتنا تو میں جانتا ہوں کہ نماز پڑھنی کوئی گناہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے مجھے عذاب ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

ان اللّٰہ لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ ﷺ او یحث علیہ فتکون صلوتک عبثاً والعبث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بمخالفتک لنبیہ. (یہ واقعہ مولانا وحید الزماں صاحب نے موطا امام مالک کے ترجمہ میں باب ترک الصلوٰۃ قبل العیدین وبعدھا کے تحت شرح المجمع لابن الصاغانی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے)

''جب تک کسی کا عمل ثبوت رسول اللہ ﷺ کے قول یا عمل سے نہ ہو، اس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دیتا پس یہ تمہاری نماز ثواب سے محروم عبث کام ہوگی اور دین میں عبث کام حرام ہے۔ اس لیے کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے پر عذاب دے۔''

امام زادہ جوعی سمرقندی نے اپنی کتاب ''شرعة الاسلام'' میں صحابہ کرام کے بارے میں لکھا ہے: **وقد کانت الصحابة ینکرون اشد الانکار علی من احدث وابتدع رسما لم یتعھدوہ فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلّ أو کثر صغر ذلک او کبر.** (شرعة الاسلام، ص ۹)

''صحابہ کرام اس شخص کے خلاف شدید انکار کرتے تھے جو کوئی ایسا طریقہ نکالے جس کو انھوں نے نبوت کے زمانہ میں نہ دیکھا ہو خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، چھوٹا ہو یا بڑا۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر اس کا جواب دے دیا۔ سائل نے اس پر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا قول پیش کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

یوشک ان تنزل علیکم حجارة من السماء اقول لکم قال رسول اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم وتقولون قال ابو بکر و عمر.

(الدارمی، کتاب المقدمہ، باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ)

''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسا دیے جائیں کہ تم ہلاک و برباد کر دیے جاؤ۔ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور تم حدیث رسول کے مقابلہ میں ابوبکر و عمر کا قول پیش کرتے ہو۔''

حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شامی نے کہا کہ آپ کے باپ حضرت عمرؓ نے تو تمتع[1] سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بولے: ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر میرے باپ نے منع کیا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اسے کیا ہو تو کیا میرے باپ کا حکم مانا جائے گا، یا رسول اللہ ﷺ کا؟ شامی نے کہا بیشک رسول اللہ ﷺ کا حکم و عمل مقدم ہوگا۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کا حکم دیا ہے۔ (جامع ترمذی أبواب الحج باب ماجاء فی التمتع ۱/۱۰۱، وقال ھذا حدیث حسن صحیح)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دن حدیث لا تمنعوا نسائکم المساجد. ''یعنی عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے مت روکو'' پڑھ کر اپنے صاحبزادے کو سنائی۔ اس پر ان کے صاحبزادے بلال بولے کہ ہم عورتوں کو اس سے ضرور روکیں گے، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان سے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ میں ان کو ضرور روکوں گا۔ خدا کی قسم میں تجھ سے بات نہ کروں گا اور آپؓ نے ان سے پوری زندگی بات نہ کی۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعہ ۲/۴۴۴، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المساجد ۲/ ۳۹۷، رقم

---

[1] حج تمتع یہ ہے کہ حج کو جانے والا حج وعمرہ کا احرام باندھ کر نکلے اور عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے۔ پھر جب حج کا وقت ہو جائے تو حج کا احرام باندھ لے۔ حج افراد یہ ہے کہ وہ صرف حج کا احرام باندھے اس میں عمرہ شامل نہ کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الحدیث ۱۳۵، جامع ترمذی باب خروج النساء الی المساجد ۱/۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

یتبع مواضع سیر النبی وفعله حتی روی یصب فی موضع ماء فسئل عن ذلک فقال رأیت رسول الله ﷺ یصب ههنا ماءا.

(الاقتضاء الصراط المستقیم، ص ۳۰۶)

"عبداللہ بن عمرؓ ان مقامات اور ان باتوں کی تلاش میں رہتے تھے جن سے آنحضرت ﷺ کا تعلق ہوتا تھا چنانچہ ایک دفعہ انھیں ایک جگہ پانی بہاتے دیکھا گیا۔ جب ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ یہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو پانی بہاتے دیکھا ہے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ذکر کیا ہے:

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آخری وقت میں نابینا ہو گئے تھے، حضرت مجاہد تابعی کے ساتھ ایک جگہ ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس مسجد میں اذان واقامت کے درمیان تثویب کی گئی یعنی موذن نے باہر کھڑے ہوکر بلند آواز سے "قد قامت الصلوٰۃ وحی علی الفلاح" کہا تو عبداللہ بن عمرؓ بہت غضب ناک ہوئے اور مجاہد سے کہا:

اخرج من عند هذا المسجد المبتدع ولم یصل فیه.

(جامع ترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، ۱/۲۸)

"مجھ کو اس مسجد سے جس میں نئی چیز نکالی گئی ہے جلدی سے باہر لے چلو چنانچہ وہ وہاں سے ناراض ہوکر چلے گئے اور اس مسجد میں نماز نہ پڑھی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اتبعوا ولا تبتدعوا فقد کفیتم.

(اخرجه الطبرانی فی الکبیر وقال الیهثمی رجاله الصحیح)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اللہ و رسول ﷺ کی اتباع کرو اور کوئی نیا طریقہ نہ نکالو اللہ و رسول اللہ ﷺ کی اتباع تمہاری ہدایت کے لیے کافی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ کچھ لوگ مسجد میں اکٹھا ہو کر بلند آواز سے ذکر واذکار میں مصروف ہیں تو ان کے پاس گئے اور فرمایا:

ما وجدنا ذلک فی عهده صلی الله علیه وسلم وما اراکم الا مبتدعین وما زال یذکر ذلک حتی اخرجهم من المسجد.

(رواہ ابونعیم یہ روایت مسند دارمی میں بہت تفصیل سے مروی ہے۔)

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی کو اس طرح ذکر واذکار کرتے نہیں پایا۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو بدعتی سمجھتا ہوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہی الفاظ دہراتے رہے یہاں تک انھیں اس مسجد سے باہر نکال دیا۔''

ابوالطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کررہا تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے دیکھا کہ حضرت معاویہ بیت اللہ کے چاروں رکن کا استلام کرتے ہیں۔ تو انھیں ٹوکا کہ رسول اللہ ﷺ صرف رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کرتے تھے، باقی دونوں رکن کا استلام نہیں کرتے تھے تو حضرت معاویہ نے کہا:

لیس شئی من البیت مهجور.

''بیت اللہ کا کوئی حصہ قابل ترک نہیں۔''

حضرت مجاہد بھی ساتھ تھے، فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کو جواب دیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

''رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔''

تو حضرت معاویہؓ نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کہتے ہیں:

"ہر وہ بدعت جسے آپؐ نے اور صحابہ کرام نے نہیں کیا اس کو تم مت کرو، کیونکہ اگلوں نے پچھلوں کے لیے دین میں کچھ گنجائش نہیں چھوڑی، پس انھوں نے ہر نیکی کو کیا کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔"

اہل بدعت کے متعلق تابعین عظام کا موقف

صحابہ کرام ہی کی طرح تابعین عظام بھی بدعت کے سخت مخالف تھے۔ کتاب وسنت کے حریص اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل کوئی بات خلاف سنت سن کر جلیل القدر تابعین سخت ناراض ہوجاتے تھے۔ مشہور تابعی حضرت حسان بن عطیہؒ فرماتے ہیں:

ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع من سنتهم مثلها. (رواه الطبراني عبد الله بن بسر ورواه البيهقي في شعب الايمان عن بسر ورواه ابو نعيم عبد الله معدان انظر فيض القدير ٦/ ٢٣٧)

"جب بھی کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان کے درمیان سے اس کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔"

حضرت قتادہ تابعی کا بیان ہے کہ فلاں صاحب ایسا ایسا کہتے ہیں تو ابن سیرین نے کہا کہ میں تجھے حدیث رسول سناتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ فلاں ایسا کہتا ہے، جا میں تجھ سے بات نہیں کروں گا۔ (سنن دارمی، ص ۶۳)

حضرت قتادہ اور ابن سیرین دونوں کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان دونوں کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ ابن سیرین حدیث رسول کے بارے میں اتنے سخت تھے کہ آپ روایت بالمعنی کے قائل ہی نہیں تھے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ان هذه الاحاديث دين فانظروا عمن تاخذونها. (الكفاية في علم الرواية

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خطیب بغدادی: ۱۶۲، الجرح و التعدیل ۲/۱۵)

"حدیث دین ہے لہٰذا دیکھو کہ تم کس سے دین حاصل کر رہے ہو۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز[1] رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جہاں قوم[2] ٹھہری ہے وہیں تم بھی ٹھہر جاؤ، کیونکہ اس کے افرادِ علم و بصیرت کے ساتھ ٹھہرے ہیں، وہ گہرائی میں جانے پر زیادہ قادر تھے اور اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو اس کے زیادہ حق دار تھے۔ اب گر تم یہ کہتے ہو کہ ان کے بعد فلاں چیز ایجاد کی گئی ہے تو سمجھ لو کہ اسے ان لوگوں نے ایجاد کیا ہوگا جو اسلاف کے طریقہ کے مخالف اور ان کی سنت سے گریز کرنے والے ہوں گے۔ سلف نے جتنا بیان کر دیا ہے وہ کافی و شافی ہے۔ اب ان سے آگے بڑھنا حد سے تجاوز کرنا ہے اور پیچھے رہنا کوتاہی ہے جیسا کہ ایک گروہ نے کوتاہی کی تو جفا کر بیٹھے اور دوسرے نے حد سے تجاوز کیا تو غلو کا شکار ہو گئے حالانکہ افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ صراط مستقیم پر گامزن رہنا سلف کا طریقہ تھا۔

---

[1] حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مشہور تابعی خلیفہ راشد پنجم کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ آپ کی کنیت ابو حفص اور پورا نام عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم اموی قرشی ہے۔ آپ کی ولادت اور نشو و نما مدینہ منورہ میں ہوئی اور ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ مدت خلافت کل ڈھائی سال ہے۔ مگر خیر و برکت اور عدل و انصاف سے بھرپور ہے۔ چالیس سال کی عمر میں ماہ رجب المرجب ۱۰۱ھ میں ملک شام کے مقام "دیر سمعان" میں وفات پائی۔ آپ بالاتفاق پہلی صدی کے مجدد ہیں۔ آپ کے زمانے میں وحی خفی کا اتنا پاس تھا کہ آپ نے تدوین حدیث کے ساتھ یہ تاکیدی فرمان جاری کر دیا تھا: ولا یقبل الا حدیث النبی ﷺ. یعنی سوائے حدیث رسول اللہ ﷺ کے کوئی چیز قبول نہ کی جائے۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم ۱/۲۳۴)

[2] قوم سے مراد نبی ﷺ نیز آپ کے اصحاب ہیں کیونکہ عقیدہ و عمل کے سلسلہ میں ان کا موقف علم و بصیرت پر مبنی تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے علاوہ اس دور کے جو تابعین[1] گزرے ہیں وہ سب کتاب وسنت ہی پر عامل تھے اور حدیث نبوی ﷺ کے دلدادہ عاشق فدائی اور شیدائی تھے۔ مثلاً سعید بن مسیّب، اویس قرنی، حسن بصری، علقمہ، اسود، ابو عثمان النہدی، مسروق، عطاء بن ابی رباح، محمد بن شہاب زہری، وغیرہ وغیرہ۔ سب سے آخر میں جس تابعی کا انتقال ہوا وہ خلف بن خلیفہ ہیں جن کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا ہے۔

اہل بدعت کے متعلق ائمہ دین کا موقف

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایاکم والقول فی دین اللہ تعالیٰ بالرأی وعلیکم باتباع السنۃ فمن خرج عنہا ضلَّ. (المیزان الکبریٰ للشعرانی وعقد الجید، ص ۷۰)

''اللہ کے دین میں رائے وقیاس سے کوئی بات نہ کہو، اپنے اوپر سنت کی اتباع لازم کرلو،

---

[1] تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملاقات کی ہو اور اسی پر اس کا انتقال ہوا ہو۔ تابعین کو اللہ کے رسول ﷺ نے خوش خبری اور بشارت دی ہے ان میں سے اکثر وبیشتر خیر القرون قرنی میں اور بقیہ لوگ ثم الذین یلونہم میں شامل ہیں۔ اس لئے کہ دور صحابہ میں ان کے جتنے بھی شاگرد پائے جاتے تھے سب تابعی تھے، مخضرمین کا شمار بھی تابعین میں (بلکہ کبار تابعین) میں ہوتا ہے۔ مخضرم ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا دور پایا لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔

تبع تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی تابعی سے حالت ایمان میں ملاقات کی ہو اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔ تبع تابعین کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت اور خوش خبری سے نوازا ہے۔ نیز 'ثم الذین یلونہم' یعنی صحابہ کے بعد جو دور ہے۔ اکثر وبیشتر کا شمار اسی میں ہوتا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ابتدائی تین صدیوں کو حسب ترتیب خیر القرون کہا ہے۔ ان تین صدیوں کے ختم ہوتے ہوتے رجال حدیث کا سلسلہ بھی تقریباً ختم ہوجاتا ہے۔ حدیث کی بڑی بڑی کتابیں اس تیسری صدی کے خاتمہ سے قبل تصنیف کی جاچکی تھیں۔ اس طرح حدیث رسول کی تحریر کا کام خیر القرون میں تقریباً مکمل ہوگیا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس شخص نے سنت سے قدم باہر نکالا وہ گمراہ ہوگیا۔"

امام صاحب کا ایک دوسرا قول ہے:

اذا رأیتم کلامنا یخالف ظاھر الکتاب والسنة فاعملوا بالکتاب والسنة واضربوا بکلامنا الحائط. (عقد الجید، ص ۵۳)

"جب دیکھو کہ ہمارے قول قرآن وحدیث کے خلاف ہیں تو قرآن وحدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو دیوار پر مار دو۔"

امام مالک رحمۂ اللہ فرماتے ہیں:

فانظروا فی رأئی فکلما وافق الکتاب والسُّنة فاعملوا بالکتاب والسنة فخذوہ وکلما یخالف فاترکوہ. (عقد الجید، ص ۷۰۔ ابن عبدالبر نے اس قول کو الجامع ۳۲/۲ میں روایت کیا ہے اور ان سے ابن حزم نے اصول الاحکام ۱۴۹/۶ میں روایت کیا ہے)

"پس تم میری رائے پر بغور نظر کرو اور اگر وہ قرآن وحدیث کے موافق ہو تو قبول کرو اور جب خلاف دیکھو تو ترک کردو۔"

ایک شخص امام مالک رحمۂ اللہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ ہم احرام کہاں سے باندھیں؟ آپ نے فرمایا: ذوالحلیفہ سے۔ اس نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ قبر نبوی سے احرام باندھوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کر، مجھے تیرے بارے میں فتنے کا خوف ہے۔ اس نے کہا: اس میں کون سا فتنہ ہے، چند میل ہی تو پہلے باندھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر اور کون سا فتنہ ہوسکتا ہے کہ تو نے ایسی فضیلت حاصل کرلی جس سے رسول اللہ ﷺ قاصر رہے۔ (الاعتصام للشاطبی ۱۳۲/۱) کیا تم اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنتے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (النور: ۶۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من استحسن فقد شرع. (الاحکام للآمدی ۳۶/۲، المستصفی للغزالی ۲۷۴/۱)

''جس نے دین میں کسی ایسی چیز کو اچھا تصور کیا جو نہیں تھی تو اس نے تشریع کی۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصول السنة عندنا التمسک بما کان علیه اصحاب رسول الله ﷺ والاقتداء بهم وترک البدع وکل بدعة ضلالة. (القول الاسمی ۱۳/۱)

''اصول سنت ہمارے یہاں یہ ہے کہ صحابہ کرام کے طریقے کو لازم پکڑیں اور ان کی اقتدا کریں اور بدعت کو ترک کر دیں کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آثار سلف کی پیروی کرو اگر چہ لوگ تمہیں چھوڑ دیں اور لوگوں کی ذاتی آراء سے بچو اگر چہ لوگ اسے مزین کر کے کیوں نہ پیش کریں۔

ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف نے صاع نبوی کے بارے میں امام مالکؒ کے تلامذہ سے تحقیق کے بعد کہا کہ اگر میرے صاحب یعنی امام ابو حنیفہؒ زندہ ہوتے اور وہی دیکھتے جو آج میں نے دیکھا ہے تو ان کی بھی وہی رائے ہوتی جو آپ کی ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۸۴/۲)

ایک جگہ فرمایا:

کل ما افتیت فقد رجعت عنه الا ما وافق الکتاب والسنة.

(تذکرة الحفاظ ومرأة الجنان)

''زندگی بھر جو میں نے فتوے دیے سب سے رجوع کرتا ہوں مگر جو کتاب وسنت کے موافق ہو۔''

امام محمد بن عبدالرحمٰن اذرمی نے ایک شخص[1] سے جس نے ایک بدعت ایجاد کی تھی اور

---

[1] یہ شخص وہی احمد بن ابی داؤد ہے جو معتزلہ کا مشہور قاضی اور فتنہ خلق کا سرغنہ تھا۔ خلیفہ متوکل کے زمانہ میں اس پر فالج کا حملہ ہوا اور ۲۴۰ھ میں بغداد کے اندر اسی حالت میں مر گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو اسے قبول کرنے کی دعوت دی تھی، فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ یا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اس بات کو جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ امام اذرمی نے فرمایا جو بات وہ لوگ نہیں جان سکے تم جان گئے؟ اس بدعتی نے فوراً بات بدل دی اور کہا کہ نہیں بلکہ وہ لوگ یہ بات جانتے تھے۔ امام اذرمی نے فرمایا: تمہارے بقول جاننے کے باوجود کیا ان کے لیے یہ ممکن ہوا کہ اس بات کو بیان نہ کریں اور لوگوں کو اس کی طرف نہ بلائیں؟ اس نے جواب دیا کیوں نہیں ان کے لیے ممکن ہوا۔

امام صاحب نے فرمایا: جو بات رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدین کے لیے ممکن تھی وہ تمہارے لیے بھی ممکن نہیں؟ بدعتی سے پھر کوئی جواب نہ بن سکا اور خاموش ہو گیا۔ خلیفہ[1] اس مناظرہ میں موجود تھا، وہ فوراً بول پڑا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ جس کے لیے کافی نہ ہوا اللہ اس کے لیے کبھی وسعت وکشادگی پیدا نہ کرے، اور ایسے ہی وہ شخص جسے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور راسخین علم[2] کا طریقہ یعنی آیات صفات کی تلاوت کرنا، احادیث صفات کا پڑھنا اور انھیں ظاہری معنی پر محمول کرنا کافی نہ ہو، اللہ اسے وسعت وفراخی سے محروم رکھے۔ (لمعة الاعتقاد، ص ۲۸)

کسی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو لکھا کہ عبدالکریم یمنی اس کے قائل ہیں کہ اللہ عالم الغیب نہیں ہے، اس کے جواب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا:

فقیر کو ہرگز اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں۔ بے اختیار میری رگ فاروقیت حرکت میں آجاتی ہے اور ایسے اقوال کی تاویل وتوجیہ کی فرصت نہیں دیتی۔ اس طرح کا

---

[1] یہ خلیفہ واثق باللہ تھا جس کا نام ہارون بن محمد ہے، فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں اس نے کتنے لوگوں کو آزمائش میں ڈالا اور کتنے لوگوں کو قید کر کے ان کے عقیدے خراب کیے۔ ۲۳۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

[2] راسخین علم سے مراد وہ حضرات ہیں جو قرآن مجید کی محکم اور متشابہ ہر قسم کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقولہ شیخ کبیر یمنی کا ہو یا شیخ اکبر شامی کا ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام درکار ہے، نہ کی محی الدین عربی وصدر ین قونوی، وعبدالرزاق کاشی کا۔ ہم کو نصوص کتاب وسنت درکار ہیں نہ کہ فصوص الحکم۔ فتوحات مدینہ یعنی تعلیمات کتاب وسنت نے ہم کو شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ۲/۱۶۴)

مولانا عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ نصیر الدین محمود روشن چراغ دہلوی ایک مجلس میں تھے کہ یکا یک مزامیر وقوالی کی آواز آنے لگی وہ اٹھ کر جانے لگے۔ حاضرین نے کہا آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ آپ کے پیر ومرشد حضرت نظام الدین اسے جائز سمجھتے ہیں۔ انھوں نے کہا پیرو مرشد کوئی دلیل نہیں ہے ''مارا دلیل از کتاب وسنت می باید'' مجھے دلیل کتاب وسنت سے چاہیے۔ لوگوں نے حضرت نظام الدین اولیاء سے ان کی شکایت کی تو فرمایا: او راست می گوید حق آں ست کہ اومی گوید۔ وہ ٹھیک کہتے ہیں حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ دلیل کتاب و سنت سے چاہیے، پیر ومرشد کوئی دلیل نہیں ہوتے۔''

(اخبار الاخیار بحوالہ اتباع سنت کا مفہوم، ص ۳۵)

یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت قولی ہو یا فعلی، اس کے مقابلے میں کسی کا بھی قول وفعل مقدم نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ صحابہ کا ہو یا ائمہ کا یا کسی بھی عظیم سے عظیم تر شخصیت کا، نہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے بہتر کسی کا طریقہ ہوسکتا ہے، نہ آپ کے فرمان پر مقدم کسی کا فرمان ہوسکتا ہے۔ یہ کتاب وسنت سے ثابت ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ محرم الحرام کی بدعات

محرم الحرام سنہ ہجری کا آغاز

ماہ محرم الحرام سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد تو رسول اللہ ﷺ کے واقعہ ہجرت پر ہے لیکن اس اسلامی سن کا تقرر و آغاز و استعمال ۱۷ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت سے ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن کے گورنر تھے۔ ان کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان آتے تھے جن پر تاریخ درج نہ ہوتی تھی۔ ۱۷ھ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کے توجہ دلانے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو اپنے یہاں جمع فرمایا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ آپس میں مشورہ کے بعد طے پایا کہ اپنے سن کی تاریخ کی بنیاد واقعۂ ہجرت کو بنایا جائے، اور اس کی ابتدا ماہ محرم سے کی جائے کیونکہ ۱۳ نبوت کے ذوالحجہ کے بالکل آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا منصوبہ طے کر لیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم کا تھا۔

(فتح الباری شرح باب التاریخ،۳/ ۳۸۸)

مسلمانوں کا یہ اسلامی سن بھی اپنے معنیٰ ومفہوم کے لحاظ سے ایک خاص امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ مذاہب عالم میں اس وقت جس قدر سنین مروّج ہیں، وہ عام طور پر یا تو کسی مشہور انسان کے یوم ولادت کو یاد دلاتے ہیں یا کسی قومی واقعہ مسرت وشادمانی سے وابستہ ہیں کہ جس سے نسل انسانی کو بظاہر کوئی فائدہ نہیں۔ مثلاً مسیحی سن کی بنیاد حضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت ہے۔ یہودی سن فلسطین پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی کے ایک پُر شوکت واقعہ سے وابستہ ہے۔ بکرمی سن راجا بکرماجیت کی پیدائش کی یادگار ہے۔ رومی سن سکندر اعظم کی پیدائش کو واضح کرتا ہے، لیکن اسلامی سن ہجری عہد نبوت کے ایک ایسے واقعہ سے وابستہ ہے جس میں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ اگر مسلمان اعلائے کلمۃ الحق کی وجہ سے تمام اطراف سے مصائب وآلام میں گھر جائے، بستی کے تمام لوگ اس کے دشمن اور درپئے آزار ہو جائیں، قریبی رشتے دار اور خویش واقارب بھی اس کو ختم کرنے کا عزم کرلیں، اس کے دوست واحباب بھی اسی طرح تکالیف میں مبتلا کردیے جائیں، شہر کے تمام سربرآوردہ لوگ اس کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھ لیں، اس پر عرصۂ حیات ہر طرح سے تنگ کردیا جائے اور اس کی آواز کو جبراً روکنے کی کوشش کی جائے تو اس وقت وہ مسلمان کیا کرے؟ اس کا حل اسلام نے یہ تجویز نہیں کیا کہ کفر وباطل کے ساتھ مصالحت کرلی جائے، تبلیغ حق میں مداہنت اور رواداری سے کام لیا جائے اور اپنے عقائد ونظریات میں لچک پیدا کرلے، ان میں گھل مل جائے تاکہ مخالفت کا زور ٹوٹ جائے، نہیں اس کا حل اسلام نے یہ تجویز کیا ہے کہ ایسی بستی اور شہر پر حجت تمام کر کے وہاں سے ہجرت کر جائے۔ چنانچہ اسی واقعۂ ہجرت نبوی ﷺ پر ہجرت کی بنیاد رکھی گئی ہے جو نہ تو کسی انسانی برتری کو یاد دلاتی ہے اور نہ شوکت وعظمت کے کسی واقعہ کو بلکہ یہ واقعۂ ہجرت مظلومی اور بے کسی کی ایک ایسی یادگار ہے کہ جو ثابت قدمی، صبر واستقامت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی ایک زبردست مثال اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔

(ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص ٦)

ماہ محرم اور موجودہ مسلمان

اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے۔ یوں تو سال کے اکثر مہینے مسلمانوں کی ایجاد کردہ بدعات وخرافات اور روایات سے بھرے پڑے ہیں، مگر محرم الحرام جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ ان میں بدعات وخرافات کا تناسب کچھ زیادہ ہی ہے، حالانکہ یہ ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جو اسلام کی نظر میں حرمت و ادب کے مہینے کہلاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ○ (التوبة: ٣٦)

"مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں سے بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ان میں چار حرمت و ادب کے ہیں یہی درست دین ہے ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔"

یوں تو ہر مہینہ میں اور ہر آن وہر گھڑی فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور فسق وفجور سے بچنا ضروری ہے مگر ان حرمت والے مہینوں میں ان باتوں سے خصوصاً احتراز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے مخصوص نظام کے تحت بعض مہینوں کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے، چنانچہ فرشتوں میں سے بعض فرشتوں کو فضیلت بخشی ہے، انسانوں میں سے بعض کو انبیاء ورسول بنایا ہے، دنوں میں جمعہ کے دن کو فضیلت عطا کی ہے، راتوں میں شب قدر کو محترم ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح بارہ اسلامی مہینوں میں چار مہینوں کو معزز اور محترم قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زمانہ گھوم پھر کر پھر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی تھی۔ سال بارہ مہینوں کا ہے جس میں چار حرمت والے ہیں تین پے در پے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم الحرام اور چوتھا رجب المرجب ہے۔" (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اِثْنَا عَشَرَ شَهْراً، ٨/٤١٣، رقم الحديث ٤٦٦٢)

اللہ تعالیٰ نے ان چار مہینوں میں خصوصیت کے ساتھ ہر قسم کی برائی فتنہ وفساد اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لڑائی، جھگڑا سے منع فرمایا ہے، حتیٰ کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کا مکمل احترام ہوتا تھا، جنگیں بند ہو جاتی تھیں، لڑائی جھگڑے، قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد سے وہ لوگ باز آجاتے تھے، ہر طرف سے امن وامان کا جھنڈا لہرانے لگتا تھا، مگر موجودہ دور میں مسلمانوں نے جہاں کتاب وسنت کی عام تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے وہیں ان مہینوں کی حرمت کو بھی پامال کر دیا ہے، بلکہ ہماری نئی نسل تقویم اور اسلامی مہینوں سے بالکل ناواقف ہے۔ انھیں اسلامی ماہ اور تاریخوں کا علم نہیں ہے۔ پھر برائیوں کا ارتکاب اور لڑائی جھگڑا تو ہر وقت یکساں طور پر ہی جاری رہتا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اپنے آپ کو، پھر نئی نسل کو اسلامی تقویم اور مہینوں سے متعارف کرانا چاہیے۔ انگریزی سے تو ہم واقف ہوتے ہیں لیکن ہجری تاریخوں سے ناواقف بلکہ عیسوی سال نو کے آغاز پر ہم مبارکبادی اور خیر مقدمی کلمات کہنے سے گریز نہیں کرتے جب کہ اسلامی سال نو کے آغاز کا ہمیں علم تک نہیں ہوتا۔ افسوس یہ غیر اسلامی شعور کا ماتم ہی نہیں بلکہ اغیار کی مشابہت اختیار کرنے اور ان سے مرعوب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ یہ ہمارا اسلامی فریضہ ہے کہ ہم خود اسلامی مہینوں کو معلوم کریں اور اپنی نئی نسل کو اسلامی سال اور مہینوں سے واقف کرائیں اور عظمت والے اور محترم مہینوں کا بھرپور ادب واحترام کریں، مگر افسوس اس ماہ کا استقبال کرنے کے بجائے مسلمانوں کا ایک طبقہ اس ماہ کے آتے ہی بے شمار بدعات وخرافات میں سر سے پیر تک ڈوب جاتا ہے۔ ہندوستان پاکستان اور جن ممالک پر تشیع کے اثرات رہے ہیں، وہاں نہ صرف اہل تشیع بلکہ اہل سنت کی اکثریت بھی ماہ محرم کا استقبال رنج وغم سے کرتی ہے، اس مہینہ میں زیب وزینت پر پابندی لگادی جاتی ہے، شادی بیاہ اور ہر طرح کی خوشی منانا ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے، دسویں محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن مناتے ہوئے ان کی یاد میں باضابطہ طور پر نوحہ وماتم کی مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں، لوگ جگہ جگہ اکٹھا ہو کر ایک ہی انداز اور طرز پر اپنے چہروں کو مار مار کر زخمی کرتے ہیں، سینہ کوبی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں، کپڑے پھاڑتے ہیں، اور اپنے جسم کو لہولہان کرتے ہیں بلکہ مرد وخواتین کالے کپڑے زیب تن کر کے ماتمی جلوس نکالتے ہیں جب کہ ہماری شریعت میں اس عمل کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے۔ اس عمل سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے مگر مسلمانوں کے یہاں سال نو آتے ہی نوحہ و ماتم کا ایک ہنگامہ بپا ہو جاتا ہے۔ ماہ محرم کا دن جسے رسول اللہ ﷺ نے روزہ کا دن قرار دیا تھا، اس دن روزہ رکھنے کے بجائے بے شمار بدعات و خرافات کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور عوام تو عوام کتنے خواص تک اس دن کی صحیح سنت سے بے تعلق ہو کر خرافات و منکرات کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان خرافات کو دینی کام سمجھتے ہیں۔ محترم مولانا عبدالسلام رحمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں:

''اب تو صورت یہ ہوگئی ہے کہ محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی حادثہ کربلا کی یاد شروع ہو جاتی ہے، اسٹیج سجنے لگتے ہیں اور شیعوں وخرافیوں کے حلقے میں نہیں بلکہ خرافات سے خود مستثنیٰ سمجھنے والوں کے حلقوں میں بھی بڑا زور وشور پیدا ہو جاتا ہے، اور بڑے بڑے ثقہ حضرات فضائل محرم و حادثہ کربلا و شہید کربلا سے متعلق بے سروپا روایات کو پورے زور وقوت کے ساتھ بیان کرتے نظر آتے ہیں، پورے عشرہ تقاریر کا سلسلہ چلتا ہے اور وعظ و بیان کی محفلیں جمتی ہیں۔ ان کی بلا سے روایات بے بنیاد ہوں اور بیان خلاف تحقیق ہو، یہی وجہ ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس موضوع پر تحقیقی معلومات سے عموماً عاری ہوتے ہیں۔ وہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے معاملے میں جذبات کا شکار ہوتے ہیں اور فضائل محرم اور یوم عاشورہ کی بابت بے بنیاد روایتوں کو صحیح اور حقیقت سمجھتے ہیں۔ حضرت حسینؓ کی شہادت تاریخ اسلام کا کوئی نادر الوجود واقعہ نہیں ہے، ان سے بھی بڑے بڑے صحابہ اس سے بھی اعلیٰ و ارفع مقاصد کے لیے لڑے اور شہید ہوئے، مگر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے، نہ ان کے اتباع اخیار نے، نہ ائمہ عظام نے سال بہ سال ان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ شہادت کی محفلیں منعقد کیں، نہ ان کی برسی منائی، نہ ان پر سالانہ عزا و ماتم کا کوئی سلسلہ جاری کیا۔ حادثہ کربلا کے بعد ہی کی پیداوار ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم حسن بصری و پیران پیر وغیرہ ائمہ و اولیاء اور بزرگان دین ہیں۔ کیا ان حضرات نے بھی اس حادثہ کے سلسلہ میں وہ سب کچھ کیا جو آج کیا جارہا ہے یا وہ سب کرنے کو کہا جس کا اسلامی مہینہ کے شروع ہوتے ہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔'' (محرم الحرام ومسئلہ حضرت حسین ویزید، ص ۱۳)

محرم الحرام کے ابتدائی دس دن

عشرہ محرم (محرم کے ابتدائی دس دن) میں شیعہ حضرات جس طرح مجالس عزا اور محافل ماتم برپا کرتے ہیں ظاہر ہے یہ سب اختراعی چیزیں ہیں، اور شریعت اسلامیہ کے مزاج سے قطعاً مخالف ہیں۔ اسلام نے تو نوحہ و ماتم کے اس انداز کو جاہلیت سے تعبیر کیا ہے اور اس کام کو باعث لعنت بلکہ کفر تک پہنچا دینے والا بتایا ہے۔

بدقسمتی سے اہل سنت میں سے ایک بدعت نواز حلقہ اگرچہ نوحہ و ماتم کا شیعی انداز تو اختیار نہیں کرتا، لیکن ان دس دنوں میں بہت سی ایسی باتیں ضرور اختیار کرتا ہے جس سے رفض و تشیع کی ہم نوائی اور ان کے مذہب باطل کو فروغ ملتا ہے۔ مثلاً

(۱) شیعوں کی طرح سانحہ کربلا کو مبالغہ اور رنگ آمیزی سے بیان کرنا۔

(۲) حضرت حسین ویزید کی بحث کے ضمن میں بعض جلیل القدر صحابہ کرام حضرت معاویہؓ و مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ کو ہدف طعن و ملامت بنانے میں تامل نہ کرنا۔

(۳) دسویں محرم کو تعزیہ بنانا اور نکالنا، ان کو قابل تعظیم و پرستش سمجھنا اور ان سے منتیں مانگنا وغیرہ وغیرہ۔

(۴) دسویں محرم کو تعزیوں اور ماتمی جلوس میں ذوق وشوق سے شرکت کرنا، عورتوں کو کھلے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عام مَردوں کے ساتھ بے پردہ ہو کر برساتی کیڑوں کی طرح ابل پڑنا۔

(۵) ماہ محرم کو سوگ کا مہینہ سمجھ کر اس مہینہ میں شادیاں بند کر دینا۔

(٦) ذوالجناح گھوڑے کے جلوس میں شرکت کرنا اور اپنے بچوں کو ہرے رنگ کے کپڑے پہنا کر انھیں حضرت حسینؓ کا فقیر بنانا، تعزیہ میں روح حسین کو موجود اور انھیں عالم الغیب سمجھنا اور تعزیہ کو سجدہ کرنا اور حضرت حسینؓ کی مصنوعی قبر بنانا اور چار پائیوں پر نہ سونا، یا علیؓ، یا فاطمہؓ، یا حسینؓ کی دہائی دینا وغیرہ وغیرہ۔

(۷) محرم کی ابتدائی دس تاریخوں میں مرثیے کی مجلسیں جا بجا منعقد کرنا اور مرثیے بھی ایسے جو مبالغہ آرائی کی نادر مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ شعر

سارے فرشتے مل کر جبرئیل کے برابر
رو رو دفن کیے ہیں اس کربلا کے اندر

مرثیہ نویس کی داد دیجئے کہ اسے معلوم ہوا کہ فرشتے روتے بھی ہیں اور کربلا میں عالی مرتبہ فرشتوں نے بڑی تعداد میں جمع ہو کر رو رو کر حضرت حسینؓ کو دفن کیا۔ اگر یہ خیال آرائی نہ کی جاتی تو حضرت حسینؓ کے واقعہ کو افسانوی رنگ کس طرح دیا جا سکتا تھا۔

یہ بات ہر شخص پر واضح ہے کہ یہ سب چیزیں صدیوں بعد کی پیداوار ہیں۔ اس لیے ان کے شرک و بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی سے تعبیر فرمایا ہے جس سے مذکورہ خود ساختہ رسومات کی قباحت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایسے منحوس وملعون اور مردود حرکات اور افعال قبیحہ ماہ ربیع الاول تک جاری رہتے ہیں۔ افسوس کہ برسہا برس گزرنے کے بعد بھی اس تصویر کا رنگ پھیکا پڑنے کی بجائے روز بروز مزید شوخ ہوتا جا رہا ہے۔ سنی علماء ان چیزوں کو اپنی مجلسوں ومحفلوں میں عوام سے داد تحسین وصول کرنے کے لیے اسی تال وسر میں خوب مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں جو شیعیت کی مخصوص ایجاد اور اس کی انفرادیت کا غماز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعی رسومات کی تاریخ ایجاد وآغاز

لعنت کا آغاز

۳۵۱ء میں معزالدولہ (احمد بن بویہ دیلمی) نے جامع مسجد بغداد پر نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد، یہ عبارت لکھوادی:

لعن الله معاوية بن سفيان ومن غصب فاطمة فدكاً ومن منع من دفن الحسن عند جده ومن نفى ابا ذر ومن اخرج العباس عن الشورى.

(تاریخ ابن اثیر، ۱۷۹/۸)

''معاویہ بن سفیانؓ، حضرت فاطمہؓ سے فدک کی جائیداد ہڑپ کرنے والوں، حضرت حسنؓ کو روضہ نبوی میں دفن سے روکنے والوں، حضرت ابوذرؓ کو جلاوطن کرنے والوں اور حضرت عباسؓ کو شوریٰ سے خارج کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔''

عید غدیر کی ایجاد

معزالدولہ نے ۱۸رذی الحجہ کو بغداد میں عید منانے کا حکم دیا اور اس عید کا نام عید ''غدیر خم'' رکھا، خوب ڈھول بجائے گئے اور خوشیاں منائی گئیں۔ اسی تاریخ یعنی ۱۸رذی الحجہ ۳۵۱ھ کو شیعوں نے یہاں تک رواج دیا کہ آج کل کے شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عید غدیر کا مرتبہ عیدالاضحیٰ سے زیادہ ہے۔ (ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص ۱۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعہ حضرات کا گمان ہے کہ اس تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم جو خطبہ دیا تھا، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمان کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا ولی عہد بنایا تھا۔ اور آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ. (سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۲/۲۱۳، سنن ابن ماجه المقدمة، باب فی فضائل اصحاب الرسول ﷺ، ۱/۴۵، رقم الحدیث ۱۲۱، مسند احمد ۱/۸۴)

''میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہوں گے۔''

من کنتُ مولاہُ فعلی مولاہُ کی تشریح

یہ حدیث مسند احمد میں سات مختلف روایتوں سے درج ہے۔ الشیخ شاکر رحمۃ اللہ نے مذکورہ ساتوں روایات کی سند کی تحقیق فرمائی ہے۔ (مسند احمد، تحقیق الشیخ شاکر، ج ۲، حدیث ۶۴، ۶۷۰، ۹۵۰، ۹۶۱، ۹۶۴، ۱۳۱۰)

ڈاکٹر علی احمد سالوس مذکورہ روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انھوں نے مذکورہ روایات کے ساتھ اپنی تمام روایات کو اپنی کتاب حدیث الثقلین وفقہ میں جمع کیا ہے جس کے بارے میں رافضیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ خود حضرت علیؓ کی خلافت سے متعلق ہیں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں ''مذکورہ روایات اور اس قسم کی تمام روایتیں ضعیف ہیں۔'' (اثر الامامۃ فی فقہ الجعفری واصولہ ص ۱۱۲)

مذکورہ حدیث کی اسناد سے قطع نظر متن حدیث بذات خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی نشاندہی نہیں کرتی ہے۔ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حجۃ الوداع سے سات آٹھ ماہ قبل اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تقریباً تین سو افراد کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یمن بھیجا اور وہ حج کے موقع پر یمن سے آکر حضور ﷺ سے عرفہ میں ملے۔ ان افراد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وہ ساتھی بھی تھے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یمن میں بعض اقدامات پر اعتراض تھا اور انھوں نے واپس آکر ان اعتراضات کا اظہار کیا جو معقول نہیں تھے، کیونکہ شیطان ایسے موقع کا فائدہ اٹھا کر دلوں میں میل پیدا کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب صورت حال کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ضرورت محسوس کی کہ معترضین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت توحید کی راہ میں جدوجہد کی وجہ سے جو بلند مقام اور درجہ حاصل ہے اس سے انھیں باخبر کردیں، اسی مقصد کے لیے آپ ﷺ نے وہ خطبہ دیا جس میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا جملہ بھی ارشاد فرمایا۔

عربی زبان میں مولیٰ کے معنی آقا، غلام اور آزاد کردہ غلام کے ہیں۔ یہ لفظ عربی میں حلیف، دوست، مددگار اور محبوب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس حدیث کا آخری دعائیہ جملہ اس بات کا واضح قرینہ اور ثبوت ہے کہ یہاں یہ لفظ دوست اور محبوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر آپ اس حدیث کے رافضی تفسیر کے بقول کلینی و خمینی دیگر رافضی علماء کے اللہ کے حکم کا انکار کرتے ہوئے صرف یہی نہیں کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا اعلان نہیں کیا بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی نماز کی امامت کے لیے بھی آگے بڑھایا۔ مگر کلینی، خمینی اور دیگر شیعہ علماء کی رافضی تفسیر کے مطابق نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ نے حکم الٰہی کا انکار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان نہیں کیا بلکہ نماز کی امامت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا۔

واضح رہے کہ آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر علی الترتیب عمر فاروق، عثمان ذوالنورین اور علی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہم اس طرح کہتے تھے: ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ اور آپ کو اس بات کی اطلاع ہوتی تھی لیکن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نکیر نہیں فرماتے تھے۔ (اصل کتاب میں اسی طرح ہے۔ ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی۔ ہیثمی نے بھی مجمع الزوائد ۹/ ۵۸ میں اسی طرح روایت کیا ہے اور معجم طبرانی کبیر معجم طبرانی اوسط اور مسند ابویعلی کا حوالہ دیا ہے۔)

نبی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے کیونکہ امت میں وہ سب سے افضل اور سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو اپنی آخری بیماری کے دنوں میں جب کمزوری زیادہ ہوگئی تو نماز پڑھانے کے لیے اپنی جگہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو مسلمانوں کا امام مقرر کیا تھا۔ اس حکم سے آنحضرت ﷺ کا یہ اشارہ تھا کہ میرے بعد میری جگہ پر ابوبکرؓ ہی کو خلیفہ اور سردار بنایا جائے چنانچہ آپؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی خلافت پر بیعت کرنے پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد منصب خلافت کے سب سے زیادہ مستحق حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ خلیفہ اول کے بعد صحابہ میں سب سے افضل وہی تھے، نیز خلیفہ اول نے انھیں خلافت کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حق دار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ خلیفہ دوم کے بعد وہ صحابہ میں سب سے افضل تھے۔ نیز مجلس شوریٰ نے انہی کو خلافت کے لیے منتخب کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حق دار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ خلیفہ سوم کے بعد وہ صحابہ میں سب سے افضل تھے اور امت مسلمہ کا ان کے خلیفہ بنائے جانے کا متفقہ فیصلہ تھا۔ یہی چاروں خلیفہ ہدایت یافتہ خلفائے راشدین ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وكل بدعة ضلالة. (اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے)

''تم میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ اپناؤ اور اسے مضبوطی سے تھامے رہو اور دین میں نئی باتوں کے ایجاد کرنے سے بچتے رہو کیونکہ دین میں ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

نیز فرمایا:

خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يوتى الله الملك من يشاء.

(مسند امام احمد، ۵/۲۲۰، ۲۲۱، وسنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب فی الخلفاء ۴۶۴۶، ۴۶۴۷، وجامع ترمذی ابواب الفتن، باب ماجاء فی الخلافة ۲۲۲۷)

''خلافت نبوت تیس برس تک رہے گی پھر بادشاہت اسے ملے گی جسے اللہ چاہے گا۔''

چنانچہ خلیفۂ چہارم علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اس حدیث میں مذکور خلافت کا آخری زمانہ تھا۔

حضرت سفیان ثوری جو باوجویکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زبردست حامی تھے، وہ اس حمایت اور تائید کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جس نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ مستحق تھے تو اس نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور مہاجرین وانصار کے متفقہ فیصلے کے ساتھ ظلم وزیادتی کی اور میرا خیال ہے کہ ایسا شخص جس کا مذکورہ دعویٰ ہو، شاید ہی اس کے اعمال کو آسمان میں شرف قبولیت حاصل ہو۔'' (فتاوىٰ الامام بالمسائل النثورة، ص۲۸٦)

رسول اللہ ﷺ کا ہر قول وفعل بموجب حکم الٰہی ہوا کرتا تھا قرآن مجید کی زبان میں:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحىٰ. (النجم: ۴)

''آپ اپنی خواہشات کے مطابق کچھ نہیں کہتے ان کی ہر بات وحی الٰہی کے عین مطابق ہوا کرتی تھی۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے اس موقف نبوت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"منصب خلافت کا اہل بیت سے نکل کر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے ہاتھوں نکل جانے کا راز تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوتے تو بدطینتوں اور بدخواہوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ نبی تو بادشاہ تھے اور ان کے بعد ان کے اہل خانہ کو اقتدار کی موروثی گدی مل گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے منصب رسالت کو ان شبہات اور اعتراضات سے دور رکھا۔"

(بدیع الفوائد ابن قیم الجوزیہ بحوالہ حقیقت رافضیت، ص ۱۶۵)

ماتم اور تعزیہ داری کی ایجاد

۳۵۲ھ کے شروع ہوتے ہی ابن بویہ مذکور نے حکم دیا کہ ۱۰ محرم الحرام کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے غم میں دوکانیں بند کردی جائیں، خرید و فروخت بالکل موقوف رہے، شہر و دیہات کے لوگ ماتمی لباس پہنیں اور اعلانیہ نوحہ کریں۔ عورتیں اپنے بال کھولے ہوئے چہروں کو سیاہ کیے ہوئے کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مرثیہ پڑھتی، منہ نوچتی اور چھاتیاں پیٹتی ہوئی نکلیں۔ شیعوں نے اس حکم کی بخوشی تعمیل کی مگر اہل سنت دم بخود اور خاموش رہے کیونکہ شیعوں کی حکومت تھی۔ آئندہ سال ۳۵۳ھ میں پھر اسی حکم کا اعادہ کیا گیا اور سنیوں کو بھی اس کی تعمیل کا حکم دیا گیا۔ اہل سنت اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکے چنانچہ شیعوں اور سنیوں میں فساد برپا ہوا اور ایک دوسرے کا خون بہایا گیا۔ بہت بڑی خوں ریزی ہوئی۔ اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم کو زیر عمل لانا شروع کردیا اور آج تک اس کا رواج ہندوستان میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہندوستان[1] میں اکثر سنی لوگ بھی تعزیہ بناتے ہیں۔ (تاریخ اسلام، اکبر خاں نجیب آبادی، ۲/ ۵۶۶، طبع کراچی)

[1] ہندوستان ہی تک یہ رسم بد محدود نہیں ہے بلکہ پاکستان، افغانستان، ایران، عراق، بنگلہ دیش اور نیپال وغیرہ میں بھی یہ رسم بد جاری ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعیت کا فتنہ

بنی بویہ نہایت متعصب شیعہ[1] تھا چند دنوں تک وہ خاموش رہا پھر اس کے تعصب کا ظہور ہونے لگا۔ دولت عباسیہ کے بہت سے وزراء اور متوسلین عجمی اور شیعہ تھے، ان میں

[1] یہودیت اور مجوسیت کی آمیزش سے شیعہ کا جنم ہوا، اگر چہ اس نئے دھرم نے اسلام ہی کا لبادہ زیب تن کیا لیکن حقیقت میں اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہوئے فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ. (الحجرات:۹) ''ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' لیکن اس حقیقت کے باوجود شیعہ قرآن کو محرف مانتے ہیں اور ان کی معتبر کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ ملاحظہ ہو: الکافی فی اصول الکتاب فضل القرآن باب النوادر. ہشام بن سالم نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے کہ جو قرآن جبرئیل علیہ السلام محمد ﷺ پر لائے، وہ ستر ہزار آیات پر مشتمل ہے۔ آج جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے اس میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں لیکن شیعی قرآن میں سترہ ہزار آیات ہیں۔ ملاحظہ ہو: الکافی فی الاصول کتاب الحجة، باب ذکر الصحیفة والجعفر والجامعة ومصحف فاطمه.

اب آئیے صحابہ کرام کے سلسلہ میں دیکھیں کہ یہ حضرات کیا عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ مشہور شیعہ عالم الکشی فرماتے ہیں: ابوجعفر نے فرمایا ہے کہ نبی کے بعد تمام صحابہ مرتد ہوگئے، صرف تین بچے۔ میں نے کہا: وہ تین کون تھے؟ فرمایا: مقداد بن الاسود، ابوذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ۔ ابوجعفر نے فرمایا: مہاجرین وانصار سب کے سب مرتد ہوگئے اور اپنے ہاتھ سے تین کا اشارہ کیا۔ رجال الکشی، ص ۱۲-۱۳۔ اس روایت کے پیش نظر حضرت علیؓ اور حسنؓ وحسینؓ وغیرہم بھی مرتدین کی فہرست میں آجاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اسی طرح حضرت ابوبکر وعمر وعثمان امیر معاویہ نیز طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم اجمعین اور دوسرے صحابہ کے سلسلے میں ان کی کتابیں ہفوات والزامات اور گالیوں سے بھری ہیں۔ ان ہستیوں پر وہ الزامات لگائے گئے ہیں جن کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اب جو شخص قرآن کو محرف اور صحابہ کو مرتد قرار دے وہ بھلا مسلمان کیسے ہوسکتا ہے۔ احادیث نبویہ کے سلسلے میں شیعہ صرف انہیں احادیث کو مانتے ہیں جو ان کے ائمہ سے مروی ہوں، بقیہ احادیث کے منکر ہیں، چنانچہ بخاری ومسلم اور دیگر کتب صحاح ستہ پر ان کا ایمان نہیں، چنانچہ ایرانی دستور کے دفعہ۲ میں یہ صراحت مذکور ہے۔ یہ نظام کتاب اور سنت ائمہ معصومین پر قائم ہوگا۔ امامت ورجعت اور تقیہ ومہدویت جو شیعی مذہب کے بنیادی ارکان ہیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ امامت ان کے یہاں رکن ایمان ہے، اس عقیدے کے ساتھ کوئی معصیت نقصان نہیں پہنچاتی۔ (اصول الشیعه واصولها، ص ۱۰۷، ۱۰۸) تمام ائمہ غیب کا علم رکھتے ہیں، چنانچہ الکافی فی الاصول، کتاب الحجة، باب ان الائمة اذا شاؤا ان یعلموا علموا میں ہے: جعفر سے روایت ہے کہ جب امام کسی چیز کو جاننا چاہتا ہے جان لیتا ہے۔ (باقی اگلے صفحه پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی نے اعلانیہ شیعیت کی ترویج واشاعت کی جرأت نہ کی تھی۔ معز الدولہ نے خلفاء کی قوت کو ختم کرنے کے ساتھ ہی بغداد میں شیعیت کی تبلیغ شروع کر دی اور ۳۵۱ھ میں

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسی طرح باب ان الائمة يعلمون متى يموتون وانهم لايموتون الا باختيارهم میں ہے کہ جعفر بن الباقر نے کہا: جو امام غیب نہ جانے اور انجام سے باخبر نہ ہو، وہ مخلوق پر اللہ کی حجت نہیں۔ خمینی کا ارشاد ہے: یہ ہمارے ضروریات مذہب میں سے ہے کہ ہمارے ائمہ کو وہ مقام حاصل ہوتا ہے جہاں کوئی مقرب فرشتہ اور نہ ہی نبی مرسل کا گزر ہوسکتا ہے، نیز فرمایا: ہم ائمہ کے سلسلے میں سہو اور غفلت تک کا گمان نہیں کر سکتے۔ (الحكومة الاسلاميه، ص ۵۲) اسی طرح ولایت وصایت شیعی دین کے ارکان خمسہ میں داخل ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو: الكافي في الاصول، باب دعائم الاسلام. ابوجعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنى الاسلام على خمس: الصلوة والزكوة والصوم والحج والولاية. ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ولایت۔ یعنی کلمہ توحید کی شہادت ان کے دین کا رکن نہیں بلکہ ولایت دین کا رکن ہے۔ مہدویت کا عقیدہ تمام فرقہائے شیعہ میں قدر مشترک ہے، ہر فرقہ ایک نہ ایک شخص کو مہدی تسلیم کر کے اس کے دوبارہ ظہور کا منتظر ہے، چنانچہ اثنا عشریہ اپنے بارہویں امام المہدی جو حسن عسکری کے بیٹے ہیں، مہدی منتظر مانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بچپن ہی میں غائب ہوگئے ہیں، شیعوں کے لیے فوج تیار کر رہے ہیں۔ انہیں کے پاس اصل قرآن ہے، قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے، ان کے ساتھ شیعوں کی فوج ہوگی اور قرآن ہوگا، عدل وانصاف کو نافذ کریں گے اور آل بیت کی حکومت ہوگی۔

رجعت کا عقیدہ مہدویت کے عقیدے سے متعلق ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ مہدی کے ظہور کے بعد اللہ تعالیٰ محمد ﷺ، علیؓ، فاطمہؓ اور حسینؓ اور ائمہ اہل بیت اور ان کے مخالفین ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کو لوٹائے گا، پھر نبی ﷺ ابوبکرؓ، عمرؓ وعثمانؓ سے بدلہ لیں گے۔ اسی طرح تقیہ ان کے دین کا اساسی عنصر ہے۔ اس کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے ایسی باتیں کہیں یا کریں جس کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں، ایک مقدس عمل ہے، اس کا ترک ناقابل معافی جرم ہے، چنانچہ امام زین العابدین سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے ہر گناہ کو معاف کر دے گا اور دنیا وآخرت میں اس کو اس سے پاک کر دیتا ہے۔ صرف دو گناہ ہیں جو معاف نہیں ہوتے، ایک تقیہ کا ترک کرنا اور دوسرے بھائیوں کے حقوق کو ترک کرنا اور حضرت علی سے منقول ہے کہ ''تقیہ مومن کا افضل ترین عمل ہے۔'' (تفسیر العسکری، ص۱۶۲)

اسی طرح شیعہ بالعموم صفات الٰہی کے سلسلے میں جہمی یعنی منکرین صفات اور فعل العباد کے سلسلہ میں قدری یعنی تقدیر کے منکر ہیں۔ اب جس قوم کے افراد قرآن کو محرف اور صحابہ کرام کو مرتد قرار دیں، احادیث صحیحہ کا انکار کریں، صفات الٰہی اور تقدیر کے منکر ہوں، ائمہ کو معصوم اور عالم الغیب مانیں، مہدویت ورجعت جیسے خرافات کو تسلیم کریں، بھلا ان کا اسلام سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ (احکام شریعت، کتاب وسنت کی روشنی میں، حاشیہ ص ۳۲-۳۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جامع اعظم کے پھاٹک پر یہ تبرا لکھوایا:

”معاویہ بن ابی سفیان، غاصبین فدک، امام حسین کو روضہ نبوی میں دفن کرنے سے روکنے والوں، حضرت ابوذر غفاری کو جلاوطن کرنے والوں اور عباس کو شوریٰ سے خارج کرنے والوں پر لعنت ہو۔“

معز الدولہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بغداد میں شیعوں کے تمام مراسم جاری کرادیے۔ عید غدیر کے دن عام عید اور جشن مسرت منانے کا حکم دیا۔ محرم کے لیے حکم جاری کیا۔ عاشوراء کے دن تمام دوکانیں اور کاروبار بند رکھے جائیں، کل مسلمان خاص قسم کی ٹوپیاں پہن کر نوحہ و ماتم کریں، عورتیں چہرہ پر بھبھوت مل کر، مو پریشان و گریبان چاک سینہ کوبی کرتی ہوئی شہر میں ماتمی جلوس نکالیں۔ سنیوں پر یہ احکام بہت شاق گزرے لیکن شیعوں کی قوت اور حکامت کے سامنے بے بس تھے، اس لیے ان احکام کو منسوخ نہ کرا سکے لیکن اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ محرم ۳۵۳ھ میں شیعوں اور سنیوں میں سخت فساد ہوا اور بغداد میں بڑی بدامنی پھیل گئی۔ (ابن اثیر، ۸/ ۱۸۴، بحوالہ تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی ۴/ ۱۲-۱۳)

تبرا بازی

محرم کے ابتدائی دس دنوں میں خاص کر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پر تبرا بازی کی جاتی ہے جس کے بغیر شیعوں کی محفل ماتم حسین مکمل نہیں ہوتی۔ خصوصاً حضرت معاویہ[1]

---

[1] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ کاتب وحی، رسول اللہ ﷺ کے نسبتی بھائی ہیں، مسلمانوں کے ماموں ہیں، فاتح روم و شام ہیں، خلفاء ثلاثہ (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ) کے معتمد رفیق ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: اللّٰهم اجعله هاديا مهديا. ”اے اللہ! انہیں ہادی اور مہدی بنا۔“ اللّٰهم فقهه في الدين. ”اے اللہ! ان کو دینی فقاہت عطا فرما۔“ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ فرماتے: اكتب يا معاوية. ”لکھو معاویہ۔“ یہود و نصاریٰ کے خلاف پہلی بحری معرکہ آرائی آپ ہی کی قیادت میں ہوئی۔ بحری بیڑے کا آغاز آپ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بن ابی سفیان، حضرت عمرو بن العاص، حضرت جعفر بن شعبہ اور یزید بن معاویہ کو گالیاں دی جاتی ہیں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم پر بہتان لگائے جاتے ہیں۔ شیعوں کا کہنا ہے کہ حضرت حسینؓ کو ابن زیاد نے

(گزشتہ سے پیوستہ) اسلامی تاریخ کے کم و بیش چالیس سال حضرت معاویہؓ سے وابستہ ہیں۔ بیس سال گورنر (دور خلافت راشدہ میں)، حضرت حسن بن علیؓ سے مصالحت کے بعد ۱۹ سال سلطنت اسلامیہ کے فرماں روا کی حیثیت سے انھوں نے ملت کی قیادت کی۔ مملکت اسلامیہ کی حدیں ۶۴ لاکھ مربع میل (تقریباً نصف دنیا) تک جا پہنچیں اور اسلام کی عالمگیر دعوت نے کرۂ ارض کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ ان تاریخ ساز کامیابیوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا مکمل تعاون حاصل رہا۔ آج بھی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے تو یہودیوں اور نصرانیوں پر سنسنی طاری ہو جاتی ہے۔ عصر حاضر کے پیشہ ور مقررین اور مصنفین تاریخ کے مشکوک و مصنوعی مواد کی آڑ میں سبائیت کے موقف کو تقویت پہنچانے والے قابل اعتماد نہیں ہیں، جن کے زبان و قلم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی کردار کشی کرنے کے لیے وقف ہیں۔ تاریخ کے بیمار حوالوں سے اسلام کے انقلابی کرداروں کے خلاف غوغا آرائی صیہونی لابی کے اسلام دشمن پروپیگنڈہ کا اہم حصہ ہے، جسے بے نقاب کرنا عہد حاضر میں جہاد سے کم نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اسلام کی متاع عزیز ہیں، یہ ہمارے دور اساسی کے نمائندہ کردار ہیں۔ اگر حضرت معاویہ پر تنقید کی جائے گی تو خلفاء ثلاثہ پر امت کا اعتماد مجروح ہوگا۔ کیا یہ معمولی نقصان ہے؟ پہلا بحری بیڑہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی قیادت میں جزیرہ قبرص کو روانہ ہوا، جس کی کامیابیوں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ مسلسل پچاس جنگیں رومی عیسائیوں سے حضرت معاویہ نے لڑیں۔ ہر محاذ پر الحمدللہ فرزندان اسلام فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے۔ تمام جزائر قبرص میں اسلام کا پرچم لہراتا نظر آیا اور یہ پورا علاقہ مشرف بہ اسلام ہو کر سلطنت اسلامیہ کا حصہ بن گیا۔ انہی بحری معرکوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فتح کی نوید کے ساتھ ان میں شرکت کرنے والے مجاہدین کو جنت کی بشارت دی تھی۔ ہم صحابہ کرام کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ بھائیوں نے حضرت معاویہ کی کردار کشی میں تاریخ سازی کا محاذ کھول رکھا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین اختلافات کے شعلے منافقین نے بھڑکائے تھے۔ حضرت علیؓ و معاویہؓ انہی شعلوں کو اپنے اپنے انداز میں بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ دونوں اسلام کے مخلص رضا کار تھے، دونوں محمد ﷺ کے سچے شیدائی اور وفادار تھے، ان کی دیانت و اخلاص تمام شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یزید کے حکم سے قتل کیا تھا، اور یزید کو امیر معاویہؓ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اپنی وفات کے بعد اسے خلیفہ بنانے کے لیے بیعت لی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے واضح فرمان کے باوجود حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور خود خلیفہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنایا تھا اور حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہ کو شام کا گورنر مقرر کیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں اس عہدہ پر برقرار رکھا لہٰذا یہ سب سے سب لعن طعن کے مستحق ہیں۔ یہی سبب ہے یہ لوگ اہل بیت کا بدلہ لینے کے خیال سے صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں، اور ان پر لعن طعن کرتے ہیں، حالانکہ آپؐ کی امت تمام امتوں سے بہتر اور آپ کے صحابہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہیں۔ کسی صحابی کے بارے میں زبان کھولنا اور ریسرچ کے عنوان سے لعن طعن اور نکتہ چینی کرنا ہلاکت وتباہی کو دعوت دینا ہے۔ صحابی کی تعریف ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جس نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کو دیکھا ہو اور قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کے جو عمومی فضائل اور مناقب بیان کیے گئے ہیں ان کا اطلاق بھی ہر صحابی پر ہوگا۔ علامہ ابن حجر رحمہٗ اللہ نے صحابی کی جس تعریف کو سب سے زیادہ صحیح اور جامع قرار دیا ہے، وہ یہ ہے:

واصح ما وقفت عليه من ذلك ان الصحابى من لقى مومنا به ومات على الاسلام فيدخل فيمن لقيه من طالت مجالسته له أو قصرت ومن روى عنه أو لم يرو ومن غزا معه أولم يغزو ومن راه رؤية ولولم يجالسه ومن لم يره بعارض كالعمى. (الاصابة فى تميز الصحابة، ۱/۴)

''صحابی کی سب سے زیادہ صحیح تعریف جس پر میں مطلع ہوا وہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو، اور اسلام ہی پر اس کی موت ہوئی پس اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جس نے آپ سے ملاقات کی (قطع نظر اس کے کہ) اسے آپؐ کی ہم نشینی کا شرف زیادہ حاصل رہا یا کم، آپؐ سے روایت کی یا نہ کی، آپ کے ساتھ غزوے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں شریک ہوا یا نہیں اور جس نے آپ کو صرف ایک ہی نظر دیکھا اور آپ کی مجالس و ہم نشینی کی سعادت کا اسے موقع نہیں ملا اور جو کسی سبب کی بنا پر آپ کی رویت کا شرف حاصل نہ کر سکا جیسے نابینا۔‘‘

اسلام میں صحابہ کرام کی بڑی اہمیت ہے ان سے محبت والفت کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ شیعہ حضرات کا نظریہ اس کے برعکس ہے اور کسی نہ کسی حد تک اس کے مضر اثرات بعض سنیوں کے یہاں بھی پائے جاتے ہیں بقول مولانا محمد عامر عثمانی مرحوم ایڈیٹر تجلی دیوبند:

’’شیعوں نے ایسی ڈفلی بجائی کہ اچھے خاصے سنی علماء بھی رقص کرتے ہوئے نظر آنے لگے۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جملہ امتیوں میں سب سے افضل ہیں۔ صحابہ کرام کی حیات طیبہ بہت پاکیزہ تھی، ان کے سوا دنیا کے کسی آدمی کو ہم مثال نہیں بنا سکتے، متقون، مفلحون، فائزون، راشدون کے تمغوں کے براہ راست وہی حامل تھے، ان کے قدم ہمیشہ اللہ کی خوشنودی کی طرف ہی بڑھتے رہے، ان کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر مہر تصدیق ثبت کردی ہے: رضی اللہ عنھم ورضوا عنه. اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، رضامند ہی نہیں بلکہ ان خوش نصیبوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

قال النبی ﷺ لا تسبّوا أصحابی فلو انّ احدکم انفق مثل اُحدٍ ذھبا ما بلغ مد أحدھم ولا نصیفه. (صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذاً خلیلا ۲۵/۷، رقم الحدیث ۳۶۷۳، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سبّ الصحابة، ۳۳۲/۸، رقم الحدیث ۲۲۱-۲۲۲)

’’میرے صحابہ پر سبّ نہ کرو یعنی انھیں جرح وتنقید اور برائی کا ہدف نہ بناؤ انھیں اللہ نے اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خرچ کر دے، تو وہ کسی صحابی کے خرچ کردہ مد (تقریباً ایک سیر) بلکہ آدھے مد کے بھی برابر نہیں ہو سکتا۔''

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غیر صحابی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس ثواب کو نہیں پہنچ سکتا جو صحابہ کے ایک مد یا نصف مد خرچ کرنے پر اللہ نے انھیں عطا فرمایا ہے۔

مزید فرمایا:

قال قال رسول الله ﷺ الله الله في اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی فمن أحبهم فبحبی أحبهم ومن أبغضهم فيغضى ومن اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰه فيوشک ان ياخذه. (جامع ترمذی، ۲/۲۲۶)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بنانا یاد رکھو جس نے ان سے محبت کی پس میری محبت کی وجہ سے اس نے ان سے محبت کی۔ جس نے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی پس قریب ہے کہ اللہ اس کی گرفت کرے۔''

الحاصل صحابہ کرام کو گالی دینا لعن طعن کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ جمہور محدثین کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کو گالی دینا اور لعن طعن کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے حتی کہ بعض مالکیہ کا خیال ہے کہ ایسا شخص جو صحابہ کرام کو گالی دے، اسے قتل کر دینا چاہیے، لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک طبقہ اس فعل قبیح میں سب سے آگے ہے بلکہ اسے کار ثواب سمجھتا ہے، اس کی پوری طاقت صحابہ کرام اور خصوصاً خلفاء ثلاثہ کو گالی گلوچ دینے میں صرف ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لیے کتب شیعہ ملاحظہ فرمائیں، مثلاً کشف الاسرار امام خمینی مفتاح الجنان ابن بابویہ، قمی – قمی تفسیر قمی وغیرہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کو فاسق قرار دینا اور لعن طعن کرنا قرآن مجید کی ان پچیس آیتوں کی تکذیب ہے جن میں صحابہ کرام کی تعریف کی گئی ہے اور ان احادیث کی بھی تکذیب ہے جو ان کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں، اور ان کی فضیلت پر صحابہ کے اجماع کی بھی ان کے طرز عمل سے تکذیب ہوتی ہے۔

ہندوستان میں پہلا تعزیہ

متحدہ ہندوستان تعزیہ داری کی موجودہ رسم بد سے آٹھ سو سال تک پاک تھا۔ ۸۰۱ھ میں تیمور لنگ جو مذہباً شیعہ تھا، اس ملعون رسم کو ایجاد کرتا ہے اور ۹۶۲ھ میں ہمایوں بادشاہ بیرم خاں کو بھیج کر ۴۶ تولہ کا زمرد کا تعزیہ ہندوستان میں منگواتا ہے۔ یہ ہے پہلا تعزیہ جو ہندوستان میں آیا۔ (ریحان محمدی، از خطیب الاسلام مولانا محمد جونا گڈھی، ص ۲۴)

اس کے بعد آصف الدولہ نے ۱۲۱۳ھ میں لکھنؤ میں امام باڑہ بنوایا پھر محمد علی شاہ اور امجد علی شاہ نے امام باڑے بنوائے، پھر واجد علی شاہ نے مرثیہ خوانی کو رواج و ترقی دی۔ چنانچہ ایران افغانستان کے بعد ہندوستان میں جنوبی ہند اور لکھنؤ وغیرہ ان بدعات کا مرکز ٹھہرے اور لکھنؤ کے شیعہ بادشاہوں نے ایران کی جانشینی کا پورا حق ادا کردیا۔ سب سے پہلے عبداللہ بن سبا نامی یہودی نے طرح طرح کی سازشوں کے ذریعہ اسلام کی صاف شفاف تصویر کو داغدار بنایا اور حضرت عثمانؓ و علیؓ اور نواسۂ رسول حضرت حسینؓ اور جنگ جمل وصفین کے شہداء کے خون سے یہودیت کی شکست وریخت کے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

تعزیہ کی تردید

تعزیہ داری شرک و بت پرستی کے ضمن میں آتی ہے۔ آخر بت پرستی اور تعزیہ میں فرق کیا ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اولاً: تعزیہ میں روح حسین کو موجود اور انھیں عالم الغیب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ کسی بزرگ کی روح کو حاضر وناظر جاننا اور عالم الغیب سمجھنا شرک وکفر ہے چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ:

من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر.

''جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اور وہ علم رکھتی ہیں، وہ کافر ہے۔''

ثانیاً: تعزیہ پرست تعزیوں کے سامنے سر پھوڑتے ہیں جو سجدہ ہی کے ضمن میں آتا ہے اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا، چاہے وہ تعبدی ہو یا تعظیمی شرک صریح ہے۔ چنانچہ کتب حنفیہ میں بھی سجدہ لغیر اللہ کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ کہتے ہیں:

ان كان لغير الله تعالىٰ على وجه التعظيم كفر.

''غیر اللہ کو تعظیمی طور پر سجدہ کرنا کفر ہے۔''

اور علامہ قہستانی حنفی فرماتے ہیں:

يكفر بالسجدة مطلقا یعنی غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا مطلقاً کافر ہے چاہے سجدہ عبادتاً ہو یا تعظیماً۔

ثالثاً: تعزیہ پرست مرثیہ خوانی وسینہ کوبی کرتے ہیں۔ مرثیہ خوانی وغیرہ خود غیر اسلامی فعل ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے:

نهىٰ رسول الله ﷺ عن المراثي. (ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء في البكاء على الميت ١/ ٥٠٧، رقم الحديث ١٥٩٢)

رابعاً: تعزیہ پرست تعزیوں سے اپنی مرادیں اور حاجات طلب کرتے ہیں جو صریحاً شرک ہے۔

خامساً: تعزیہ پرست حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مصنوعی قبر بناتے ہیں اور اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیارت کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں، حالانکہ حدیث میں آتا ہے:

من زار قبراً بلا مقبور كأنما عبد الصنم. (رواه الطبرانی والبيهقی بحوالة رسالة تنبيه الضالين ازمولانا اولاد حسن والد نواب صدیق حسن خاں)

''جس نے ایسی خالی قبر کی زیارت کی جس میں کوئی میت نہ ہو تو گویا اس نے بت کی پوجا کی۔''

الحاصل تعزیہ ہزاروں برائیوں کا سرچشمہ ہے، جس سے نخوت، ادبار، تنزل، حماقت، جہالت، شر وفساد نمایاں ہیں، اور خود حضرت حسینؓ کی تحقیر و توہین ہے۔ تعزیہ بنانا، اس کا سجدہ وطواف کرنا، روحِ حسین کا عقیدہ رکھنا اور ماتم وسینہ کوبی وغیرہ کبیرہ گناہ ہے۔ ذرا انصاف کیجئے کہ اگر کفار پتھر کی مورتیں تراش کر پوجیں تو وہ مشرک کہلائیں اور اگر مسلمان کاغذ و بانس کی قمچیوں کا ڈھانچہ بنا کر اس کے سامنے اپنا سر ٹیکیں تو خالص مسلمان ہیں۔ مولانا حالی رحمۃ اللہ نے اس کا ماتم یوں کیا ہے:

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

حضرت حسینؓ کی برسی

محرم کے ابتدائی دس دنوں میں بدعات وخرافات اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی برسی کی بابت مفسر قرآن علامہ مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جوانانِ جنت کے سردار کی برسی اسی ماہ میں ہر جگہ کی طول وعرض میں منائی جائے گی لیکن کیونکر اور کس طرح؟ اس کے سرخ سرخ خون کی یاد میں نئے نئے سبز رنگ کے کپڑے رنگ کر پہنے جائیں گے۔ وہ بھوکا رہا تھا اس کی بھوک کی یاد میں لذیذ کھانے کھائے جائیں گے، اور گھر مزیدار حلوے اور شیرمالوں کے حصے تقسیم ہوں گے۔ وہ پیاس میں تڑپا تھا اس کی پیاس کو یاد کر کے برف اور دودھ ڈال کر اعلیٰ درجہ کے مکلّف شربت تیار ہوں گے، اور ان کے کئی کئی گلاس زیرِ حلق اتارے جائیں گے۔ اس نے اپنی راتیں رکوع وسجود میں قیام وتلاوت میں، مناجات وذکر وفکر میں بسر کی تھی اور اس کی برسی منانے والے مٹی کے چراغ، بجلی کے قمقمے اور گیس کے ہنڈے جلا جلا کر ساری رات ایک میلہ اور جشن قائم رکھیں گے۔ اس کے گھر کی معزز خاتون معاذ اللہ موسیقی کا ذکر ہی کیا شاید شاعری کے قریب نہ گئی تھیں اس گھرانے کی باندی اور کنیز ہونے پر فخر کرنے والی عورتیں اپنی راتیں خوش الحانی کی پوری روایت کے ساتھ سوز خوانیوں کے کلمات دکھانے میں بسر کر دیں گی۔ اس کے کان میں شاید ساری عمر کبھی باجے کی آواز نہ پڑی ہو آج اس کے نام پر عشرہ بھر ہر ہر گلی کوچہ ڈھول اور تاشوں کے شور سے گونج کر رہے گا۔ تعزیہ اٹھیں گے، علم گشت کریں گے، براق بنیں گی، مجلسیں برپا ہوں گی، کہیں چائے تقسیم ہوگی، کہیں شیرمال بنیں گے، غرض پورے دس دن خوب دل کھول کر جشن رہے گا جو کھانا کبھی نہ کھائے تھے کھانے میں آئیں گے، جو منظر کبھی نہ دیکھے تھے دیکھنے میں آئیں گے، اور یہ سب کچھ کون کرے گا؟ آریہ نہیں یہودی نہیں، ہندو نہیں، پارسی نہیں، دشمن نہیں، دوست غیر مسلم نہیں اپنے کو مسلمان کہلوانے والے اور مسلمانوں میں بھی اپنے آپ کو سنی کہنے والے اور اہل سنت پر فخر کرنے والے لوگ کریں گے، اور اگر کوئی اس سارے ہنگامہ عیش وعشرت کے خلاف یادایام کے نہیں تمسخر یادایام کے خلاف زبان کھولے تو وہ مردود ہے، دشمن اہل بیت ہے، لامذہب ہے، بے دین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہابی ہے، گستاخ رسول ہے اور سب کے عقائد کو بگاڑنے والا ہے۔
(ہفت روزہ المنبر، فیصل آباد، شمارہ ۶، تاریخ ۶ دسمبر ۱۹۷۸ء)

ماتم وسینہ کوبی

اسلام سے نابلد مسلمانوں نے اس مہینہ کو ماتم وسینہ کوبی کا مہینہ قرار دیا ہے، حالانکہ میت پر رونا دھونا، ماتم کرنا، سینہ کوبی، گریبان چاک کرنا وغیرہ وغیرہ سخت گناہ ہے۔ شریعت اسلامی میں اس عمل کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے۔ اس عمل بد سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے، لیکن کس قدر عجیب معاملہ ہے جس دین کو ماننے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، اس دین کی تعلیمات سے روگردانی ہماری پہچان بنتی جارہی ہے۔ کسی کی وفات یا شہادت پر رنج وغم کر کے دکھ منانے کا طریقہ اور اس کی حدیں متعین کردی گئی ہیں۔ آنکھ سے آنسو بہائے جاسکتے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تھے، جن کو دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے کہا: **أنت يا رسول الله.** اے اللہ کے رسول ﷺ آپؐ رو رہے ہیں، آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں: **انها رحمة** بے شک یہ جذبۂ رحمت کے آنسو ہیں۔ **ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون.** (صحيح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انک بک لمحزونون ۲۲۲/۳، صحيح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمة ﷺ الصبيان و العيال وتواضعه)

"بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غم کرتا ہے، ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا پروردگار راضی ہوتا ہے اور اے ابراہیم بے شک ہم تیری جدائی پر غمزدہ ہیں۔"

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"اللہ اور آخرت پر جو عورت ایمان لائی ہو اسے میت پر تین دن سے زیادہ غم کرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت نہیں ہے۔صرف وہ عورت جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو اس کو چار مہینہ دس دن تک غم منانے کی اجازت ہے۔‘‘ (صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفیٰ ۹/۶۰۵، صحیح مسلم باب تحد المتوفی عنها اربعة شهر و عشر، کتاب الطلاق، باب وجوب الأحداد فی عدة الوفاة ۵/۳۶۸،۳۶۹،رقم الحدیث ۵۸)

اور فرمایا:

لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعیٰ بدعویٰ الجاهلیة. (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب لیس مناشق الجیوب ۳/۲۱۰،رقم الحدیث ۱۲۹۴)

’’وہ ہم میں سے نہیں ہے جو کسی کے مرنے پر منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دہائی دے۔‘‘

نیز آپ ﷺ نے صالقہ، حالقہ اور شاقہ سے اپنے تئیں بری بتایا ہے:

أنا بری من الصالقة والحالقة والشاقّة. (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینهی عن الحلق عند المصیبة ۳/۲۱۲،رقم الحدیث ۱۲۹۶)

’’میں صالقہ اور حالقہ اور شاقہ سے بری ہوں۔‘‘

صالقہ بین کرنے والی عورتیں ہیں، حالقہ غم سے بال منڈوانے والی اور شاقہ گریبان پھاڑنے والی عورتیں۔اور فرمایا:

ان النائحة اذا لم تتب قبل موتها فانها تلبس یوم القیامة ذرعا من جرب وسربالاً من قطران. (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة ۳/۵۰۷،رقم الحدیث ۲۹)

’’بے شک اجرت پر نوحہ کرنے والی عورتیں اگر توبہ کے بغیر مر جائیں تو اللہ انھیں قیامت کے دن خارشی قمیص اور گندھک کا جامہ پہنائے گا۔‘‘

رہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تو تاریخ اسلام کے اوراق ایسے حادثات سے بھرے پڑے ہیں۔سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی شہادت، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہادت، مختلف غزوات کے شہداء کی شہادت، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت جو انتہائی بے رحمی سے قتل کر دیے گئے، کیا یہ سب شہادتیں کچھ کم جگر سوز اور دل دوز ہیں؟ کیا کوئی ایسا ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام نے ماتم کیا ہو؟ سینہ کوبی کی ہو؟ آپ خود فیصلہ کیجئے کہ دور نبوت اور دور صحابہ کو چھوڑ کر کہاں نمونہ تلاش کریں گے؟ اگر اسلام میں ماتم و شیون کی اجازت ہوتی تو یقیناً تاریخ اسلام کے ان جلیل القدر صحابہ کرام کی شہادتیں ایسی تھیں کہ اہل اسلام جتنا بھی سینہ کوبی و ماتم اور گریہ و زاری کرتے کم ہوتا۔

یوم عاشوراء کا روزہ

ماہ محرم کے سلسلہ میں صحیح احادیث سے صرف یہ ثابت ہے کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی۔ فرعون اور اس کی پوری قوم کو دریائے نیل میں غرق کر دیا تھا، اور اس فتح کے شکرانہ کے طور پر دس محرم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا، اور آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یادگار کو زندہ رکھنے کے لیے ترغیب دلائی تھی البتہ یہودیوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے یوم عاشوراء سے ایک روز قبل یا ایک روز بعد ایک دن کا روزہ مسنون قرار دیا تھا۔ یوم عاشوراء کی حدیث میں یہ فضیلت آئی ہے کہ ایک سال گذشتہ کا کفارہ ہے، چنانچہ ہر مسلمان کو یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہیے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

صوموا یوم عاشوراء و خالفوا الیهود وصوموا قبله یوما و بعده یوماً.

(مسند احمد، ۲۱/۴،طبع جدید)

''یوم عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو یوم عاشوراء کے ایک دن قبل یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی ۹،۱۰ یا ۱۱ محرم کو روزہ رکھو۔ ماہ محرم میں صحیح روایات سے روزہ کے سوا کوئی عمل ثابت نہیں ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''اور جیسا کہ عاشوراء کے دن فضائل کے باب میں اہل وعیال پر وسعت اور مصافحہ وخضاب وغسل کی برکت وغیرہ کے متعلق حدیثیں بیان کی جاتی ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ اس دن ایک خاص نماز پڑھنی چاہیے، یہ سب رسول اللہ ﷺ پر کذب و افترا ہے۔ محرم میں عاشوراء کے روزہ کے علاوہ کوئی عمل بسند صحیح ثابت نہیں۔''

(منہاج السنۃ، ۴/ ۱۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۲ھ)

نیز امام ابن جوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل سنت کے ایک جاہل گروہ نے یہ مذہب بنالیا ہے کہ رافضیوں کو چڑھانے کے لیے (جو کہ اس دن ماتم کرتے ہیں)۔ اس دن کی فضیلت میں بہت سی جھوٹی روایات گڑھ لی ہیں۔ ہم ان دونوں گروہوں سے بری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اس دن روزہ کا حکم صحیح طور پر ثابت ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ اس دن کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہوگا، مگر ان لوگوں نے اس ثابت شدہ عمل مشروع پر قناعت نہیں کی، حدیث صحیح سے اعراض کر کے لمبی چوڑی کہانیوں میں کھو گئے اور جھوٹ گھڑنے تک ترقی کر گئے۔'' (کتاب الموضوعات، ۲/ ۲۰۱)

غرضیکہ ماہ محرم کا وہ دن جسے رسول اللہ ﷺ نے روزہ کا دن قرار دیا تھا اور اسے کفارۂ سیئات ٹھہرایا تھا، افسوس اس دن کو بدعات وخرافات اور منکرات کی نذر کر دیا گیا۔ عوام تو عوام کتنے خواص تک اس مہینہ کی سنت صحیحہ سے بے تعلق ہو کر خرافات ومنکرات کو دین سمجھ بیٹھے اور موضوع وضعیف روایات کا اتنا انبار لگا دیا گیا، اور حبِّ آل نبی کے نام پر اتنے رسم ورواج وضع کر لیے گئے:

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسومات محرم

علماء کرام کی نظر میں

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

یا معاشر بنی آدم اتخذتم رسوما فاسدة تغیر الدین اجتمعتم یوم عاشوراء فی الاباطیل فقوم اتخذه ماتماً اما تعملون ان الایام ایام الله والحوادث من مشیئة الله وان کان حسین قتل فی هذا الیوم فأی بوم لم یمت فیه محبوب من المحبوبین وقد اتخذوه لعبا بحرابهم وسلاحهم ...... اتخذتم الماتم عیداً کان اکثار الطعام واجب علیکم وضیعتم الصلوٰة وقوم اشتغلوا بمکاسبهم لم یقدروا علیٰ الصلاة. (التفهیمات الالٰهیة، ج ا ، تفهیم ٦٩، ص ٢٨٨، حیدر آباد، سنده ١٩٧٠ء)

”اے بنی آدم تم نے اسلام کو بدل ڈالنے والی بہت سی رسمیں اپنا رکھی ہیں مثلاً تم دسویں محرم کو باطل قسم کے اجتماع کرتے ہو، کئی لوگوں نے اس دن کو نوحہ و ماتم کا دن بنالیا ہے، حالانکہ اللہ کی مشیت سے حادثے روزانہ رونما ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس دن مظلومانہ طور پر شہید کیے گئے، تو وہ کون سا دن ہے جس میں کوئی نہ کوئی اللہ کا نیک بندہ فوت نہیں ہوا لیکن تعجب کی بات ہے کہ انھوں نے اس سانحہ شہادت مظلومانہ کو کھیل کود کی چیز بنالیا تم نے ماتم کو عید کی تہوار کی طرح بنالیا گویا اس دن زیادہ کھانا پینا فرض ہے، اور نمازوں کا تمہیں کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خیال نہیں جو فرض ہے، ان کو تم نے ضائع کر دیا۔ یہ لوگ اپنے ہی من گھڑت کاموں میں مشغول رہتے ہیں، نمازوں کی توفیق ان کو ملتی ہی نہیں۔"

شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی فرماتے ہیں:

"خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ہندو پاک میں رافضیوں کے زیرِ اثر تعزیہ سازی کی جو بدعت رائج ہے، یہ شرک تک پہنچا دیتی ہے، کیونکہ تعزیے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور پھر اس کو سجدہ کیا جاتا ہے، طواف کیا جاتا ہے اور وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں اور اس معنی میں یہ پورے طور پر بت پرستی ہی ہے۔" (صراط مستقیم، ص ۵۹) اعاذنا اللّٰہ منه.

اہل سنت عوام کی اکثریت ہندو پاک میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے عقیدت رکھتی ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کے باوجود عوام ان خرافات میں خوب ذوق وشوق سے حصہ لیتے ہیں، حالانکہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی ان رسومات محرم سے منع کیا ہے اور انھیں بدعت، ناجائز اور حرام لکھا ہے اور ان کے دیکھنے سے بھی روکا ہے، چنانچہ ان کا فتویٰ ہے:

"تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہیے۔"

(عرفان شریعت اوّل، ص ۱۵)

ان کا ایک مستقل رسالہ تعزیہ داری ہے، اس میں لکھتے ہیں:

"غرضیکہ عشرہ محرم الحرام کو اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت محل عبادت ٹھہرایا تھا۔ اس بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا خود ساختہ تصویریں بعینہٖ حضرات شہداء رضوان اللہ اجمعین کے جنازے ہیں، کچھ اتارا باقی توڑا اور دفن کر دیے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم میں وبال جداگانہ ہے۔ اب تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز حرام ہے۔" (رسالہ تعزیہ داری، ص ۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آگے لکھتے ہیں:

”تعزیہ پر چڑھایا ہوا کھانا نہ کھانا چاہیے۔ اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دیں تو بھی اس کے کھانے سے پرہیز کریں۔“ (رسالہ تعزیہ داری، ص ۱۱)

اور ص ۱۵ پر حسب ذیل سوال و جواب ہے:

”سوال: تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز کرنا، عرائض بہ امید حاجت براری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ کو داخل حسنات جاننا کیسا گناہ ہے؟

جواب: افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں، بدعت سیئہ وممنوع و ناجائز ہے۔“ (رسالہ تعزیہ داری، ص ۱۵)

اسی طرح محرم کی دوسری بدعت مرثیہ خوانی کے متعلق عرفان شریعت کے حصہ اول ص ۱۶ پر ایک سوال و جواب یہ ہے:

”سوال: محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے۔ وہ مناہی و منکرات سے پُر ہوتے ہیں۔“

(عرفان شریعت، اوّل، ص ۱۶)

محرم کو سوگ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے بالعموم ان ایام میں سیاہ یا سبز لباس پہنا جاتا ہے اور شادی و بیاہ سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

”محرم میں سیاہ سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ کرنا حرام ہے۔“

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مسائل ذیل میں یعنی اہل سنت والجماعت عشرہ محرم میں نہ تو روٹی پکاتے ہیں، نہ جھاڑو دیتے ہیں، کہتے ہیں بعد دفن روٹی پکائی جائے گی، اس دن کپڑے نہیں اتارتے۔

الجواب: یہ سب باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ (احکام شریعت اوّل، ص ۸۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ محرم کی بابت موضوع اور ضعیف احادیث

آیئے ماہ محرم کی بابت ان موضوع وضعیف احادیث کا تنقیدی جائزہ لیا جائے کہ محدثین کرام نے ان احادیث کے سلسلے میں کیا کلام کیا ہے۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ نے موضوع روایات کا ذیلی عنوان قائم کرکے ماہ محرم ویوم عاشورا کی بابت مروی بعض احادیث ذکر کی ہیں پہلی حدیث انھوں نے یہ ذکر کی ہے:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن عاشوراء کا روزہ فرض کیا ہے جو محرم کا دسواں دن ہے، پس تم لوگ بھی اس دن روزہ رکھو، اور اپنے اہل وعیال پر اس دن خرچ میں کشادگی کرو، اس لیے کہ جو شخص یوم عاشوراء کو اپنے اہل وعیال پر کشادگی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال کشادگی کرے گا۔ تم اس دن روزہ رکھو کیونکہ یہی وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آدم کی دعا قبول کی، اسی دن ادریس کو بلند مقام پر اٹھایا، اسی دن ابراہیم کو آگ سے بچایا، اسی دن نوح کو کشتی سے اتارا، اسی دن موسیٰ پر توریت نازل کی، اسی دن اسماعیل کو فدیہ دے کر بچایا، اسی دن یوسف کو قید سے نکالا، اسی دن یعقوب کی بینائی لوٹائی، اسی دن ایوب سے مصائب دور کیے، اسی دن یونس کو مچھلی کی پیٹ سے نکالا، اسی دن بنی اسرائیل کے لیے سمندر پھاڑا، اسی دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے، اسی دن یونس کو سمندر کے پار اتارا، اسی دن قوم یونس کو توبہ کی توفیق دی، پس جس شخص نے اس دن روزہ رکھا تو اس دن کا روزہ اس کے لیے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ یوم عاشوراء ہی دنیا کا وہ پہلا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق ایام میں سب سے پہلے پیدا کیا، اور اسی دن آسمان سے سب سے پہلے بارش اتاری اور اسی دن اپنی سب سے پہلی رحمت نازل کی، تو جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اس نے گویا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پورے زمانہ روزہ رکھا اور یہی عاشوراء کا انبیاء کا روزہ ہے، اور جس نے عاشوراء کی پوری رات عبادت میں گزاری، اس نے گویا ساتوں آسمان کے عبادت گزاروں جیسی اللہ کی عبادت کی اور جس نے اس دن چار رکعت نماز پڑھی، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد اور پچاس مرتبہ قل هو الله احد پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی پچاس سال گزشتہ اور پچاس سال آئندہ کی خطائیں بخش دے گا، اور اس کے لیے ملا اعلیٰ میں ایک کروڑ نور کے منبر بنائے گا، اور جس نے اس دن مسکینوں کے کسی گھرانے کو آسودہ کر دیا، وہ پل صراط پر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا اور جس نے اس دن کوئی صدقہ کیا، اس نے گویا کبھی بھی کسی سائل کو محروم واپس نہیں کیا، اور جس نے اس دن غسل کر لیا وہ مرض الموت کے سوا کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا، اور جس نے اس دن سرمہ لگایا، اس کو سال بھر آشوب چشم کی شکایت نہ ہوگی اور جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دیا، اس نے گویا بنی آدم کے سارے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کیا، اور جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اس کو دس ہزار فرشتوں کا، ایک ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کا، ایک ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا، اور ساتوں آسمان بھر کا ثواب دیا جائے گا۔ یوم عاشوراء ہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پہاڑوں اور سمندروں کو پیدا کیا، اور اسی دن عرش اور لوح و قلم کو پیدا کیا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھی اسی دن پیدا کیا، اسی دن عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا، اسی دن سلیمان علیہ السلام کو حکومت عطا کی گئی اور اسی دن قیامت ہوگی جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی اس نے گویا بنی آدم کے سارے مریضوں کی عیادت کی۔

(کتاب الموضوعات،۲/۲۰۱)

سبحان اللہ!

پاپوش میں لگادی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس وضاع اور کذاب نے یہ حدیث گڑھی ہے اس نے اپنی ذہانت کا خوب استعمال کیا ہے، کوئی احمق ہی ہوگا جو اس مضحکہ خیز روایت کو حدیث رسول مان بیٹھے گا۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس روایت کے موضوع ہونے میں کسی بھی سمجھدار کو شک نہیں ہوسکتا۔ گڑھنے والے نے کمال ہی کر دیا۔ کیسے کیسے گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے، اسے ذرا بھی شرم نہیں آئی کہ وہ کتنی ناممکن بات کہے جا رہا ہے۔ وہ کہتا ہے عاشورہ کا دن وہ پہلا دن ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق ایام میں سب سے پہلے پیدا کیا، کتنا بے وقوف و بدھو ہے اس کا گڑھنے والا، وہ دن جس کا نام ہی عاشورہ (یعنی دسواں دن) تخلیق ایام میں وہ پہلا دن کیسے قرار پایا، جب کہ اس کے دسواں دن ہونے کے لیے نو دن کا وجود اس سے پہلے ضروری ہے اور وہ کہتا ہے یوم عاشوراء ہی کو آسمان و زمین و پہاڑ سب پیدا کیے گئے حالانکہ صحیح روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سنیچر کے دن اور پہاڑ کو اتوار کے دن (یعنی دو الگ الگ دنوں میں) پیدا کیا ہے اور اس موضوع روایت میں ثواب کا جو طول وعرض بیان کیا گیا ہے وہ کسی طرح بھی محاسن شریعت سے میل نہیں کھاتا۔ یہ کیسے مستحسن قرار دیا جا سکتا ہے کہ کوئی آدمی ایک دن کا روزہ رکھ لے تو اسے ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں اور شہیدوں کا ثواب دے دیا جائے گا۔ یہ اصول شرع کے خلاف ہے۔'' (کتاب الموضوعات، ۲/۲۰۱)

اگر ہم اس روایت پر یکے بعد دیگرے تنقید کریں تو بات طویل ہو جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ موضوع روایت ہے مگر یہ عجیب مسئلہ ہے کہ یہ موضوع روایت ثقہ رواۃ کی حدیثوں میں گھسیڑ دی گئی۔ (یعنی سند میں ثقہ رواۃ ذکر کر دیے گئے ہیں۔)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رجاله ثقات والظاهر ان بعض المتاخرين وضعه وركبه علىٰ هذا الاسناد. (اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، ص ۳۶۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس کے راوی ثقہ ہیں، لگتا ایسا ہے کہ متاخرین میں سے کسی نے یہ حدیث گڑھی ہے اور اس میں ثقہ رواۃ کی یہ سند جوڑ دی ہے۔''

امام ابن جوزی رحمہٗ اللہ نے اس تبصرہ کے بعد اس سند کے ایک راوی پر ائمہ جرح و تعدیل کا کچھ کلام بھی نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسری سند سے بروایت ابن عباس یہ حدیث ذکر کی ہے:

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس کے ساٹھ سال کے صیام و قیام کی عبادت لکھ دی جائے گی اور اس کو دس ہزار فرشتوں، ایک ہزار حاجیوں وعمرہ کرنے والوں اور دس ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا، اور اس کے نامۂ اعمال میں ساتوں آسمان بھر کا ثواب لکھ دیا جائے گا، اور جس کے پاس عاشوراء کے دن کوئی مومن افطار کرے گا تو گویا اس کے پاس ساری امت محمدیہ نے افطار کیا، اور جس نے اس دن کسی بھوکے کو کھانا کھلایا اس نے گویا آپ کی امت کے تمام فقیروں کو کھانا کھلا دیا اور آسودہ کیا، اور جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا ایک ایک درجہ بلند کیا جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یوم عاشوراء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی فضیلت عطا کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک عطا کی ہے۔ یہی تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین، پہاڑ، تارے، لوح وقلم، جبرئیل فرشتے، آدم اور ولد ابراہیم کو پیدا کیا، اسی دن ابراہیم کو آتش نمرود سے صحیح سالم نکالا، اسی دن اسماعیل کو فدیہ دے کر بچایا، اسی دن فرعون کو ڈبویا، اسی دن ادریس کو اٹھایا اور اسی دن انھیں پیدا کیا، اسی دن آدم کی توبہ قبول کی، اسی دن داؤد کی مغفرت کی، اسی دن سلیمان کو سلطنت دی، اسی دن رسول اللہ ﷺ کو پیدا کیا، اسی دن اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما ہوا، اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

امام ابن جوزی رحمہٗ اللہ فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ حدیث بھی بلاشبہ موضوع ہے۔ امام احمد نے فرمایا (اس حدیث کا ایک راوی) حبیب بن ابی جھوٹا راوی ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ شخص حدیثیں گڑھتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ یہ حدیث باطل اور بے بنیاد ہے، حبیب مرو کا باشندہ حدیثیں گڑھ کر ثقہ راویوں پر چسپاں کر دیتا ہے، اس کی حدیثیں نقل کرنی جائز نہیں ہیں، مگر یہ کہ بطور تنقید نقل کی جائیں۔'' (کتاب الموضوعات، ۲/۲۰۳)

حافظ سیوطی نے بھی اللآلی المصنوعة (ص ۳۶۷) میں اسے نقل کیا ہے، اور اسی حبیب کو اس روایت کا وضاع قرار دیا ہے۔ پھر موضوع روایات کے تحت امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے یہ تیسری حدیث نقل کی ہے۔

(۳) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے اہل پر عاشوراء کے دن کشادگی کی اللہ تعالیٰ اس پر سال بھر کشادگی کرے گا۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

''عقیل نے کہا کہ اس حدیث کا راوی ہیصم مجہول ہے اور حدیث غیر محفوظ ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ اس شخص کی روایات سے احتجاج جائز نہیں ہے، اس حدیث کو سلیمان بن ابی عبداللہ نے بھی ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے، عقیل نے کہا کہ سلیمان مجہول ہے اور حدیث غیر محفوظ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی بھی مسند روایت میں یہ قول ثابت نہیں۔''

(کتاب الموضوعات، ۲/۲۰۳)

یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ کے علاوہ سعید اور جابر سے بھی روایت کی گئی ہے اور اسے بہت سے محدثین نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے، چنانچہ اس حدیث کو رزین نے اپنے جامع میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، طبرانی نے الکبیر میں، ابن عدی نے اپنی مسند میں، ابن عبدالبر نے الاستذکار میں، اور بعض دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ سیوطی نے اللآلی المصنوعة میں اس روایت کو کئی سندوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ذکر کر کے اسے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ابوالفضل ابن ناصر نے اس کے بعض طرق کو صحیح کہا ہے، امام بیہقی و حافظ عراقی اس کی تحسین کے حق میں ہیں اور حافظ السخاوی کا میلان بھی جابر بن عبداللہ والی حدیث کی تحسین کی طرف ہے اور علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری صاحب مرعاۃ المفاتیح کے نزدیک بھی امام بیہقی کا رجحان معتمد ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو ایسا ہی پایا۔ جابر، ابوالزبیر اور شعبہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح، ۳/۱۷۵)

محدث دوراں علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں:

وهو حديث ضعيف من جميع طرقه وحكم عليه شيخ الاسلام ابن تيميه بالوضع فما أبعد والشريعة ولا تثبت بالتجربة. (تعلیق مشکوٰۃ، ۱/۶۰۱)

"یہ حدیث جمیع طرق کے ساتھ ضعیف ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہٗ اللہ نے اسے موضوع کہا ہے اور اس کا موضوع ہونا کچھ مستبعد نہیں، رہا فلاں فلاں کا تجربہ سو تجربہ شریعت میں حجت نہیں۔"

اوپر گزرا کہ امام ابن جوزی رحمہٗ اللہ نے اسے موضوع روایات میں شمار کیا ہے اور امام ابوجعفر عقیلی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی بھی مستند روایت میں یہ قول ثابت نہیں، آٹھویں صدی کے محدث وفقیہ حافظ ابن رجب 'لطائف المعارف' میں فرماتے ہیں:

وقد روى من وجوه متعدده لا يصح فيها شيء.

"یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے مگر کوئی بھی روایت اس بارے میں صحیح نہیں ہے۔"

منہاج السنة (۲/۲۴۸) وفتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (۲/۲۵۴) میں اس حدیث کے متعلق امام احمد سے منقول ہے:

لا اصل له فلم يره شيئا.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔''

امام احمد نے اس روایت کو کچھ نہیں سمجھا۔ حافظ ذہبی، ابن وضاح اور صاحب سفر السعادۃ کے رویہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ ایک موقع پر عاشوراء کے متعلق جھوٹی روایتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توسیع النفقات فیه هو من البدع المحدثة للرافضة وقد وضعت فی ذلک احادیث مکذوبة فی فضائل ما یصنع فیه وصححها البعض کابن الناصر وغیره ولکن لیس فیها ما یصح لکن رویت لاناس اعتقدوا صحتها فعملوا بها ولم یعلموا انها کذب. (اقتضاء الصراط المستقیم، ص ۳۰۱)

''عاشورہ کے دن نفقہ میں کشادگی کرنا بدعتوں میں سے ہے جو روافض (مدعیان حب اہل بیت) کے بالمقابل وضع کی گئی ہیں، اوران بدعات کے فضائل میں بہت سی جھوٹی روایتیں گڑھ لی گئی ہیں، اور ابن ناصر وغیرہ بعض حضرات نے اس کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ اس باب میں کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے۔ کچھ لوگوں نے لاعلمی میں اس کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کیا ہے۔''

علامہ محدث عطاء اللہ حنیف صاحب بھوجیانی تحریر فرماتے ہیں:

''یہ روایت ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ حافظ سیوطی نے اس کی دو چار سندیں ذکر کی ہیں، ان سب میں ایسے مجروح راوی ہیں، جن کی وجہ سے کثرت طرق کے باوجود یہ روایت درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ عبداللہ بن مسعود والی سند میں دو راوی نہایت کمزور ہیں اور ابو ہریرہ والی ایک سند میں ہیصم بن شداخ بہت ہی ضعیف ہے اور دوسری میں سلیمان ہیں، جو مجہول ہیں اور جابر والی سند میں دو راوی ہیں، جن کو محدثین نے وضاع (جھوٹی حدیثیں گڑھنے والا) کہا ہے۔''

ایک سند کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ سخت منکر ہے، اس میں ایک خارجی راوی ہے اور ابوسعید والی سند میں مجہول راوی ہیں، اور دو راوی متروک ہیں، اس حدیث کی بعض سندوں میں خارجی راوی ہیں، اور زیادہ تر کوفی و بصری ہیں جہاں خروج و نصب (عداوت علی و حسین) کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ مدعیان اہل بیت نے اگر اس دن ماتم کی چیزیں پیدا کرلیں تو دشمنان اہل بیت نے ان کے مقابل مسرت کے امور اس دن کے لیے گڑھ لیے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قتل حسین کے سبب شیطان نے دو بدعتیں پیدا کردیں: ایک تو مدعیان حبِ حسین رافضیوں کے ذریعہ جنھوں نے اس دن کو یوم ماتم بنالیا۔ دوسری بدعت دشمنانِ علی وحسین (خارجیوں) کے ذریعہ جنھوں نے اس دن کے لیے مسرت کے بہت سے عمل وضع کرلیے اور انھوں نے یہ حدیث گڑھی کہ جو شخص یوم عاشوراء کو اہل وعیال پر کشادگی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال کشادگی کرے گا وغیرہ وغیرہ۔''

(منہاج السنۃ، ۲/ ۲۴۸)

اس قسم کی روایات گڑھ لینا اہل بدعت کا عام شیوہ تھا۔ بسا اوقات راویان اہل حق بھی اپنی نادانستگی کے سبب ایسی روایتیں سن کر بیان کرنے لگتے تھے، جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ، فتاویٰ اور اقتضاء الصراط المستقیم میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب اور لسان المیزان میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ نیز ان مجہول راویوں اور ضعیف سندوں کے سوا رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کے زمانوں میں اس توسیع نفقہ کا کہیں ثبوت نہیں ملتا، اس کے برعکس امام محمد بن وضاح نے امام یحییٰ بن یحییٰ المتوفی ۲۳۴ھ سے نقل کیا ہے۔

''میں امام مالک رحمہ اللہ کے زمانے میں مدینہ منورہ اور امام لیث وابن القاسم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وابن وہب کے ایام میں مصر میں موجود تھا اور یہ دن (یوم عاشوراء) وہاں آیا تھا، مگر کسی سے میں نے اس توسیع نفقہ کا ذکر تک نہیں سنا، اگر ان کے یہاں کوئی ایسی روایت ہوتی تو باقی احادیث کی طرح اس کا بھی وہ ذکر کرتے۔'' (البدع المنهی عنها، ص۴۵)

امام وضاح اور امام یحییٰ بن یحییٰ تیسری صدی کے بلند پایہ محدث ہیں، ان کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل جس کسی کا تھا بلا ثبوت تھا، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سلف کا زمانہ دوسری بدعات کے ساتھ توسیع نفقہ سے بھی خالی تھا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

هذا من البدع المنكرة التی لم یسنها رسول الله ﷺ ولا خلفاء الراشدون ولا استحبها احد من ائمة المسلمین لامالک ولا احمد بن حنبل ولا الشافعی ولا اسحاق بن راهویه ولا امثال هؤلاء من ائمة المسلمین. (فتاویٰ ابن تیمیه، ۳۵۴/۲)

''۱۰ رمحرم کو خاص کھانا پکانا توسیع کرنا وغیرہ منجملہ ان بدعات ومنکرات سے ہے جو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے نہ خلفاء راشدین سے اور نہ ائمہ مسلمین سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔''

نیز آگے فرماتے ہیں:

''یوم عاشوراء کو شیعوں نے ماتم وغیرہ کی بدعت نکالی اور خارجیوں نے سرمہ لگانا، غسل کرنا، عیال پر کشادگی کرنا وغیرہ مشروع قرار دیا، یہ ایک بدعت ہے جو دشمنان حسین نے نکالی ہے اور وہ ایک بدعت ہے، جسے محبان حسین نے وضع کی ہے اور جو بدعت بھی ہو وہ گمراہی ہے۔ ائمہ اربعہ اور ان کے بعد ائمہ اسلام نے نہ اس کو پسند کیا ہے نہ اس کو اور ان دونوں بدعتوں میں سے کسی کے لیے بھی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے، جمہور علماء کے نزدیک یوم عاشوراء کو صرف روزہ رکھنا مستحب ہے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھا جائے۔'' (منہاج السنۃ،۲/ ۲۴۸)

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۳/ ۱۸۸) میں **باب فی صیام عاشوراء** کے تحت یہ روایت نقل کی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشوراء کے دن کشتی نوح جودی پہاڑ پر رک گئی اور سب نیچے اتر آئے اور بطور شکر الٰہی نوح علیہ السلام اور جملہ مومنین اور کشتی پر سوار تمام چرند و پرند نے اس دن روزہ رکھا۔ یہی وہ یوم عاشوراء ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر پھاڑا اور آدم کی توبہ قبول کی اور اسی مبارک دن میں قوم یونس کی بھی توبہ قبول ہوئی اور ابراہیم علیہ السلام اسی مبارک دن میں پیدا ہوئے۔

حافظ ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس حدیث کو طبرانی نے **المعجم الکبیر** میں روایت کیا ہے اس کا ایک راوی عبدالغفور ہے جو متروک ہے، اور متروک راوی کی روایت مردود روایات کے خانہ میں آتی ہے۔ یہ روایت اس لائق نہیں کہ اسے قبول کیا جائے۔

عاشوراء کے دن کو کوہ جودی پر کشتی نوح کا ٹھہرنے اور نوح علیہ السلام کے اس دن روزہ رکھنے کا ذکر **مسند احمد** (۲/ ۳۵۹) میں بھی ہے، مگر یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی عبدالصمد کو امام احمد نے ضعیف کہا ہے اور عبدالصمد نے اس حدیث کو اپنے باپ حبیب بن عبداللہ الازدی سے روایت کیا ہے اور اس کو ابو حاتم نے مجہول کہا ہے۔ (**تہذیب التہذیب** بحوالہ محرم الحرام و مسئلہ حضرت حسین و یزید تالیف مولانا عبدالسلام رحمانی حفظہ اللہ مطبع مکتبہ ترجمان دہلی ۱۹۷۷ء)

یہ تو تھیں وہ مشہور روایات جو یوم عاشورہ کے اعمال کے فضائل سے متعلق کتب حدیث میں ملتی ہیں، اس کے علاوہ بھی متعدد روایات ہیں جو ہم طوالت کے سبب نظر انداز کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سانحۂ کربلا اور حضرت حسینؓ ویزیدؒ

سانحہ شہادت حسینؓ اور واقعات کربلا کے موضوع پر آج سے کئی صدیاں قبل شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہٗ اللہ (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے جو کچھ لکھا ہے وہ حق واعتدال کا ایک بہترین نمونہ، دلائل و براہین کا نادر مرقع اور خداداد فہم صحیح کا شاہکار ہے۔ انھوں نے اپنی تالیفات میں متعدد مقامات پر اس کو موضوع بحث بنایا ہے۔ بالخصوص ''منہاج السنۃ'' میں اس پر بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے جس کی ضروری تلخیص مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے اردو زبان میں کر کے شائع کردی تھی۔ اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر ہم ذیل میں امام موصوف کی وہ ترجمہ شدہ تحریر نامور محقق حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''ماہ محرم اور موجودہ مسلمان'' کے حوالے سے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

علماء اسلام میں کوئی ایک بھی یزید بن معاویہؒ کو ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کی طرح خلفائے راشدین میں سے نہیں سمجھتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ **خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يوتى الله الملك من يشاء.** (مسند امام احمد ۵/۲۲۰، ۲۲۱ وسنن أبی داؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء ۴۶۴۶، ۴۶۴۷ وجامع ترمذی أبواب الفتن باب ماجاء فی الخلافة ۲۲۲۷)

''خلافت تیس برس تک منہاج نبوت پر رہے گی پھر اس کے بعد جسے اللہ چاہے گا بادشاہت عطا فرمائے گا۔''

علمائے اہل سنت اس حدیث کے مطابق یزید اور اس جیسے آدمی اور عباسی خلفاء کو محض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرماں روا، بادشاہ اور اسی معنی میں خلیفہ خیال کرتے ہیں۔ ان کا خیال بالکل درست ہے۔ یہ ایک محسوس واقعہ ہے جس کا انکار غیر ممکن ہے، کیونکہ یزید اپنے زمانہ میں عملاً ایک بادشاہ، ایک حکمراں، ایک صاحب سیف اور خود مختار فرماں روا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا اور شام مصر عراق خراسان وغیرہ اسلامی ممالک میں اس کا حکم نافذ ہوا۔ حضرت حسینؓ قبل اس کے کہ کسی ملک پر بھی حاکم ہوں، یوم عاشوراء کو ۶۰ھ میں شہید ہو گئے اور یہی یزید کی سلطنت کا پہلا سال ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید سے اختلاف کیا اور باشندگان مکہ وحجاز نے ان کا ساتھ دیا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے خلافت کا دعویٰ یزید کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اس کے مرنے کے بعد کیا۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ شروع شروع میں اختلاف کرنے کے باوجود عبداللہ بن زبیر یزید کے جیتے جی اس کی بیعت پر رضا مند ہو گئے تھے، مگر چونکہ اس نے یہ شرط لگادی تھی کہ قید ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں اس لیے بیعت رہ گئی اور باہم جنگ برپا ہوئی، پس اگرچہ یزید تمام بلاد اسلامیہ کا حکمراں ہوا اور عبداللہ بن زبیرؓ کا ماتحت علاقہ اس کی اطاعت سے برگشتہ رہا، تاہم اس سے اس کی بادشاہت اور خلافت میں شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ خلفاء ثلاثہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، اور پھر معاویہ بن ابی سفیانؓ، عبدالملک بن مروان اور اس کی اولاد کے سوا کوئی بھی اموی یا عباسی خلیفہ پورے بلاد اسلامیہ کا تنہا فرماں روا نہیں ہوا حتیٰ کہ خود حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تمام دنیا کی حکومت نہ تھی۔

بادشاہوں پر خلیفہ کا اطلاق

پس اگر اہل سنت ان بادشاہوں میں کسی کو خلیفہ یا امام کہتے ہیں تو اس سے مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں خود مختار تھا، طاقتور تھا، صاحب سیف تھا، عزل و نصب کرتا تھا، اپنے احکام کے اجراء کی قوت رکھتا تھا، حدود شرعی قائم کرتا تھا، کفار پر جہاد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا تھا، یزید کو امام اور خلیفہ کہنے کا یہی مطلب ہے اور ایک ایسی واقعی بات ہے کہ اس کا انکار غیر ممکن ہے۔ یزید کے صاحب اختیار بادشاہ ہونے سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اس واقعہ سے انکار کردے کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، حکمراں نہیں تھے یا یہ کہ قیصر وکسریٰ نے کبھی حکومت نہیں کی۔

یہ خلفاء معصوم نہ تھے

رہا مسئلہ یزید، عبدالملک اور منصور وغیرہ خلفاء کا کہ نیک تھے یا بد، صالح تھے یا فاجر تو علماء اہل سنت نہ انھیں معصوم سمجھتے ہیں، نہ ان کے تمام احکام واعمال کو عدل وانصاف قرار دیتے ہیں، اور نہ ہر بات میں ان کی اطاعت واجب تصور کرتے ہیں، البتہ اہل سنت والجماعت کا یہ خیال ضرور ہے کہ عبادت وطاعت کے بہت سے کام ایسے ہیں، جن میں ہمیں ان کی ضرورت ہے مثلاً یہ کہ ان کے پیچھے جمعہ وعیدین کی نمازیں قائم کی جاتی ہیں، ان کے ساتھ کفار پر جہاد کیا جاتا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور حدود شرعیہ کے قیام میں ان سے مدد ملتی ہے، نیز اسی نوع سے دوسرے معاملات میں۔ اگر حکام نہ ہوں تو ان اعمال کا ضائع ہوجانا اغلب ہے بلکہ ان میں سے بعض کا موجود ہونا ہی غیر ممکن ہے۔

نصب امام کے چند اصول

اہل سنت کے اس طریقہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، کیونکہ اعمال صالحہ انجام دینے میں اگر نیکوں کے ساتھ برے بھی شامل ہوں، تو اس سے نیکوں کے عمل کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلا شبہ یہ بالکل درست ہے کہ اگر عادل اور صالح امام کا تعین ممکن ہو تو فاجر اور مبتدع شخص کو امام بنانا جائز نہیں، اہل سنت کا یہی مذہب ہے، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو بلکہ امامت کے دونوں مدعی فاجر ومبتدع ہوں تو ظاہر ہے کہ حدود شرعیہ وعبادات دینیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے قیام کے لیے دونوں میں سے زیادہ اہلیت و قابلیت والے شخص کو منتخب کیا جائے گا۔ ایک تیسری صورت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص موجود ہو جو صالح ہو، مگر سپہ سالاری کے فرائض وواجبات ادا کرنے کا اہل نہ ہو، اس کے بالمقابل ایک فاجر شخص ہو جو بہترین انداز میں فوجیوں کی قیادت کرسکتا ہو تو جس حد تک جنگی مقاصد کا تعلق ہے یقیناً آخر الذکر یعنی فاجر کو سربراہ بنانا پڑے گا اور نیکی کے کاموں میں اس کی اطاعت و امداد کی جائے گی، بدی اور برائی میں اس پر اعتراض اور انکار کیا جائے گا۔

حفظ مصالح اور دفع مقاصد

غرض کہ امت کی مصلحتوں کا لحاظ مقدم ہے۔ اگر کسی فعل میں برائی اور بھلائی دونوں موجود ہوں تو دیکھا جائے گا کہ کس کا پلہ بھاری ہے، اگر بھلائی زیادہ نظر آئے تو اس فعل کو پسند کیا جائے گا، اگر برائی غالب دکھائی دے تو اس کے ترک کو ترجیح دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا تھا کہ مصالح کی تائید و تکمیل فرمائیں اور مفاسد مٹائیں یا کم کریں۔ یزید، عبدالملک اور منصور جیسے خلفاء کی اطاعت اسی لیے کی گئی کہ ان کی مخالفت میں امت کے لیے نقصان نفع سے زیادہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان خلفاء کے خلاف جن لوگوں نے خروج کیا، ان سے امت کو سراسر نقصان پہنچا، نفع ذرا بھی نہیں ہوا بلا شبہ ان خروج کرنے والوں میں بڑے بڑے اخیار و فضلاء تھے، مگر ان کی نیکی و خوبی سے ان کا یہ فعل لازماً مفید نہیں ہوسکتا۔ انھوں نے اپنے خروج سے نہ دین کو فائدہ پہنچایا، نہ دنیوی نفع حاصل کیا اور معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے فعل کا حکم نہیں دیتا جس میں نہ دنیا کا بھلا ہو نہ دین کا۔ جن لوگوں نے خروج کیا ان سے کہیں زیادہ افضل حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہم صحابہ تھے مگر انھوں نے اپنی خوں ریزی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عہد فتن میں خروج کی ممانعت

یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ حجاج بن یوسف ثقفی کے خلاف بغاوت سے روکتے تھے اور کہتے تھے حجاج اللہ کا عذاب ہے، اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دور کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اللہ کے سامنے تضرع وزاری کرو کیونکہ اس نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَo

(المومنون: ۷۶)

''ہم نے ان کی عذاب کے ذریعہ گرفت کی، انھوں نے پھر بھی اپنے رب کے سامنے نہ عاجزی کا اظہار کیا اور نہ اس کے حضور گڑگڑائے۔''

اسی طرح دیگر اخیار اور ابرار بھی خلفاء کے خلاف خروج اور عہد فتن میں جنگ سے منع کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، سعید بن مسیّب، حضرت زین العابدینؒ، علی بن حسینؓ وغیرہم اکابر صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم جنگ حرہ کے زمانے میں یزید کے خلاف بغاوت کرنے سے روکتے تھے، احادیث صحیحہ بھی اسی مسلک کی موید ہیں۔ اسی لیے اہل سنت کے نزدیک یہ تقریباً متفق علیہ مسئلہ ہے کہ عہد فتن میں قتال وجدال سے اجتناب اور ظلم وزیادتی پر صبر کیا جائے اور علمائے اسلام بھی مسئلہ کتب عقائد میں بھی ذکر کرتے رہے ہیں اور جو شخص متعلقہ احادیث اور اہل سنت کے صاحب بصیرت علماء کے طرز عمل وفکر میں تامل کرے گا، اس پر مسلک کی صحت وصداقت بالکل واضح ہو جائے گی۔

حضرت حسینؓ کا عزم عراق

اسی لیے جب حضرت حسینؓ نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو اکابر اہل علم وتقویٰ مثلاً عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث نے ان سے بہ منت کہا کہ وہاں نہ جائیں، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ ضرور شہید ہوں گے حتیٰ کہ روانگی کے وقت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعض حضرات نے یہاں تک کہہ دیا:

استودعک اللّٰہ یا قتیل.

''اے شہید ہم تجھے اللہ کو سونپتے ہیں۔''

اور بعضوں نے کہا:

لو لا الشناعة لامتسک ومنعتک من الخروج.

''اگر بے ادبی نہ ہوتی تو ہم آپ کو زبردستی پکڑ لیتے اور ہرگز نہ جانے دیتے۔''

اس مشورہ سے ان لوگوں کے مدنظر صرف آپ کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی مصلحت تھی مگر حضرت حسینؓ اپنے ارادے پر قائم رہے۔ آدمی کی رائے کبھی درست ہوتی ہے اور کبھی غلط ہو جاتی ہے۔ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت حسینؓ کو عراق جانے سے روکنے والوں ہی کی رائے درست تھی، کیونکہ آپ کے جانے سے کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت حاصل نہ ہوئی بلکہ یہ مضرت پیدا ہوئی کہ سرکشوں اور ظالموں کو رسول خدا ﷺ کے جگر گوشے پر قابو مل گیا، اور وہ مظلوم شہید کر دیے گئے۔ آپ کے جانے اور پھر قتل سے جتنے مفاسد پیدا ہوئے وہ ہرگز واقع نہ ہوتے۔ اگر آپ اپنی جگہ بیٹھے رہتے کیونکہ جس خیر و صلاح کے قیام اور شر و فساد کے دفعیہ کے لیے آپ اٹھے تھے، اس میں کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ برعکس اس کے شر کو غلبہ و عروج حاصل ہو گیا، خیر و صلاح میں کمی آ گئی اور ایک عظیم دائمی فتنہ کا دروازہ کھل گیا، جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنے پھیلے اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت نے بھی فتنوں کے سیلاب بہا دیے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ

اس پر تمام مورخین متفق ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مقام کربلا پر پہنچے تو گورنر کوفہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو مجبور کر کے آپ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ عمر بن سعد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے گفتگو کی تو متعدد تاریخی روایتوں کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ تجویز رکھی۔

(۱) میں یا تو کسی اسلامی سرحد پر چلا جاتا ہوں۔

(۲) یا پھر واپس مدینہ لوٹ جاتا ہوں۔

(۳) یا پھر میں براہ راست جا کر یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیتا ہوں یعنی اس سے بیعت کر لیتا ہوں۔ عمر بن سعد نے ان کی یہ تجویز قبول کر لی۔

(الاصابة، ۲/۱۷)

عمر بن سعد نے تجویز منظور کر لینے کے بعد یہ تجویز ابن زیاد (گورنر کوفہ) کو لکھ کر بھیجی مگر اس نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اس بات پر اصرار کیا کہ پہلے وہ (یزید کے ہاتھ) میرے ہاتھ پر بیعت کریں "فکتب الیه عبیدالله ابن زیاد لا اقبل منه حتی یضع یده فی یدی." حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس کے لیے تیار نہ تھے اور ان کی طبع خود دار نے یہ گوارا نہیں کیا، چنانچہ اس شرط کو مسترد کر دیا جس سے لڑائی چھڑ گئی اور آپ کی مظلومانہ شہادت کا یہ واقعہ فاجعہ پیش آ گیا۔ فانا للّٰہ وانا الیه راجعون فامتنع الحسین فقاتلوه...... ثم کان آخر ذلک ان قتل رضی الله عنه وارضاه.

اس روایت کے مندرجہ بالا الفاظ الاصابۃ کے علاوہ تهذیب التهذیب (۲/۳۴۸-۳۵۳) تاریخ طبری (۵/۳۹۲،۴۱۳،۴۱۴)، تهذیب تاریخ ابن عساکر (۴/۳۲۵-۳۳۷)، البدایه والنهایة (۸/۱۷۰،۱۷۵) اور کامل ابن اثیر (۳/۲۸۲) اور دیگر کئی کتابوں میں موجود ہیں، حتیٰ کہ شیعی کتب میں بھی۔

اطاعت فی المعروف

اب یہ بات صاف ہو گئی کہ یزید کا کوئی معاملہ جداگانہ معاملہ نہیں بلکہ دوسرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمان بادشاہوں کا سا معاملہ ہے یعنی جس کسی نے اطاعت الٰہی مثلاً نماز، حج، اور زکوٰۃ، جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اقامت حدود شرعیہ میں ان کی موافقت کی اسے اپنی اس نیکی اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری پر ثواب ملے گا چنانچہ اس زمانہ کے صالح مومنین مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کا یہی طریقہ تھا لیکن جس نے ان بادشاہوں کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ان کے ظلم میں مددگار رہا وہ گنہگار ہوا اور زجر وتوبیخ اور مذمت وسزا کا سزاوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یزید وغیرہ امراء کی ماتحتی میں جہاد کو جاتے تھے چنانچہ جب یزید نے اپنے باپ معاویہ کی زندگی میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو ان کی فوج میں حضرت ابوایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی شریک تھے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی فوج ہے جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورلهم. (صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ما قیل فی قتال الروم ۶/۱۲۷، رقم الحدیث ۲۹۲۴)

''جو فوج سب سے پہلے قسطنطنیہ کا غزوہ کرے گی مغفور یعنی بخشی بخشائی ہے۔''

یزید کے بارے میں افراط وتفریط

اس تفصیل کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ یزید کے بارے میں لوگوں نے افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ ایک گروہ تو خلفائے راشدین اور انبیائے مقربین میں سے سمجھتا ہے اور یہ سراسر غلط ہے۔ دوسرا گروہ اسے باطن میں کافر ومنافق بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے قصداً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور مدینہ میں قتل عام کرایا، تاکہ اپنے رشتہ داروں کے خون کا انتقام لے جو بدر وخندق وغیرہ کی جنگوں میں بنی ہاشم اور انصار کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حقیقت حال

حقیقت یہ ہے کہ یزید مسلمان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اور دنیادار خلفاء میں سے ایک خلیفہ تھا۔ رہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بلاشبہ اسی طرح مظلوم شہید ہوئے، جس طرح اور بہت سے صالحین ظلم وقہر کے ہاتھوں جام شہادت پی چکے تھے۔ ا یب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی ہے۔ خون حسین سے ان تمام لوگوں کے دامن آلودہ ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا یا قتل میں مدد کی یا قتل کو پسند کیا۔

شہادت حسینؓ کے بارے میں افراط وتفریط

جس طرح لوگوں نے یزید کے بارے میں افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ اسی طرح بعضوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بے اعتدالی برتی ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے (معاذ اللہ) ان کا قتل درست اور شریعت کے مطابق ہوا کیونکہ انھوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور جماعت کو توڑنے کی کوشش کی تھی، اور جو ایسا کرے اس کا قتل واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں:

من جاء كم وامركم علىٰ رجل واحد يريد ان يفرق جماعتكم فاقتلوه.

”اتفاق کی صورت میں جو تم میں پھوٹ ڈالنے آئے اسے قتل کر ڈالو۔“

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی پھوٹ ڈالنا چاہتے تھے اس لیے بجا طور پر قتل کر ڈالے گئے بلکہ بعضوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اسلام میں اولین باغی حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

ان کے مقابلے میں دوسرا گروہ کہتا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسین رضی اللہ امام برحق تھے، ان کی اطاعت واجب تھی، ان کے بغیر ایمان کا کوئی تقاضا بھی پورا نہیں ہوسکتا، جب تک ان کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو۔

مقابلہ کا ارادہ ترک کردیا

افراط وتفریط کی ان دوانتہاؤں کے درمیان اہل سنت ہیں، وہ نہ پہلے گروہ کے ہمنوا ہیں اور نہ دوسرے گروہ کے۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت حسین مظلوم شہید کیے گئے، ان کے ہاتھ میں امت کی سیاسی باگ ڈور نہیں آئی علاوہ برآں مذکورہ بالا حدیث ان پر چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ جب انھیں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کا انجام معلوم ہوا تو وہ اپنے اس ارادے سے دست بردار ہو گئے تھے[1] اور فرماتے تھے: 'مجھے وطن جانے دو یا کسی سرحد پر مسلمانوں کی فوج سے جا ملنے دو یا خود یزید کے پاس پہنچنے دو' مگر مخالفین نے ان کی کوئی بات نہ مانی اور قید کرنے پر اصرار کیا جسے انھوں نے نامنظور کردیا کیونکہ اسے منظور کرنا ان پر شرعاً واجب نہ تھا۔ (تاریخ طبری ۵/۳۱۳ طبع جدید میں یہ الفاظ ہیں: ان اضع یدی فی ید یزید بن معاویة فیریٰ فیما بینی وبینه رأیه میں براہ راست یزید کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کردوں گا، بیعت کرلوں گا پھر وہ جیسا کہ مناسب سمجھے کرے گا)

واقعات شہادت میں مبالغہ

جن لوگوں نے واقعات شہادت قلمبند کیے ہیں ان میں اکثر نے بہت کچھ جھوٹ ملا دیا ہے جس طرح شہادت عثمان بیان کرنے والوں نے کیا اور جیسے مغازی وفتوحات کے راویوں کا حال ہے حتیٰ کہ واقعات شہادت کے مورخین میں سے بعض اہل علم مثلاً بغوی اور

---

[1] یعنی راستہ ہی سے واپس مکہ جانے کا ارادہ کرلیا، لیکن مسلم کے بھائیوں کے اصرار پر ان کا ساتھ دینا پڑا، جیسا کہ شیعی سنی سب تاریخوں میں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن العزا وغیرہ بھی بے بنیاد روایتوں کا شکار ہوگئے ہیں۔ رہے وہ مصنّفین جو بلا اسناد واقعات روایت کرتے ہیں تو ان کے ہاں جھوٹ وافسانہ بہت زیادہ ہے۔[1]

دندانِ مبارک پر چھڑی مارنے کا واقعہ

صحیح طور پر صرف اس قدر ثابت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ اس نے آپ کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آپ رضی اللہ عنہ کے حسن کی مذمت کی۔ مجلس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ دو صحابی موجود تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کی اور کہا آپ رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، صرف انس رضی اللہ عنہ ہی بلکہ اور صحابہ کو بھی آپ کی شہادت سے از حد ملال تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک عراقی نے پوچھا کہ حالت احرام میں مکھی کا مارنا جائز ہے

---

[1] دنیا میں انسانی عظمت وشہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم رہ سکا ہے یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت وتقدس اور قبول شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں۔ دنیا انھیں عموماً تاریخ وحقیقت سے زیادہ افسانہ وتخیل کے انداز میں ڈھونڈنا چاہتی ہے۔ اس لیے فلسفہ تاریخ کے بانی ابن خلدون کو یہ قاعدہ بتادینا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر مقبول ومشہور ہوگا، زیادہ افسانہ سرائی اسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ انسانی عظمت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے۔

حادثہ کربلا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اتنا مشہور اور تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اگر آج جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے تو اکثر اسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے وہ زیادہ تر رثاء خوانی سے تعلق رکھتا ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے خفا ہو کر جواب دیا:

اے اہل عراق تمہیں مکھی کے جان کا اتنا خیال ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کر چکے ہو۔ بعض روایتوں میں دانتوں پر چھڑی مارنے کا واقعہ یزید کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جو بالکل غلط ہے، کیونکہ جو صحابی اس واقعہ میں موجود تھے وہ دمشق میں نہیں تھے عراق میں تھے، متعدد مورخین نے جو نقل کیا ہے وہ یہی ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا اور نہ یہ بات ہی اس کے پیش نظر تھی بلکہ وہ تو اپنے باپ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کی تعظیم و تکریم کرنا چاہتا تھا، البتہ اس کی یہ خواہش ضرور تھی کہ آپ خلافت کے مدعی ہو کر اس کے خلاف خروج نہ کریں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کربلا پہنچے، آپ کو اہل کوفہ کی بے وفائی کا یقین ہو گیا تو ہر طرح کے مطالبے سے دست بردار ہو گئے تھے مگر مخالفوں نے نہ انھیں واپس ہونے دیا نہ جہاد پر جانے دیا اور نہ یزید کے پاس بھیجنے پر رضامند ہوئے بلکہ قید کرنا چاہا جسے آپ نے نامنظور کیا اور شہید ہوئے۔ یزید اور اس کے خاندان کو جب یہ خبر پہنچی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور روئے بلکہ یزید نے تو یہاں تک کہا:

لعن الله ابن مرجانه، اما والله لو كان بينه وبين الحسين رحم لما قتله.

"ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) پر اللہ کی پھٹکار واللہ اگر وہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار ہوتا تو ہرگز قتل نہ کرتا۔"

اور کہا:

كنت ارضىٰ من طاعة اهل العراق بدون قتل الحسين.

"بغیر قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بھی میں اہل عراق کی اطاعت منظور کر سکتا تھا۔"

پھر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پسماندگان کی بڑی خاطر تواضع کی۔ عزت کے ساتھ انھیں مدینہ واپس پہنچا دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یزید نے اہل بیت کی بے حرمتی نہیں کی

بلاشبہ یہ بھی درست ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرفداری نہیں کی، نہ ان کے قاتلوں[۱] کو قتل کیا، نہ ان سے انتقام لیا لیکن یہ کہنا سفید جھوٹ ہے کہ اس نے اہل بیت کی خواتین کو کنیز بنایا، ملک ملک پھرایا، اور بغیر کجاوہ کے انھیں اونٹ پر سوار کرایا۔ الحمدللہ مسلمانوں نے آج تک کسی ہاشمی عورت سے یہ سلوک نہیں کیا اور نہ اس اذیت ناک فعل کو امت کے کسی فرد نے کسی حال میں جائز رکھا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا گناہ عظیم

یہ بالکل درست ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شہید کیا جانا عظیم ترین گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ جنہوں نے یہ فعل کیا یا اس میں مدد کی، جو اس سے خوش ہوئے، وہ

---

[۱] یہ سوال بجا ہے کہ یزید کو فی الواقع حسین کے قاتلوں سے مواخذہ کرنا چاہیے تھا اور انہیں ان کے عہدوں سے برطرف کر دینا چاہیے تھا، لیکن جس طرح ہر حکمراں کی کچھ سیاسی مجبوریاں ہوتی ہیں، جس کی بنا پر بعض دفعہ انہیں اپنے ماتحت حکام کی بعض ایسی کارروائیوں سے چشم پوشی کرنی پڑتی ہے جنہیں وہ صریحاً غلط سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کچھ ایسی سیاسی مجبوری ہو جس کو یزید نے زیادہ اہمیت دی ہو گو اسے قتل حسین کو زیادہ اہمیت دینی چاہیے تھے۔ اسے آپ اس کی ایک بہت بڑی غلطی شمار کر سکتے ہیں اور بس خود حضرت علیؓ کو دیکھ لیجئے کہ ان کی خلافت کے مصالح نے انہیں نہ صرف قاتلین عثمان سے چشم پوشی پر مجبور کر دیا بلکہ انہیں بڑے بڑے اہم عہدے بھی سپرد کرنے پڑے حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا سانحہ بھی کچھ کم المناک اور یہ جرم بھی کچھ عظیم جرم نہ تھا، لیکن اس کے باوجود حضرت علیؓ ان کے خلاف کچھ نہ کر سکے۔ یزید نے تو قاتلین حسین کو ان کے عہدوں سے برطرف ہی نہیں کیا لیکن حضرت علی نے قتل عثمان کے بعد قاتلوں کو بڑے بڑے عہدوں سے نوازا۔ یہ موازنہ اگرچہ ہمارے لیے سخت اذیت ناک ہے، لیکن اس کا کیا علاج کہ اہل سنت جب عہد صحابہ کو بالکل شیعی نقطۂ نظر سے دیکھنا شروع کر دیں تو پھر اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان جسارتوں کو معاف فرمائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب کے سب اس عتاب الٰہی کے سزاوار ہیں، جو ایسے لوگوں کے لیے شریعت میں وارد ہے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ان لوگوں کے قتل سے بڑھ کر نہیں جو ان سے افضل تھے۔ مثلاً انبیاء، مومنین اولین، شہداء یمامہ، شہداء احد، شہداء بئر معونہ، حضرت عثمان یا خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل تو آپ کو کافر اور مرتد سمجھتے اور یقین کرتے تھے کہ آپ کا قتل عظیم ترین عبادت ہے، برخلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کہ ان کے قاتل انھیں ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ ان میں سے اکثر آپ کے قتل کو ناپسند کرتے اور ایک بڑا گناہ تصور کرتے تھے، لیکن اپنی اغراض کے خاطر اس فعل شنیع کے مرتکب ہوئے جیسا کہ لوگ سلطنت کے لیے باہمی خوں ریزی کیا کرتے ہیں۔

سانحہ کربلا کی حیثیت

سانحہ کربلا اور اس کا درجہ کیا ہے؟ عام مسلمان اس بارے میں غلو اور افراط کے شکار ہیں۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پچاس سال بعد یعنی ۶۱ھ میں پیش آیا۔ اس وقت بہت سے صحابہ کرام و تابعین عظام تھے، لیکن اس دور میں اس حادثہ کو اتنی اہمیت و حیثیت نہ دی گئی جتنی اہمیت دور حاضر میں حاصل ہوگئی ہے۔ یہ واقعہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اسے وہ اہمیت وحیثیت حاصل نہیں ہے جو آج ہم سمجھ رہے ہیں۔ یہ کہنا حد درجہ غلو ہے کہ جنگ کربلا کا درجہ اسلام کی ہر جنگ سے بڑھا ہوا ہے اور اس میں شہید ہونے والوں کا مرتبہ تمام شہدائے اسلام سے بلند و بالا ہے۔ شیعہ حضرات کو چھوڑیئے اہل سنت کا ایک طبقہ بھی اس غلو میں مبتلا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحریر نظر سے گزری۔ مزید وضاحت کے لیے درج ذیل امور پر غور کیجیے تو حقیقت اچھی طرح واضح ہوجائے گی۔ جن غزوات میں رسول اللہ ﷺ خود بنفس نفیس شریک ہوئے ان کی عظمت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اس کے علاوہ بھی ان میں اللہ تعالیٰ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تین خصوصیتیں ایسی جمع کر دی تھیں جن کے ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی جنگ ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

اول: وہ لڑائیاں جو محض اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اور دین کی اشاعت کے لیے لڑی گئی تھیں۔

دوم: یہ کہ ان سے دین کی بنیاد مستحکم ہوئی، دین حق مٹنے سے رہا، اس کی اشاعت کے لیے راستہ ہموار ہوا۔ اگر یہ نہ ہوتے تو مابعد کے زمانوں میں دین باقی نہ رہ سکتا تھا، دشمنان اسلام اسے ابتدا ہی میں فنا کر دیتے۔

سوم: خود نبی ﷺ کی موجودگی و شرکت جس کام میں ہو اس کی فضیلت کو کوئی دوسرا کام نہیں پہنچ سکتا۔ آنحضرت ﷺ کی معیت ہر عمل کو فضیلت اور اس کے اجر کو اضعافاً مضاعفاً کر دیتی ہے۔ ان غزوات عظیم کے مقابلے میں واقعہ کربلا کو لانا سورج کا مقابلہ چراغ سے کرنا ہے۔ سانحہ کربلا کو ان واقعات سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

ان غزوات کے بعد ان مجاہدانہ معرکوں کا درجہ ہے جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئے سانحۂ کربلا ان کی فضیلت و عظمت کو بھی نہیں پہونچ سکتا بلکہ ان سے مرتبہ میں بہت کم ہے۔

حدیث قسطنطنیہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جو فوج لڑے گی، اللہ ان کی بخشش فرمائے گا۔ یہ روایت بخاری شریف میں کئی جگہ ہے۔ **بخاری کتاب الجہاد، باب ما قیل فی قتال الروم** میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے:

اول جش من امتی یغزون البحر قد وجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم قلت انا فیهم یا رسول الله قال لا.

”میری امت کا جو پہلا لشکر بحری جہاد کرے گا ان لوگوں نے اپنے لیے جنت کو واجب کرلیا۔ ام حرام کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ میں ان میں سے ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم ان میں سے ہو پھر آپ نے فرمایا: میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر پر جہاد کرے گا ان کے لیے مغفرت مقدر ہو چکی ہے۔ اُمّ حرام نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔“

حافظ ابن حجر رحمہٗ اللہ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس جگہ اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ اسی سلسلۂ بحث میں فرماتے ہیں:

قال المهلب فی هٰذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غز البحر ومنقبة لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر.

”اس حدیث میں منقبت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کیونکہ انھوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا ہے اور اسی طرح اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لڑکے یزید کی منقبت ہے کیونکہ اسی نے سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) کا غزوہ کیا ہے۔“

اس غزوہ قسطنطنیہ میں یزید ہی امیر الجیش تھا اور اسی کی ماتحتی میں بڑے بڑے صحابہ کرام شریک غزوہ تھے، حتیٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے، اسی غزوہ میں حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ان کی وصیت کے مطابق یزید ہی نے پڑھائی، اور حضرت حسینؓ وسادات صحابہ جو بھی اس غزوہ میں شریک تھے، یزید کی امامت میں نمازیں پڑھتے تھے۔ کہیں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ کسی نے یزید کی امامت میں نماز پڑھنی ناپسند کی ہو۔ ہر صاحب ایمان کے بارے میں خواہ وہ فاسق وفاجر ہی سہی جس قدر ممکن ہو، نصح وخیر کا رجحان وجذبہ ہونا چاہیے مگر بعض لوگوں کا یہ رجحان اور یہ کوشش عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یزید کی مغفرت کا کوئی بہانہ نکلتا نظر آتا بھی ہو تو حجت و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاویل کے ذریعہ اسے مسدود کرنے کے درپے نظر آتے ہیں۔

بخاری شریف کی اس مذکورہ حدیث کی بابت بھی بعض اہل علم نے ایسی بحثیں چھیڑ دی ہیں کہ کسی طرح یزید کو اس مغفرت الٰہی سے محروم ثابت کردیا جائے، یہ بات قرین انصاف نہیں معلوم ہوتی۔ یزید کے فسق و فجور کی من گھڑت موضوع داستانیں تو مسلمہ حقائق کی طرف بیان کی جاتی ہیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جو حضرت محمد ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں کہ یہ شہادت ان حلقوں میں کسی طرح قابل قبول و مسموع نہیں ہورہی ہے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف سے یزید کی صفائی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن الحنفیہ نے ان لوگوں کے سامنے جن کے ہاتھ میں ''شورش'' کی قیادت تھی، یزید کی بیعت توڑ دینے اور اس کے خلاف کسی اقدام میں شرکت کرنے سے انکار کردیا، بلکہ یزید پر لگائے گئے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا اور یزید کی صفائی پیش کی۔ اس موقع پر جو انھوں نے تاریخی بیان دیا وہ حسب ذیل ہے:

''عبداللہ بن المطیع اور ان کے رفقاء کار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے پاس گئے اور انھیں یزید کی بیعت توڑ دینے پر رضا مند کرنے کی کوشش کی، لیکن انھوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا۔ ابن مطیع نے کہا یزید شراب نوشی، ترک نماز اور کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا ہے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا تم جن باتوں کا ذکر کرتے ہو میں نے ان میں سے کوئی چیز اس میں نہیں دیکھی۔ میں اس کے پاس گیا ہوں، میرا وہاں قیام بھی رہا، میں نے اس کو ہمیشہ نماز کا پابند، خیر کا متلاشی، علم دین کا طالب اور سنت کا ہمیشہ پاسدار پایا۔ وہ کہنے لگے: وہ سب کچھ محض تصنع اور آپ کو دکھلاوے کے لیے کرتا ہوگا۔ ابن الحنفیہ نے جواب میں کہا: مجھ سے اسے کون سا خوف یا لالچ تھا جس کی بنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر اس نے میرے سامنے ایسا کیا؟ تم جو شراب نوشی کا ذکر کرتے ہو کیا تم میں سے کسی نے خود اسے ایسا کرتے دیکھا ہے؟ اگر تمہارے سامنے اس نے ایسا کیا ہے تو تم بھی اس کے ساتھ اس کام میں شریک ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو تم اس چیز سے متعلق کیا گواہی دے سکتے ہو، جس کا تمہیں علم نہیں۔ وہ کہنے لگے: یہ بات ہمارے نزدیک سچ ہے اگرچہ ہم میں سے کسی نے ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ ابن الحنفیہ نے فرمایا: اللہ تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا، وہ تو فرماتا ہے:

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (زخرف: ۸۶)

''گواہی انہی لوگوں کی معتبر ہے جن کو اس بات کا ذاتی علم ہو۔''

جاؤ میں کسی بات میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ وہ کہنے لگے شاید آپ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہو کہ یہ معاملہ آپ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ میں رہے۔ اگر ایسا ہے تو قیادت ہم آپ کے سپرد کیے دیتے ہیں۔ برادر حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تم جس چیز پر قتال وجدال کر رہے ہو میں سرے سے اس کو جائز ہی نہیں سمجھتا۔ مجھے کسی کے پیچھے لگنے یا لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ کہنے لگے آپ اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ مل کر جو جنگ کر چکے ہیں انھوں نے فرمایا: تم پہلے میرے باپ جیسا آدمی اور انھوں نے جس سے جنگ کی ان جیسے افراد تو لا کر دکھاؤ اس کے بعد بھی تمہارے ساتھ مل کر جنگ کر لوں گا۔ وہ کہنے لگے آپ اپنے صاحبزادگان ابو قاسم اور قاسم ہی کو ہمارے حوالے کر دیں انھوں نے فرمایا: میں ان کو اگر اس طرح کا حکم دوں تو میں خود تمہارے ساتھ اس کام میں شریک نہ ہو جاؤں۔ وہ کہنے لگے: اچھا آپ صرف ہمارے ساتھ چل کر لوگوں کو آمادہ قتال کر دیں۔ انھوں نے فرمایا: سبحان اللہ! جس کو میں خود ناپسند کرتا ہوں اور اس سے بچتا ہوں، لوگوں کو اس کا حکم کیسے دوں؟ اگر میں ایسا کروں تو میں اللہ کے معاملے میں اس کے بندوں کا خیر خواہ نہیں، بدخواہ ہوں گا۔ وہ کہنے لگے: ہم پھر آپ کو مجبور کریں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گے۔ انھوں نے کہا: میں اس وقت بھی لوگوں سے کہوں گا کہ اللہ سے ڈرو اور مخلوق کی رضا کی خاطر خالق کو ناراض نہ کرو۔'' (البداية و النهاية، ۸/۲۳۳)

اس گفتگو کی تفصیل البدیہ والنہایہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

غزوۂ قسطنطنیہ کی سپہ سالاری ایک تاریخی حوالے کی وضاحت

غزوہ قسطنطنیہ سے متعلق صحیح بخاری کی جو روایت زیر بحث آ چکی ہے جس میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اس غزوے میں شریک ہونے والے افراد مغفور ہیں، تمام قدیم کتب تواریخ اس امر پر متفق ہیں کہ اس غزوے کے امیر لشکر یزید بن معاویہ تھے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مسند احمد کی ایک روایت ہے جس میں صاف وضاحت ہے کہ:

ان يزيد بن معاوية كان اميراً علَى الجيش الذى غزافيه ابو ايوب.

(مسند امام احمد، ۵/۴۱۶، طبع قديم)

''اس لشکر قسطنطنیہ کے امیر جس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔''

اسی طرح قدیم تاریخوں مثلاً ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) کی الطبقات الکبریٰ، ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی تاریخ الامم والملوک ۵/۲۳۲ اور تاریخ خلیفہ بن خیاط ۱/۱۹۶ (متوفی ۲۴۰ھ) میں بسلسلہ زیر بحث غزوہ قسطنطنیہ یزید بن معاویہ کی شمولیت کا ذکر اس انداز ہی سے آیا ہے کہ وہ امیر لشکر تھے۔ یہ تو اولین اور قدیم ترین تاریخیں ہیں بعد کے مورخوں میں سے حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) کا جو مقام ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ انھوں نے تاریخ کی مشہور کتاب البداية والنهاية کے متعدد مقامات پر اس کی صراحت کی ہے۔ ۸/۵۹ پر مسند احمد کی متذکرہ بالا روایت بھی نقل کی ہے اور ص ۵۸ میں ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ یزید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے پڑھائی۔

وکان جیش یزید بن معاویة والیه اوصی وهو الذی صلی علیه اسی جلد کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں موجود تھے۔

وقد کان فی الجیش الذین غزوا القسطنطنیة مع ابن معاویة یزید اور صفحہ ۲۲۹ میں یزید کے حالات میں لکھا ہے کہ **وقد کان یزید اول من غزا قسطنطنیة.**

اسی طرح ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) کی **کتاب الاستیعاب فی معرفة الاصحاب** ۱/ ۱۵۷ امام سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ) کی **الروض الانف** (شرح سیرت ابن ہشام ۲/ ۲۴۶) حافظ ابن حجر کی کتاب **الاصابة فی تمیز الصحابة** ۲/ ۹۰ میں اسی حقیقت کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شروح بخاری فتح الباری ۶/ ۱۰۲ (**طبع المطبعة السلفیه**) اور عمدۃ القاری میں بھی حدیث "**یغزون مدینة قیصر**" کی شرح کرتے ہوئے یہی کچھ لکھا گیا ہے۔

حدیث وتاریخ کے ان تمام حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جس لشکر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے **مغفور لهم** فرمایا ہے، اس کے امیر یزید بن معاویہ ہی تھے۔

اس تاریخی حقیقت کے برعکس بعض لوگ یزید کو اس شرف سے محروم کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ زیر بحث لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے یزید نہ تھے۔ لیکن تاریخی دلائل اس رائے کی تغلیط وتردید کرتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا عبارتوں سے واضح ہے۔ غالباً ایسے لوگوں کے سامنے ابن الاثیر (متوفی ۶۳۰ھ) کی الکامل اور ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کی تاریخ ہے، حالانکہ ان کے بیانات سے بھی ان کی رائے کی تائید نہیں ہوتی۔ ابن الاثیر اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ کی طرف کثیر فوج روانہ کی۔ سفیان بن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عوف کو اس کا امیر مقرر کیا اور اپنے لڑکے یزید کو بھی فوج میں شامل ہونے کے لیے کہا، لیکن وہ ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہوا لشکر وہاں پہنچا اور خبر آئی کہ وہ مصائب سے دو چار ہو گیا ہے۔ اس پر یزید کی خواہش کے مطابق جم غفیر لشکر کا اضافہ کیا جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ بہت سے لوگ تھے۔'' (ملخصاً از تاریخ ابن الاثیر ۳/ ۲۲۷)

تاریخ ابن خلدون (۹/۳) میں بھی (غالباً) اسی سے ماخوذ تقریباً ایسا ہی درج ہے۔

اوّلاً: تو یہ دونوں کتابیں بعد کی ہیں جب کہ قدیم تاریخوں میں (جو بنیادی ماخذ ہیں) یزید ہی کو لشکر کا سپہ سالار بتایا گیا ہے جیسا کہ پہلے سارے حوالے درج کیے جا چکے ہیں۔

ثانیاً: ابن الاثیر اور ابن خلدون کی بیان کردہ تفصیل کو اگر مورخین کی تصریحات مذکور بالا کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس میں صرف اتنا اضافہ ملتا ہے کہ یزید سے پہلے ایک لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں بھیجا گیا تھا۔ لیکن بوجوہ وہ لشکر کوئی کارکردگی نہ پیش کر سکا، جس کے بعد یزید کی سپہ سالاری میں وہ لشکر بھیجا گیا جس نے وہاں جا کر جہاد کیا اور یوں یزیدی لشکر ہی غزوہ قسطنطنیہ کا اولین فاتح اور بشارت نبوی ﷺ کا مصداق قرار پایا۔ بنا بریں تمام مورخین کا یزید ہی کو اس لشکر قسطنطنیہ کا سپہ سالار قرار دینا بالکل صحیح ہے اور ابن الاثیر اور ابن خلدون کی تفصیل بھی اس کے خلاف نہیں اگرچہ اس میں اس بات کا اضافہ ضرور ہے، تاہم اس اضافہ سے یزید کو اس شرف سے محروم کرنے کی کوشش غیر صحیح اور بے بنیاد ہے۔ یہ بات خود ابن الاثیر کے اپنے ذہن میں بھی نہیں تھی جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب اسد الغابۃ میں یزید ہی کو لشکر قسطنطنیہ کا سپہ سالار لکھا ہے۔

(دیکھیے اسد الغابۃ ۹۶/۲ ترجمہ ابوایوب انصاری مطبوعہ دار الشعب بحوالہ ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص۵۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یزید پر لعنت بھیجنے کا مسئلہ

اس مسئلہ کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''رہا سوال یزید پر لعنت کرنے کا تو واقعہ یہ ہے کہ یزید بھی بہت سے دوسرے بادشاہوں اور خلفاء جیسا ہی ہے بلکہ کئی حکمرانوں سے وہ اچھا تھا۔ وہ عراق کے امیر مختار بن ابی عبید الثقفی سے کہیں اچھا تھا جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت کا علم بلند کیا، قاتلوں سے انتقام لیا، مگر ساتھ ساتھ دعویٰ کیا کہ جبرئیل علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔ اسی طرح یزید حجاج بن یوسف سے اچھا تھا، جو بلا نزاع یزید سے کہیں زیادہ ظالم تھا اور اس جیسے دوسرے سلاطین و خلفاء کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ فاسق تھے۔''

(منہاج السنة بحوالہ ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص ۷۰-۷۱)

لعنت کے بارے میں شرعی مسئلہ

لیکن کسی فاسق کو معین کر کے لعنت کرنا سنت نبوی ﷺ میں موجود نہیں البتہ عام لعنت وارد ہے، مثلاً نبی ﷺ نے فرمایا:

لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده.

''چور پر اللہ کی لعنت کہ ایک انڈے پر اپنا ہاتھ کٹوا دیتا ہے۔''

لعن الله من احدث حدثا أو اویٰ محدثا.

''جو بدعت نکالے اور بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ کی لعنت۔''

یا مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص شراب پیتا تھا اور بار بار آنحضرت ﷺ کے پاس پکڑ کر لایا جاتا تھا یہاں تک کہ جب کئی پھیرے ہو چکے تو ایک شخص نے کہا: **لعنة الله ما اكثر ما يوتى به الى النبى صلى الله عليه وسلم.**

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”اس پر اللہ کی لعنت کہ بار بار پکڑ کر دربار رسالت میں پیش کیا جاتا ہے۔“

آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا: **لا تلعنه فانه یحب الله ورسوله.**

”اسے لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔“

حالانکہ عام طور پر آپ نے شرابیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمومی طور پر کسی گروہ پر لعنت بھیجنا جائز ہے، مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والے کسی معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں، اور معلوم ہے کہ ہر مومن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ضرور محبت رکھتا ہے۔

یزید پر لعنت سے پہلے دو چیزوں کا اثبات ضروری ہے

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا بالآخر وہ دوزخ سے نجات پائے گا۔ بنا بریں جو لوگ یزید کی لعنت پر زور دیتے ہیں انھیں دو باتیں ثابت کرنی چاہئیں۔

اول یہ کہ یزید ایسے فاسقوں اور ظالموں میں سے تھا جن پر لعنت کرنا مباح ہے اور اپنی اس حالت پر موت تک باقی رہا۔ دوسرے یہ کہ ایسے ظالموں اور فاسقوں میں سے کسی ایک کو معین کر کے لعنت کرنا روا ہے۔ رہی آیت "**الا لعنة الله علی الظالمین**" تو یہ عام ہے جیسے کہ باقی تمام آیات وعید عام ہیں اور پھر ان آیتوں سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہی کہ گناہ لعنت اور عذاب کا مستوجب ہے؟ لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے اسباب اگر لعنت وعذاب کے اسباب کو دور کر دیتے ہیں، مثلاً گنہگار نے سچے دل سے توبہ کر لی یا اس سے ایسی حسنات بن آئیں جو برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یا ایسے مصائب پیش آئے جو گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ بنا بریں کون شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ یزید اور اس جیسے بادشاہوں نے توبہ نہیں کی یا برائیوں کو دور کرنے والی حسنات انجام نہیں دیں،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یا گناہوں کا کفارہ ادا نہیں کیا یا یہ کہ اللہ کسی حال میں بھی انھیں نہیں بخشے گا، حالانکہ وہ خود فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۝

(النساء: ۴۸)

پھر صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جو فوج لڑے گی وہ مغفور ہوگی۔"

معلوم ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس فوج نے قسطنطنیہ پر لڑائی کی اس کا سپہ سالار یزید ہی تھا کہا جا سکتا ہے، کہ یزید نے یہ حدیث سن کر ہی فوج کشی کی ہوگی بہت ممکن ہے کہ یہ بھی صحیح ہو لیکن اس سے اس فعل پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جا سکتی۔

لعنت کا دروازہ کھولنے کے نتائج

پھر ہم خوب جانتے ہیں کہ اکثر مسلمان کسی نہ کسی طرح کے ظلم سے ضرور آلودہ ہوتے ہیں۔ اگر لعنت کا دروازہ اس طرح کھول دیا جائے تو مسلمانوں کے اکثر مردے لعنت کا شکار ہو جائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق میں صلاۃ و دعا کا حکم دیا ہے نہ کہ لعنت کرنے کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبّوا الأموات فانهم افضوا الٰی ماقدموا.

"مردوں کو گالیاں مت دو کیونکہ وہ اپنے کیے کو پہنچ گئے۔"

بلکہ جب لوگوں نے ابو جہل جیسے کفار کو گالیاں دینی شروع کیں تو انھیں منع کیا اور فرمایا:

لا تسبّوا امواتنا فتوذو احیاء نا.

"ہمارے مردوں کو گالیاں مت دو کیونکہ اس سے ہمارے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ اس لیے کہ قدرتی طور پر ان کے مسلمان رشتہ دار برا مانتے تھے۔ امام احمد بن حنبل سے ان کے بیٹے صالح نے کہا: **ألا تلعن یزید؟** آپ یزید پر لعنت نہیں کرتے؟ حضرت امام صاحب نے جواب دیا:

متی رأت اباک یلعن احداً.

''تو نے اپنے باپ کو کسی پر بھی لعنت کرتے کب دیکھا ہے؟''

آیت: **فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ** ○ (محمد: ۲۳)

''کیا تم سے بعید ہے کہ اگر جہاد سے پیٹھ پھیرو تو لگو ملک میں فساد کرنے اور اپنے رشتے توڑنے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔''

سے خاص یزید کی لعنت پر اصرار کرنا خلاف انصاف ہے کیونکہ یہ آیت عام ہے اور اس کی وعید ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو ایسے افعال کے مرتکب ہوں، جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ یہ افعال صرف یزید ہی نے نہیں کیے بہت سے ہاشمی عباسی علوی بھی ان کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اگر اس آیت کی رو سے ان سب پر لعنت کرنا ضروری ہو تو اکثر مسلمانوں پر لعنت ضروری ہو جائے گی کیونکہ یہ افعال بہت عام ہیں مگر یہ فتویٰ کوئی بھی نہیں دے سکتا۔

یزید کو رحمہٗ اللہ کہنا مستحب ہے

- امام غزالی رحمہٗ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو یزید پر لعنت کرتا ہے؟
- کیا اس پر فسق کا حکم لگایا جا سکتا ہے؟
- کیا اس پر لعنت کا جواز ہے؟
- کیا یزید فی الواقع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا یا اس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقصد صرف اپنی مدافعت تھا؟

❖ اس کو رحمہٗ اللہ کہنا بہتر ہے یا اس سے سکوت افضل ہے؟

☆ امام غزالی رحمہٗ اللہ نے جواب دیا:

مسلمانوں پر لعنت کرنے کا قطعاً جواز نہیں جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرتا ہے وہ خود ملعون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔'' علاوہ ازیں ہمیں تو ہماری شریعت اسلامیہ نے بہائم (جانوروں) تک پر لعنت کرنے سے روکا ہے تو پھر کسی مسلمان پر کس طرح جائز ہو جائے گا؟ جب کہ ایک مسلمان کی حرمت (عزت) حرمت کعبہ سے زیادہ ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں مذکور ہے۔

یزید کا اسلام صحیح طور سے ثابت ہے۔ جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا تعلق ہے اس بارے میں کوئی صحیح ثبوت موجود نہیں کہ یزید نے انھیں قتل کیا، یا ان کے قتل کا حکم دیا، یا اس پر رضا مندی ظاہر کی۔ جب یزید کے متعلق یہ باتیں پایۂ ثبوت ہی کو نہیں پہونچتیں تو پھر اس سے بدگمانی کیونکر جائز ہوگی؟ جب کہ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۝ (الحجرات: ۱۲)

''تم خواہ مخواہ بدگمانی کرنے سے بچو کہ بعض دفعہ بدگمانی بھی گناہ کے دائرہ میں آجاتی ہے۔''

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے خون مال عزت وآبرو اور ان کے ساتھ بدگمانی کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔''

جس شخص کا خیال ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا، یا ان کے قتل کو پسند کیا وہ پرلے درجے کا احمق ہے کیا یہ واقعہ نہیں کہ ایسا گمان کرنے والے کے دور میں کتنے ہی اکابر وزراء اور سلاطین کو قتل کیا گیا، لیکن وہ اس بات کا پتہ چلانے سے قاصر رہا کہ کن لوگوں نے ان کا قتل کیا اور کن لوگوں نے اس قتل کو پسند یا ناپسند کیا، دراں حالانکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کا قتل اس کے بالکل قریب اور اس کے زمانے میں ہوا، اور اس نے اس کا خود مشاہدہ کیا، پھر اس قتل کے متعلق (یقینی اور حتمی طور پر) کیا کہا جا سکتا ہے جو دور دراز کے علاقے میں ہوا اور جس پر چار سو سال (امام غزالی کے دور تک کی) مدت بھی گزر چکی ہے۔

علاوہ ازیں اس سانحے پر تعصب و گروہ بندی کی دبیز تہیں چڑھ گئی ہیں اور روایتوں کے انبار لگا دیے گئے ہیں جن کی بنا پر اب اصل حقیقت کا سراغ لگانا ناممکن ہے۔ جب واقعہ یہ ہے کہ حقیقت کی نقاب کشائی ممکن ہی نہیں تو ہر مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا ضروری ہے۔ پھر اہل حق (اہل سنت) کا مذہب تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کے متعلق یہ ثابت بھی ہو جائے کہ اس نے کسی مسلمان کا قتل کیا ہے تب بھی وہ قاتل مسلمان کافر نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ جرم قتل کفر نہیں ایک معصیت (گناہ) ہے۔ پھر بھی واقعہ یہ ہے کہ مسلمان قاتل مرنے سے پہلے پہلے اکثر توبہ ہی کر لیتا ہے، اور شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ اگر کوئی کافر بھی کفر سے توبہ کر لے تو اس پر بھی لعنت کی اجازت نہیں، پھر یہ لعنت ایسے مسلمان کے لیے کیونکر جائز ہوگی جس نے مرنے سے پہلے جرم قتل سے توبہ کر لی ہو آخر کسی کے پاس اس امر کی کیا دلیل ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوئی اور توبہ کیے بغیر ہی وہ مر گیا جب کہ اللہ کا در توبہ ہر وقت کھلا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ. (الشوریٰ: ۲۵)

بہر حال کسی لحاظ سے بھی ایسے مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جو مر چکا ہو جو شخص کسی مرے ہوئے مسلمان پر لعنت کرے گا وہ خود فاسق ہے۔ اگر بالفرض لعنت کرنا جائز بھی ہو لیکن وہ لعنت کے بجائے سکوت اختیار کر رکھے تو ایسا شخص بالاجماع گنہ گار نہ ہوگا بلکہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک مرتبہ بھی ابلیس پر لعنت نہیں بھیجتا تو قیامت کے روز اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو نے ابلیس پر لعنت کیوں نہیں کی؟

البتہ اگر کسی نے کسی مسلمان پر لعنت کی تو قیامت کے روز اس سے یہ ضرور پوچھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے گا کہ تو نے اس پر لعن وطعن کیوں کی تھی؟ اور تجھے یہ کیوں کر معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ملعون ہے اور راندۂ درگاہ ہے؟ جب کہ کسی کے کفر وایمان کا مسئلہ امور غیب میں سے ہے، جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہاں شریعت کے ذریعہ ہمیں یہ ضرور معلوم ہوا ہے کہ جو شخص کفر کی حالت میں مرے وہ ملعون ہے۔

جہاں تک یزید کو رحمہ اللہ کہنے کا تعلق ہے تو یہ نہ صرف جائز اور مستحب ہے، بلکہ وہ از خود ہماری ان دعاؤں میں شامل ہے جو ہم تمام مسلمانوں کی مغفرت کے لیے کرتے ہیں: اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات. ''یا اللہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔'' اس لیے کہ یزید بھی یقیناً مومن تھا۔ (وفیات الاعیان، ۳/ ۲۸۸، طبع بیروت)

امام اور علیہ السلام

اس مسئلہ سے متعلق نامور محقق مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل سنت کی اکثریت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا سوچے سمجھے امام حسین علیہ السلام بولتی ہے حالانکہ سیدنا حسین کے ساتھ امام کا لفظ بولنا اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کے بجائے علیہ السلام کہنا بھی شیعیت ہے۔ ہم تمام صحابہ کرام کے ساتھ عزت واحترام کے لیے حضرت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہم۔ ہم کبھی امام ابوبکر، امام عمر، امام عثمان اور امام علی نہیں بولتے۔ اسی طرح ہم صحابہ کرام کے اسماء گرامی کے بعد رضی اللہ عنہ لکھتے اور بولتے ہیں اور کبھی ابوبکر علیہ السلام یا حضرت عمر علیہ السلام یا حضرت عثمان علیہ السلام نہیں بولتے، لیکن حضرت حسین رضی اللہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے بجائے علیہ السلام بولتے ہیں۔ کبھی اس پر غور کیا کہ ایسا کیوں ہے؟ دراصل شیعیت کا وہ اثر ہے جو غیر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شعوری طور پر ہمارے اندر داخل ہوگیا ہے۔ اس لیے یاد رکھیے کہ چونکہ شیعوں کا ایک بنیادی مسئلہ امامت کا بھی ہے اور امام ان کے نزدیک انبیاء کی طرح من جانب اللہ نامزد اور معصوم ہوتا ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ان کے بارہ اماموں سے ایک امام ہیں۔ اس لیے امام کا لفظ بولتے ہیں اور اسی طرح ان کے لیے علیہ السلام لکھتے اور بولتے ہیں ہمارے نزدیک وہ ایک صحابی رسول ہیں، امام معصوم نہیں۔ نہ ہم شیعوں کے امام معصومہ کے قائل ہی ہیں۔ اس لیے ہمیں انھیں دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت حسین رضی اللہ لکھنا اور بولنا چاہیے امام حسین علیہ السلام نہیں کہ یہ شیعوں کے معلوم عقائد اور مخصوص تکنیک کے غماز ہیں۔

رہی بات کہ علماء وفقہاء کے لیے امام کے لفظ کا استعمال اس معنی میں ہوتا ہے کہ وہ حدیث وفقہ کے ماہر تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اس معنی میں استعمال کیا جائے تو اس میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں بلکہ اس معنی میں وہ بعد کے ائمہ سے زیادہ اس لفظ کے مستحق ہیں، لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس معنی میں امام نہیں کہا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام کو بھی امام لکھا اور بولا جاتا کہ وہ علوم قرآن وحدیث کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ رمز شناس تھے۔ جب کسی بڑے سے بڑے صحابی کے لیے امام کا لفظ نہیں بولا جاتا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ صرف حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس لفظ کا استعمال ان معنوں میں قطعاً نہیں جن میں اس کا استعمال عام ہے بلکہ یہ شیعیت کے مخصوص عقائد کا غماز ہے۔ اس لیے اہل سنت کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔'' (ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص ۲۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ صفر المظفر کی بدعات

ہر اسلامی مہینہ کی طرح ماہ صفر میں بھی اسلام سے نابلد اور نام نہاد مسلمانوں نے رسوم وخرافات کو رواج دے ڈالا ہے، حالانکہ اسلام ہر طرح کے اوہام وخرافات اور فاسد عقائد سے پاک ہے۔ دور جاہلیت میں لوگ مختلف قسم کے توہمات کا شکار تھے۔ اسلام نے آکر ان کا خاتمہ کیا اور انھیں صاف ستھرا اور صالح عقیدہ عطا کیا۔ مثال کے طور پر دور جاہلیت میں بدفالی اور شگون بد لینے کا رواج تھا۔ اگر کوئی شخص کسی کام کے لیے نکلتا تھا اور پھر دیکھتا کہ ایک چڑیا بائیں طرف سے دائیں طرف اڑگئی ہے تو اس سے نیک فال لیتے اور خوشی خوشی اس کام کے لیے جاتے، لیکن اگر چڑیا دائیں سے بائیں طرف اڑتی اور راستہ کاٹ جاتی تو اس سے بدشگونی لیتے اور آگے نہیں جاتے، بلکہ سفر ملتوی کر دیتے۔

خرافات پر مبنی یہ فاسد عقیدہ آج بھی بعض مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ اسلام نے ایسے عقیدے کی نفی کی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لاعدویٰ ولا طیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر اخرجاہ وزاد مسلم ولا نوع ولا غول. (صحیح بخاری کتاب الطب لاہامۃ ۱۰/ ۲۶۵، رقم الحدیث ۵۷۵۷، صحیح مسلم باب لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر ولا نوع ولا غول ۷/۴۷۱، رقم الحدیث: ۱۰۲۔ سنن أبی داؤد، کتاب الطب باب فی الطیرۃ ۴/ ۱۷، سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ما کان یعجبه ویکره الطیر ۲/۱۷۱، مسند احمد بن حنبل ۱/۱۷۴)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ نہ بدفالی کوئی چیز ہے نہ الو کا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے نہ صفر کچھ ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ پچھتر کوئی چیز ہے نہ بھوت۔''

(۱) عدوی سے مراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ بیماری از خود ایک مریض سے دوسرے مریض کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی تردید کی اور بتایا کہ کوئی بھی بیماری ہو جب تک اللہ کا حکم اور اس کی مرضی اور اجازت نہ ہو دوسرے کو نہیں لگتی اور اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اور مرضی ہو تو خواہ اس طرح کا مریض ہو یا نہ ہو، وہ لاحق ہو جاتی ہے۔ عدویٰ الاعداء کا اسم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اعداء الداء یعدیه اعداء اردو میں اسے چھوت کی بیماری کہتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے اونٹ خارش سے پاک اور تندرست ہوتے ہیں اور چمکتے ہیں، پھر ان میں خارش زدہ اونٹ آجاتا ہے اور سب کو خارش ہو جاتی ہے، آپ نے فرمایا: اس پہلے اونٹ کو خارش زدہ کس نے کیا۔ آپ نے بغیر اذن الٰہی کے بیماری کے خود بخود متعدی ہونے کے عقیدے کو باطل قرار دیا ہے، کیونکہ لوگ گمان رکھتے تھے کہ بیماری فی نفسہ متعدی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بتلایا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بیمار کرتا ہے اور بیماری نازل کرتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ کوڑھی سے دور بھاگو جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہو۔

عقل وطب چھوت کی نفی نہیں کرتی ہیں بلکہ دونوں سے ثابت ہے کہ بعض بیماریوں میں چھوت کی قوت ہے مثلاً زکام، دق اور کوڑھ۔ ایسی صورت میں کوڑھ سے بھاگنے کے متعلق حدیث نبوی ﷺ سے چھوت کا ثبوت ملتا ہے، اور دوسری حدیث سے اس کی نفی ہوتی ہے، ان دونوں کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عقل صحیح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور طب صحیح اور متعدد تجربات سے جو بات ثابت ہے شریعت اسلامیہ اس کی نفی نہیں کرتی اور صورت تطبیق یہ ہے کہ مشرکین کا جو یہ عقیدہ تھا کہ امراض بذات خود متعدی ہیں۔ تقدیر الٰہی ومشیت خداوندی کا اس میں دخل نہیں، اس کی نفی حدیث مذکور میں کی گئی ہے۔ یعنی حدیث مذکور میں جاہلی عقیدہ کی نفی کی گئی ہے، اور جس حدیث میں چھوت کا اثبات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قدرت ومشیت کے مطابق مرض میں چھوت چھات ہوسکتی ہے۔ اس طرح طب وعقل اور حدیث مذکور میں تطبیق ہوجاتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم کے ساتھ کھانے میں اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کھاؤ، لہٰذا جس کا ایمان اتنا قوی ہے کہ وہ اسے وسواس اور اوہام سے باز رکھے اور اللہ تعالیٰ پر پوری طرح توکل کرنے والا بنادے، وہ متعدی امراض والوں کے ساتھ رہتے سہتے ہیں لیکن جن کا ایمان اس درجہ کا نہیں ہے ان کے لیے اسے امراض سے اجتناب ودوری بہتر ہے جیسا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا کہ ملک شام میں طاعون زدہ مقام پر نہیں گئے۔

(۲) طیرۃ، طیر، طائر۔ کسی چیز سے نحوست لینا، بدفالی لینا، بدشگون سمجھنا۔ یہ لفظ تطیر کا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تطیر خیرۃ۔ عموماً عرب لوگ پرندوں کو اڑا کر یا جانوروں کو اپنے مقام سے بھگا کر نیک وبدفال لینے کے عادی تھے۔ اس کی اصل یہ بتائی جاتی ہے کہ داہنے یا بائیں طرف سے آنے جانے والے پرندوں یا ہرن وغیرہ سے اچھی یا بری فال یا شگون لیا کرتے تھے۔ توہم پرستوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ اگر سامنے سے کوئی کانا آدمی عورت یا بلی گزر جائے تو کام ہرگز نہیں ہوگا۔ چنانچہ شریعت نے ایسے فاسد عقیدوں کی نفی کی اور اسے باطل وممنوع قرار دیا اور یہ بتلایا کہ اس میں نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے:

عن ابن مسعودؓ مرفوعاً الطیرۃ شرک. وما منا الا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ولكن الله يذهبه بالتوكل. (سنن أبی داؤد كتاب الطب باب فی الطيرة ۴/۱۷، سنن الترمذی، أبواب ايسر باب ماجاء فی الطيرة ۱/۱۹۴، سنن ابن ماجه كتاب الطب باب ماكان يعجبه الفال ۲/۱۱۷۰)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ بدفالی شرک ہے، بدفالی شرک ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی نہیں جس کے دل میں بدفالی والی بات نہ آتی ہو مگر توکل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔''

البتہ نیک فالی[1] و نیک شگونی جائز ہے، جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، لیکن بدشگونی جرم عظیم ہے۔ اس سے بہت دور رہنا چاہیے اور دل میں اس قسم کا وہم پیدا ہو تو اس کو دور کرنا چاہیے اور اس کے سبب کسی کام سے رکنا نہیں چاہیے۔ عبدالرزاق مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

ثلاثة لا يسلم منهن احد الطيرة والظن والحسد فاذا تطيرت فلا ترجع واذا حسدت فلا تبغ واذ ظننت فلا تحقق.

''بدشگونی و بدگمانی اور حسد یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جن سے بچنا مشکل ہے لہٰذا جب کسی کام میں کوئی بدشگونی تمہیں تردد میں ڈالے تو بدشگونی کے سبب اس کام سے باز نہ آؤ، اور جب کسی سے حسد پیدا ہوا تو دل سے اسے دور کرو جب بدگمانی پیدا ہو تو اس پر یقین نہ کرو۔''

(۳) ہامہ الّو کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی دو ہیں ایک یہ کہ جو عام لوگ رات کو الو کے بولنے پر برے برے اعتقاد رکھتے ہیں اور جس جگہ بولے اسے ویران ہونے والا بتاتے ہیں، اور اسی قسم کے خیالات جو الو کی بابت مشہور ہیں۔ دوم وہ جو عرب دور جاہلیت میں

---

[1] فال کوئی عمدہ لفظ سن کر خوش ہونا یہ انسانی فطرت ہے۔ اس لئے بھلائی کو مستحسن اور برائی کو حرام قرار دیا مگر عام جاہلوں اور بعض مدعیان علم میں عام طور پر جو دیوان حافظ اور قرآن مجید وغیرہ سے فال لینے کا چرچا ہے وہ قطعاً حرام اور کہانت میں داخل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خیال کرتے تھے کہ جب کسی مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی کھوپڑی میں سے ایک الو نکل کر پکارتا ہے۔ اسقونی اسقونی. مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ، جب بدلہ لے لیا جاتا تو وہ چپ ہوجاتا تھا۔ اس حدیث میں بدلہ لینے کا عقیدہ باطل ٹھہرایا گیا۔

(۴) صفر ہجری سن کا دوسرا مہینہ ہے جو ماہ محرم الحرام کے بعد آتا ہے۔ بدعقیدہ مسلم خواتین میں یہ مہینہ ''تیرہ تیزی'' کے نام سے بھی مشہور ہے۔ وہ اس مہینے کو منحوس خیال کرتی ہوئی چنے ابال کر اس مہینہ میں صدقہ کرتی ہیں، تاکہ اس کی نحوست سے محفوظ رہیں۔ ''ولا صفر'' کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ عرب کبھی ماہ صفر کو ماہ محرم سے بدل لیتے تھے۔ یعنی ماہ محرم کے بجائے ماہ صفر کو حرمت والا مہینہ مان لیتے تھے اور اس کے بدلے محرم میں لڑائی اور لوٹ مار قتل وغارت گری وخوں ریزی کو حلال کرلیتے اور کبھی ایسا نہ کرتے اور محرم ہی کو حرمت والا مہینہ مانتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے عمل کو باطل قرار دیا اور ولا صفر سے اس کی تردید کی۔

اس کا دوسرا معنیٰ علماء کرام نے یہ بتایا ہے کہ صفر ایک بیماری ہے جس میں آدمی کھاتا چلا جاتا ہے مگر اس کی بھوک ختم نہیں ہوتی، جسے جوع البقر کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا عقیدہ تھا کہ صفر پیٹ میں ایک کیڑہ یا سانپ ہوتا ہے، یا ایک خطرناک بیماری ہوتی ہے اور جس کو یہ بیماری لاحق ہوجاتی ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے، اور یہ بیماری خارش سے بھی زیادہ متعدی ہوتی ہے۔ اس عقیدہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کی اور فرمایا: ''ولا صفر'' صفر کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ بیماری بھی اللہ کے حکم کے بغیر متعدی نہیں ہوتی۔

اس کا تیسرا معنیٰ یہ بتایا گیا ہے کہ عرب دور جاہلیت میں ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے، کیونکہ ذی الحجہ اور محرم حرمت والے مہینے تھے جس میں وہ جھگڑا اور لڑائی حرام سمجھتے تھے، لیکن صفر کا مہینہ شروع ہوتے ہی لوٹ مار اور قتل وغارت گری کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تردید فرمائی اور بتایا کہ ماہ صفر بذات خود منحوس نہیں ہے۔ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں جو کچھ بھی لوگوں کے لیے مصیبت اور پریشانی ہے، وہ ان کے اعمال قتل وخوں ریزی اور لوٹ مار کی وجہ سے ہے۔(فتح المجید، ص ۳۰۸)

اسی طرح عرب بعض ایام کو منحوس سمجھتے اور برا بھلا کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور صرف منع ہی نہیں فرمایا بلکہ ایام اور مہینوں اور زمانے کو برا بھلا کہنے کو اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کے مترادف قرار دیا۔ حدیث قدسی ہے:

يقول الله عزوجل يوذيني ابن آدم يسب الدهر وانا الدهر بيدى الأمر اقلب الليل والنهار. (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ الجاثیہ ۸/ ۴۳۸،رقم الحدیث ۴۸۲۶)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے حالانکہ زمانہ میں خود ہوں میرے ہی ہاتھ میں تمام امر ہے میں ہی رات اور دن کو پلٹتا ہوں۔''

کتاب وسنت کی روشنی میں کچھ مہینے، ایام اور راتیں ایسی ہیں جن کو دوسرے مہینوں ایام اور راتوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت ہے۔ جیسے یوم عرفہ، شب قدر اور ماہ رمضان وغیرہ کی فضیلت ہے مگر کسی ماہ یا دن یا رات کے بارے میں صحیح احادیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ منحوس ہے اور اس سے بدشگونی لینی چاہیے۔

افسوس کہ بہت سے مسلمان ماہ صفر کے بارے میں بڑی بدعقیدگی کا شکار ہیں۔ وہ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس ماہ میں مصائب وآلام کی ہوائیں پوری تیزی کے ساتھ چلنے لگتی ہیں اور غم وتکلیف کے دریا تندی وروانی کے ساتھ بہنے لگتے ہیں۔ یعنی سال میں دس لاکھ اسّی ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں ان میں صرف ایک مہینہ ''صفر'' میں نو لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی صفر کا مہینہ گزرنے کی خوش خبری سنائے۔ میں اس کو جنت میں داخل ہونے کی خوش خبری سناتا ہوں غرضیکہ اس مہینہ یا آخری بدھ کی نحوست کے سلسلہ میں جتنی بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روایتیں ہیں سب موضوع، ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں۔

(کتاب الموضوعات لابن الجوزی، ۳/۷۳-۷۴)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صفر کے معنی خالی ہونا ہے اور چونکہ یہ مہینہ رحمتوں اور برکتوں سے خالی ہوتا ہے، اس واسطے اسے صفر کہتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط توجیہ ہے۔ صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عموماً عربوں کے گھر خالی رہتے تھے۔ مسلسل تین حرمت والے مہینوں کے بعد یہ مہینہ آتا تو جنگ وجدال کے یہ عادی عرب لڑائی اور لوٹ مار کے لیے نکل پڑتے، اور اس طرح ان کے مکان خالی ہوجاتے اور جب مکان خالی ہوجائے تو کہا جاتا ہے کہ "صفر المکان" مکان خالی ہوگیا۔

حافظ ابن کثیر رحمۂ اللہ فرماتے ہیں:

وصفر سمی بذلک لخلو بیوتھم منھم حین یخرجون للقتال والاسفار یقال صفر المکان اذا خلا ویجمع علی اصفار کجمل واجمال.

(تفسیر ابن کثیر ۲/۳۵۴)

"صفر کا نام صفر اس واسطے رکھا گیا ہے کہ عربوں کے گھر اس ماہ میں ان کے قتال اور سفر کے لیے نکلنے کی وجہ سے خالی ہوجاتے تھے، اور جب مکان خالی ہوجائے تو کہا جاتا ہے صفر المکان اور صفر کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔"

بعض لوگ نئے شادی شدہ جوڑوں کو اس ماہ کے ابتدائی تیرہ دنوں میں ایک دوسرے سے الگ رہنے کی تاکید کرتے ہیں، انھیں ایک دوسرے کی صورت تک نہیں دیکھنے دی جاتی ہے، اس کے علاوہ ہر شوہر اور بیوی کو بھی تین دن تک ایک دوسرے سے الگ رکھا جاتا ہے، تاکہ وہ نحوست کا شکار نہ ہوجائیں۔

بعض مسلمان ماہ محرم اور صفر میں اس بنا پر شادی اور کوئی خوشی کا کام نہیں کرتے کہ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اور صفر میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتقال ہوا۔ ان دونوں واقعات کی بنا پر دونوں مہینوں کو شادی اور خوشی کے لیے غیر مناسب بلکہ منحوس سمجھتے ہیں، حالانکہ کسی کی وفات اور شہادت کا دنوں اور مہینوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ورنہ ماہ ربیع الاول اس بنا پر منحوس کہا جاتا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی۔ جمادی الاولیٰ کو اس بنا پر منحوس سمجھا جاتا کہ اس میں خلیفہ اول، یار غار رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اور ذی الحجہ کو اس واسطے منحوس کہا جاتا ہے کہ اس میں خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، اور ماہ رمضان اس واسطے منحوس ہوتا کہ اس میں خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور ائمہ اسلام کی وفات اور شہادت کے ایام ومہینوں کو منحوس قرار دیں، تو کوئی مہینہ بلکہ کوئی دن نحوست سے خالی نہ رہے۔ اس واسطے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے محرم کو اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کی وجہ سے صفر کو منحوس سمجھنا اور ان میں شادی بیاہ نہ کرنا سراسر باطل اور غلط ہے۔ کوئی مہینہ اور دن منحوس نہیں ہوتا، منحوس آدمی کا اپنا ناجائز عمل اور غلط عقیدہ ہوتا ہے۔

ماہ صفر کی بدعات میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ اس ماہ کے آخر میں مغرب وعشاء کے درمیان مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں، اور ایک ایسے کاتب کے پاس حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں جو انھیں کاغذ پر انبیاء علیہم السلام کے اوپر سلام والی آیتوں کو لکھ کر دیتا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:

(۱) سلامٌ قولاً من رب الرحیم.

(۲) سلامٌ علیٰ نوحٍ فی العالمین.

(۳) سلامٌ علیٰ ابراھیم.

(۴) سلامٌ علیٰ موسی و ھارون.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۵) سلامٌ علیٰ العالمین.

(۶) سلامٌ علیکم طبتم فادخلوھا خالدین.

(۷) سلامٌ ھی حتّٰی مطلع الفجر.

پھر یہ لوگ یہ کاغذ پانی کے برتنوں میں ڈال دیتے ہیں، اور ان برتنوں کا پانی اس عقیدہ کے ساتھ پیتے ہیں کہ اس سے وہ تمام آفات ومصائب سے محفوظ رہیں گے، کیونکہ اس وقت ان آیات کے لکھنے میں کوئی خوشگوار قسم کا راز پوشیدہ ہے، نیز یہ لوگ کاغذ کو بطور ہدیہ وتحفہ لے کر اپنے گھر جاتے ہیں۔ پتہ نہیں لوگوں میں یہ عادت کہاں سے آ گئی۔ اسلاف میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا اور ایسی باتیں صرف تعویذ گنڈہ کرنے والے پیروں فقیروں کے یہاں پائی جاتی ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا خلاف شرع اور موجب گناہ ہے۔

(۵) نوء- دور جاہلیت میں لوگ کہا کرتے تھے کہ فلاں نچھتر کے سبب بارش ہوئی۔ لوگ بارش وہوا کو ستاروں اور نچھتروں کی طرف منسوب کرتے تھے، اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ نچھتر اور ستاروں میں تاثیر ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی نفی کردی اور فرمایا کہ ولا نوء.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَتَجعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ. (الواقعۃ: ۸۲) یعنی تم کہتے ہو کہ فلاں فلاں ستاروں کے ذریعہ ہم پر بارش ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ بارش سے خوش ہو کر تم اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ستاروں کا شکریہ ادا کرتے ہو جو بالکل جھوٹی بات ہے، یعنی ستارے بارش نہیں کرتے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ وقال النائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیامۃ وعلیھا سر بال من قطران ودرع من جرب. (صحیح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحة ۳/ ۵۰۷، رقم الحدیث: ۲۹)

''حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں چار جاہلیت کی باتیں ایسی ہیں کہ انھیں نہ چھوڑیں گے۔ (۱) اپنے حسب ونسب پر فخر کرنا۔ (۲) دوسروں کے نسب پر طعنہ کرنا۔ (۳) تاروں سے بارش کا اعتقاد رکھنا۔ (۴) مردوں پر نوحہ کرنا۔ پھر فرمایا جو عورت نوحہ کرے اور موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے روز قیامت تار کول کا کرتا اور خارش کی کرتی پہنائی جائے گی۔''

ستاروں سے طلب بارش کا مطلب یہ ہے کہ بارش کا انتساب ستاروں کی طرف کیا جائے یعنی اس بات کا عقیدہ رکھا جائے کہ بارش نازل کرنے میں پچھتروں کا اثر ودخل ہے تو یہ چیز شرک وکفر ہے۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن زید بن خالد قال صلی بنا رسول الله ﷺ بالحدیبیة علی اثر سماه کانت من اللیل فلما انصرف اقبل علی الناس فقال هل تدرون ماذا قال ربکم؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال قال اصبح من عبادی مومن بی و کافر فاما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلک مومن بی و کافر بالکوکب واما من قال مطرنا بنوء کذا وکذا فذلک کافر بی ومومن بالکوکب.

(صحیح بخاری، کتاب الآذان، باب یستقبل الامام الناس ۲/۴۲۴، رقم الحدیث ۸۴۶، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء ۱/۳۳۶، رقم الحدیث ۱۲۵)

''حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز حدیبیہ میں ایسی رات میں پڑھائی جس میں بارش ہوئی تھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ بولے اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آج صبح بہت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے میرے بندے مومن ہو گئے اور بہت سے کافر پس جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں سے کافر ہوا اور جس نے کہا ہمیں فلاں فلاں پچھتر سے بارش ہوئی وہ مجھ سے کافر ہوا اور تاروں پر ایمان لایا۔"

دمشق میں بعض لوگ بدھ کے روز مریض کی عیادت کو منحوس اور بدفالی سمجھتے ہیں، چنانچہ بدھ کے دن عوام اور خواص اور رشتہ داروں کے لیے عیادت مریض ممکن نہیں۔ بظاہر ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے کہ:

یوم الاربعاء یوم نحس مستمر.

"بدھ کا دن باقی و برقرار رکھنے والا منحوس دن ہے۔"

اس روایت کے بارے میں امام صغانی اور امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں: کہ بدھ کے دن کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں مگر سب کی سب ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں۔

لوگوں میں رائج خرافات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جس نے بدھ کے روز کسی مریض کی عیادت کی تو جمعرات کو وہ اس مریض کی عیادت کرے گا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ بدھ کے روز جس مریض کی عیادت کی جائے گی وہ مریض اس کے بعد دوسرے دن جمعرات کو مرجائے گا جس کی زیارت جمعرات کو قبرستان میں ہوگی۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ اَنْ نَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ. "یا اللہ ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم جاہلوں میں سے بن جائیں۔"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بدھ، جمعرات یا سنیچر کے روز سفر کرنا مکروہ ہے؟ یا ان ایام میں کپڑوں کی کاٹ چھانٹ اور کپڑوں کی سلائی سوت کی کتائی یا اس قسم کے کاموں کا کرنا مکروہ ہے یا فلاں فلاں تاریخوں کی راتوں میں وطی اور جماع کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے پیدا ہونے والے بچوں کے لیے خوف وخطرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لگا رہتا ہے۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا: سوال میں مذکورہ عقائد وخیالات باطل اور بے اصل ہیں اور آدمی جب استخارہ کر کے کوئی مباح عمل کرے، جس وقت بھی کرنا آسان ہو، قطعی طور پر وہ کام کرسکتا ہے۔ کسی دن بھی کپڑے کی کاٹ چھانٹ یا سلائی یا سوت کی کتائی مکروہ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدفالی سے منع فرمایا ہے:

عن معاوية بن الحكم السلمى قال قلت يا رسول الله ﷺ ان مناقوما يأتون الكهان؟ فلا تاتوهم قال مناقوم يتطيرون؟ قال وذلك شيء يجده احدكم من نفسه فلا يصدنكم. (صحيح بخارى كتاب الاستسقاء باب قول الله تعالىٰ وتجعلون رزقكم انكم تكذبون ۲/۵۲۲، صحيح مسلم كتاب السلام باب تحريم الكهانة واتيان الكهان ۷/۴۸۱، رقم الحديث۱۲۱)

''حضرت معاویہ بن حکم سلمی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ کاہنوں[۱] کے پاس مت

---

۱ علم نجوم سے مراد وہ علم یا طریقہ ہے جس میں ستاروں کی چال، مدارج اور برجوں کے ذریعے غیب یا مستقبل یا قسمت کا حال معلوم کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہانت بھی اس کی ایک مثل ہے جس میں کچھ دوسرے ذریعوں جیسے ہاتھ کی لکیروں یا کچھ ظاہری علامتوں وغیرہ سے یہی مقصد حاصل کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ علم رمل علم ابجد وغیرہ بھی نجوم وکہانت کی مثل ہیں اور انہیں علماء نے سحر وجادو کی اقسام میں شمار کیا ہے۔ ان سب کے ذرائع اور طریقے الگ الگ ہیں۔ مقصد ونتیجہ یکساں ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے: جو شخص عرّاف کے پاس آئے اور اس کی بات کی تصدیق کرے اس کی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ سنن وغیرہ میں عراف یا کاہن کے پاس آنے والے اور ان کی تصدیق کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ عرّاف وہ شخص ہے جو کچھ مقدمات کے ذریعے واقعات ومعاملات کی جانکاری کا دعویٰ کرتا ہے ان کے ذریعے مسروقہ اشیاء اور گمشدگی کی جگہ کا پتہ لگاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ عراف دراصل کاہن ہے اور کاہن وہ ہے جو مستقبل کے امور غیب کی خبر دیتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص ہے جو دل وضمیر کی بات بتائے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا ہم میں سے کچھ لوگ بدفالی لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے جس کو تم میں سے بعض لوگ اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ سے کوئی کام کرنے سے تمہیں باز نہیں رہنا چاہیے۔"

آگے چل کر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کام کا آدمی نے عزم کیا اس کام کو بدفالی کے سبب کرنے سے باز نہیں آنا چاہیے۔ تو رات اور دن میں سے کسی کو منحوس سمجھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ بلکہ جمعرات اور سنیچر اور دوشنبہ کو سفر کرنا مستحب ہے اور تمام ایام میں کسی دن سفر کرنے یا کسی کام کے کرنے سے روکا نہیں گیا ہے۔ البتہ جمعہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ اگر سفر کے سبب نماز جمعہ فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس دن جمعہ سے پہلے سفر کرنے سے بعض علماء منع کرتے ہیں، اور بعض علماء کرام جائز بتاتے ہیں لیکن کاروبار اور جماع و وطی تو کبھی اور کسی دن مکروہ وممنوع نہیں۔ واللہ اعلم۔ (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ)

ماہ صفر کے آخری بدھ کی تاریخی حیثیت

ماہ صفر کے آخری بدھ کے بارے میں عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ اس روز رسول اللہ ﷺ نے بیماری سے شفا پائی اور آپ ﷺ نے غسل صحت فرمایا۔ اسی لیے بعض لوگ ماہ صفر کے آخری بدھ کو کاروبار بند کر کے عید کی طرح خوشیاں مناتے ہیں، اور سیر و تفریح کے لیے

(گزشتہ سے پیوستہ) نجومی، کاہن، رمال و جفار دراصل اپنے دعوے سے علم الٰہی میں شریک کے دعویدار ہوتے ہیں۔ غیب صرف اللہ جانتا ہے اس کے برگزیدہ پیغمبر بھی اس میں اللہ کے شریک نہیں تھے، لہٰذا نجومیوں اور کاہنوں کا مستقبل اور غیب معلوم کر لینے اور بتانے کا دعویٰ سراسر جھوٹ اور ڈھونگ اور صریح کفر وشرک ہے۔ اللہ کی تقدیر صرف اللہ جانتا ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے نہ صرف ان علوم کے سیکھنے سکھانے کو حرام قرار دیا ہے بلکہ ان کا استعمال کرنے والے، کروانے والے اور کاہن و نجوم کی تصدیق کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہر سے باہر نکلتے ہیں اور آپ کی صحت یابی کی خوشی میں جلوس نکالتے ہیں۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہ احادیث کی کتابوں سے اور نہ تاریخ وسیر کی کتابوں سے ملتا ہے۔ بلکہ تاریخ وسیر کی کتابوں سے اس کے خلاف ثبوت ملتا ہے، چنانچہ اسد الغابۃ (۴۱/۱) میں ہے:

"بدأ برسول الله ﷺ مرضه الذى مات منه يوم الاربعاء ليلتين بقيتا من صفر سنة احدى عشرة فى بيت ميمونة ثم انتقل حين اشتدّ مرضه الى بيت عائشة وقبض يوم الاثنين ضحى فى الوقت الذى دخل فيه المدينة لاثنتى عشرة من ربيع الاول."

"رسول اللہ ﷺ کی اس بیماری کا آغاز جس میں آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے ۱۱ھ میں صفر کے مہینے کی جب دو راتیں باقی رہ گئی تھیں بدھ کے روز حضرت میمونہؓ کے گھر میں ہوا۔ پھر جب آپؐ کی بیماری نے شدت اختیار کی تو آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے اور ۱۲/ربیع الاوّل پیر کے دن چاشت کے وقت جس وقت آپ مدینہ میں داخل ہوئے تھے، آپ کی روح اقدس کو قبض کر لیا گیا۔"

یہی عبارت **الاستیعاب فی معرفة الاصحاب** (۲۰/۱) میں بھی ہے اور تاریخ خمیس (۱۶۱/۲) میں ہے۔

ابتداء به صداع فى أواخر صفر ليلتين بقيتا منه يوم الاربعاء فى بيت ميمونة.

"رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی ابتدا بدھ کے روز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں صفر کے آخر میں ہوئی۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہٗ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری (۱۶۴/۸) ترجمۃ الباب **باب مرض النبى صلى الله عليه وسلم ووفاته** کی شرح میں لکھا ہے: "بیماری کا آغاز صفر کے آخر میں ہوا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور طبقات ابن سعد (۲/۲۷۷) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۲۹/صفر ۱۱ھ یوم چہار شنبہ کو بیمار ہوئے اور ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔

البدایۃ والنہایۃ (۵/۲۲۴) میں ہے:

ابتدأ رسول الله ﷺ بشكواه الذى قبضه الله فيه الى ارادة الله من رحمته وكرامته فى ليال بقين من صفر وفي اول شهر ربيع الاول.

"رسول اللہ ﷺ کی اس بیماری کا آغاز جس میں اللہ نے ان کی روح مبارک کو قبض فرمایا تاکہ ان کو اپنی رحمت وکرامت سے نوازے، صفر کی چند راتیں باقی رہ گئی تھیں یا ربیع الاول کی ابتدا میں ہوا۔"

تاریخ الکامل (۲/۲۱۵) میں ہے:

ابتدأ برسول الله ﷺ مرضه أواخر صفر.

"رسول اللہ ﷺ کی اس بیماری کا آغاز صفر کے آخر میں ہوا۔"

سیرت ابن ہشام (۵/۲۲۴) میں ہے:

ابتدأ شكوى رسول الله ﷺ بشكواه الذى قبضه الله فيه الى ارادة الله من رحمته وكوامته فى ليال بقين من صفر أو فى شهر ربيع الاول.

"رسول اللہ ﷺ کی اس بیماری کا آغاز جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی روح مبارک کو قبض فرمایا تاکہ ان کو اپنی رحمت وکرامت سے نوازے صفر کی چند راتیں باقی رہ گئیں یا ربیع الاول کی ابتدا ہو چکی تھی، اس وقت ہوا۔"

تاریخ ابن خلدون (۲/۶۱) میں ہے:

بدأه الوجع ليلتين بقيتامن صفر وتحاوى به وجعه.

"صفر کی جب دو راتیں باقی رہ گئیں تھی آپ ﷺ کی بیماری شروع ہوئی پھر آپ ﷺ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیمار ہی رہے۔"

تاریخ طبری (۲/۱۶۱) میں ہے:

بدأ برسول الله ﷺ وجعه ليلتين بقيتا من صفر.

"رسول اللہ ﷺ کی بیماری کا آغاز اس وقت ہوا جب صفر کی دو راتیں باقی رہ گئی تھیں۔"

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کل تیرہ دن بیمار رہے۔ اس بنا پر اگر یہ تحقیقی طور پر متعین ہو جائے کہ آپ نے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کی جا سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بروایت صحیح آٹھ روز (دو شنبہ تک) بیمار رہے یہیں وفات پائی اس لیے ایام علالت کی مدت آٹھ روز یقینی ہے۔ عام روایات کے رو سے پانچ دن اور چاہئیں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لیے مدت علالت ۱۳ دن صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے حجروں میں بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ سے ہوتا ہے۔" (سیرت النبی، ۲/۱۷۲)

بہرحال محققین کے نزدیک آپ ﷺ کی بیماری کا آغاز صفر میں آخری بدھ کو ہوا کچھ لوگوں نے دن اور تاریخ میں تھوڑا اختلاف کیا ہے۔ مگر یہ بات تقریباً متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کی مرض الموت کی ابتدا صفر کی آخری تاریخوں میں ہوئی۔ پھر بتایئے کہ مسلمانوں کو یہ کہاں زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے نبی فداہ ابی وامی کی بیماری کے دن خوشیاں منائیں۔ زیب و زینت کر کے باغوں، پارکوں اور سیر گاہوں میں تفریح کے لیے جائیں، قسم قسم کے کھانے مٹھائیاں اور میوے وغیرہ کھائیں اور کھلائیں، خصوصاً عورتیں عیدین سے بڑھ کر خوشیاں منائیں، اور خوب بن سنور کر سیر کے لیے نکلیں۔ ذرا غور کیجئے کیا آپ میں کوئی اپنے ماں باپ بھائی بہن یا رشتہ دار یا عزیز دوست کے مرض میں مبتلا ہونے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کو خوشی منائے گا؟ اچھے اچھے اور لذیذ کھانوں کا اہتمام کرے گا؟ گھر میں آپ کا کوئی عزیز جاں کنی کی حالت میں ہو تو آپ سیر وتفریح کو جائیں گے؟ جب آپ اپنے ایک عزیز دوست اور رشتہ دار کی بیماری کے دن ایسا نہیں کر سکتے، تو حضرت محمد ﷺ کی علالت کے آغاز کے دن کیسے کر سکتے ہیں جن کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

(فتح الباری کتاب الایمان، باب حبّ الرسول ﷺ من الایمان ۱/۸۰)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ سے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

یہ کام نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نہ تاریخ وسیرت سے، نہ اسے آپ کے اہل بیت نے کیا ہے، نہ خلفائے راشدین نے، نہ آپ کے صحابہ کرام نے کیا ہے، نہ تابعین اور تبع تابعین نے، نہ امام ابوحنیفہ نے کیا ہے، نہ امام مالک نے، نہ امام شافعی نے کیا، نہ امام احمد بن حنبل نے کیا، نہ کسی اور امام بزرگ اور ولی نے یہ تو ان دشمنان اسلام کی سازش ہے جو مذہب اسلام اور رسول انام کی بے حرمتی مسلمانوں کے ہاتھوں کرانا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیے اور اعدائے اسلام کی ان سازشوں کا ہرگز شکار نہ ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے دشمنوں کے مکر وفریب سے محفوظ رکھے اور آپ ﷺ کا سچا محب اور فدائی بنائے۔ اتباع سنت کی توفیق دے اور تمام بدعات و خرافات سے دور رکھے، آمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ ربیع الاوّل کی بدعات

ربیع الاول ہجری سال کا تیسرا مہینہ ہے۔ عربی زبان میں لفظ ربیع کا مطلب بہار یا موسم بہار کی بارش کے ہیں۔ ربیع الاول کا مطلب ہوا موسم بہار کا پہلا مہینہ۔ عربی میں کہتے ہیں: ان الربیع فصل فیہ الحیاۃ تحلو. ''ربیع ایسا موسم ہے جس میں زندگی شیریں ہوجاتی ہے۔''

اسی فرحت بخش اور پُرمسرت موسم بہار میں ہمارے محمد ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی، اور آپ ﷺ کی وفات بھی اسی ماہ میں ہوئی۔ ہر سال یہ مہینہ ہمیں جہاں نبی صلی ﷺ کی ولادت باسعادت کے عظیم واقعہ کو یاد دلاتا ہے وہیں آپ ﷺ کے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمانے کے غم کو بھی تازہ کرتا ہے۔ سید المرسلین خاتم المرسلین محمد عربی ﷺ کی ولادت ووفات کا واقعہ ایک ہی ماہ بلکہ ایک ہی دن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک پہلو کو سامنے رکھ کر بدعت وگمراہی میں نہ پڑ جائے، نہ اس دن کو خوشی وعید کے طور پر منائے اور نہ ہی غم وسوگ کے طور پر، اسلام میں ان دونوں کی قطعی اجازت نہیں۔ بلاشک وشبہ ماہ ربیع الاول عالم انسانیت کے لیے نہایت خیر وبرکت کا مہینہ ہے۔ جس کی نوویں تاریخ نہایت سعید ومسرت آمیز اور فیوض وبرکات سے لبریز ہے۔ اس لیے کہ اسی تاریخ میں خاتم النبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت محمد ﷺ کی پیدائش صحیح روایت کے مطابق تقویم کے حساب سے ۹/ربیع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الاول کو دوشنبہ کے دن صبح کے سہانے وقت میں ہوئی اور انگریزی کلنڈر کے حساب سے آپؐ کی تاریخ پیدائش ۲۰ یا ۲۲/اپریل ۵۷۱ھ تھی۔ آپ ﷺ کی جائے پیدائش ابو یوسف کا وہ گھر ہے جہاں پر آج مکہ مکرمہ میں لائبریری بن گئی ہے۔ آپؐ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپؐ کے کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ آپ کی پیدائش سے چند ماہ قبل آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تھا اور چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ اسی لیے آپؐ کو دُرِّ یتیم بھی کہتے ہیں۔

ملا ہے آمنہ کو فضل باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحر ہستی میں کوئی دُرِّ یتیم ایسا

تاریخ ولادت میں اختلاف اور راجح اقوال

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں تقریباً دس اقوال ہیں مگر زیادہ مشہور دو قول ہیں۔ ایک نو ربیع الاول کا دوسرا بارہ ربیع الاول کا اور ان دونوں اقوال میں محققین کے نزدیک ۹/ربیع الاوّل کا قول زیادہ قوی اور راجح ہے۔ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹/ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ھ مطابق یکم جیٹھ ۶۲۷ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوع نیّر عالم تاب پیدا ہوئے۔“ (رحمۃ للعالمین، ص ۴۰)

اور علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت داں عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں انھوں نے ریاضی کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹/ربیع الاول بروز دوشنبہ بمطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔ محمود پاشا فلکی نے جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (آنحضرت ﷺ کے کم عمر صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا اور اس وقت آپ کی عمر کا ۶۳واں سال تھا۔

(۲) ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہجری کا گرہن ۷/جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بج کر ۳۱ منٹ پر لگا تھا۔

(۳) اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری برس ۶۳ برس پیچھے ہٹے تو آپ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں (ازروئے قواعد ہیئت) ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ ۱۲/اپریل ۵۷۱ء تھی۔

(۴) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لے کر ۱۲ تک منحصر ہے۔

(۵) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰/اپریل ۵۷۱ء تھی۔

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی فرماتے ہیں:

''۹/ربیع الاول عام الفیل ۴۰ جلوس کسریٰ نوشیرواں مطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع آفتاب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔''

(تاریخ اسلام، ۷۶/۱)

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اپنی مشہور کتاب ''الرحیق المختوم'' جس پر انھیں سیرت نبوی کا پہلا انعام مل چکا ہے، فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر ۹/ربیع الاول ۱ھ عام الفیل یوم دوشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے اس وقت نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا اور ۲۰ یا ۲۲/اپریل ۵۷۱ء کی تاریخ تھی۔'' (الرحیق المختوم، ص ۸۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمام روایتیں پیش نظر رکھ کر ارباب تحقیق اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع نیّر عالم تاب ہوئی، غرضیکہ محققین کے نزدیک آپ کی ولادت کی صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہے۔

تاریخ وفات میں اختلاف اور راجح اقوال

تاریخ ولادت کی طرح آپ کی تاریخ وفات میں بھی کئی اقوال ہیں۔ ابن کثیر نے البدایة والنهاية (۲۲۴/۵) میں چار اقوال ذکر کیے ہیں لیکن عام مورخین کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوئی۔

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ وقت چاشت تھا کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال قمری چار دن تھی۔“

(رحمۃ للعالمین، ص ۲۹۳)

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی فرماتے ہیں:

”دوپہر کے قریب یوم دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو اس دار فانی سے آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اگلے روز دوپہر کے قریب مدفون ہوئے۔“

(تاریخ اسلام، ۱/ ۲۴۷)

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”وفات کے دن یوم دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو اتنا سکون ہوا کہ حجرۂ مبارک سے جو مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا، پردہ اٹھا کر دیکھا لوگ نماز فجر میں مشغول تھے۔ یہ منظر دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر پردہ گرا دیا لیکن جیسے جیسے دن چڑھتا جاتا تھا دنیا پر تاریکی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چھانے کا وقت قریب ہوتا جاتا تھا۔ بار بار غشی ہونے لگی...... پاس ہی پانی کی لگن رکھی ہوئی تھی اس میں بار بار ہاتھ ڈال کر چہرے پر ملتے تھے۔ اسی دوران میں ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا: "بل الرفیق الاعلی" اب کوئی اور نہیں رفیق اعلیٰ درکار ہے، یہ کہتے کہتے روح عالم قدس میں پہنچ گئی۔"

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی، ۱/ ۱۱۸)

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں:

"آخری فقرہ (یعنی اے اللہ! رفیق اعلیٰ) تین بار دہرایا اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا لاحق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ واقعہ ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو چاشت کی شدت کے وقت پیش آیا۔ اس وقت نبی ﷺ کی عمر ترسٹھ سال چار دن ہو چکی تھی۔ (الرحیق المختوم، ص ۷۳۳-۷۳۴)

برصغیر ہندو پاک میں ۱۲/ربیع الاوّل کو بارہ وفات کہا جاتا ہے اور بریلوی عقائد رکھنے والے پہلے اسی دن ختم شریف دلایا کرتے تھے۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی کو بھی اعتراف ہے کہ نبی ﷺ کی ولادت ۱۲/ربیع الاوّل دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے۔ (ملفوظات بحوالہ جشن وجلوس عید میلاد النبی غلو فی الدین، ص ۴۹)

چند قابل غور باتیں

ان حقائق کی روشنی میں یہاں چند قابل غور باتیں یہ ہیں:

(۱) اگر رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ۹/ربیع الاول ہے جیسا کہ اکثر و بیشتر علماء اور محققین کی رائے ہے تو ایسی صورت میں ۱۲/ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا کیسے درست ہوگا؟ آخر اس کو جشن ولادت یا عید میلاد النبی ﷺ کیسے کہا جا سکتا ہے جب کہ اس دن آپ کی ولادت ہی نہیں ہوئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲) خاص طور پر اس صورت میں جب کہ ۱۲/ربیع الاول رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات ہو۔ جیسا کہ بہت سے علماء ومورخین اور خود احمد رضا خاں بریلوی صاحب کا بھی قول ہے۔ اس دن اس طرح جشن اور عید منانا کیسے جائز ہوگا؟ آپ کی وفات کے دن جلوس نکالنے، جھنڈیاں لگانے، محرابیں بنانے، اسٹیج سجانے، چراغاں کرنے، قسم قسم کے کھانے پکانے، اور دعوتیں کرنے کا کیا تک ہے؟ کیا آپ کی وفات پر مدینہ منورہ میں جشن منایا گیا تھا؟ یا اس روز وہاں قیامت صغریٰ برپا تھی؟ بتایئے کہ اگر آپ میں سے کسی کے باپ بیٹے بھائی یا کسی بھی عزیز کا کسی دن انتقال ہوجائے تو اس دن وہ جشن منائے گا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کسی مسلمان کے لیے سرکار دو عالم تاجدار مدینہ احمد مجتبیٰ محمد ﷺ جن کا ارشاد گرامی ہے: ''تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں''، کی وفات کے دن جشن اور عید منانا کیسے درست ہوگا؟

(۳) اگر ۱۲/ربیع الاوّل کو رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات دونوں مان لیں تو کس بنا پر ہم اس دن کے غم پر خوشی کو ترجیح دیں گے؟ کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ آپ کی ولادت اور وفات کے دن اور مہینے اور بعض مورخین کے بقول تاریخ میں بھی اتحاد وموافقت میں کیا حکمت ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولد نبیکم یوم الاثنین ونبئ یوم الاثنین وخرج مکة مهاجرا یوم الاثنین ودخل المدینة یوم الاثنین ومات یوم الاثنین.

(رواہ احمد والبیهقی البدایة والنهایة، ۵/۲۲۳)

''نبی ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی۔ پیر کے دن آپ نبی بنائے گئے، پیر ہی کو مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے، پیر کو ہی مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اور پیر کو ہی آپ کی وفات بھی ہوئی۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آخر اللہ تعالیٰ نے ان تمام واقعات کے لیے ایک ہی دن کیوں مقرر فرمایا؟ کیا اس میں یہ مصلحت نہیں کہ اس طرح لوگ اس دن کو نہ نوحہ و ماتم کا دن بنائیں اور نہ اسے بارہ وفات سے موسوم کریں اور نہ اس دن جشن اور عید منائیں اس طرح وہ افراط وتفریط سے دور اور اعتدال پر قائم رہیں یقیناً اس میں یہ حکمت ہے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی فرماتے ہیں:

''میلاد اور وفات کی تاریخوں کے متحد ہونے کی وجہ سے نہ بارہ وفات کا غم اور نہ عید میلاد کی خوشی ہے، یہ سب جاہلوں کی باتیں ہیں۔''

بدعت میلاد:

شیخ علی محفوظ ازہری تحریر فرماتے ہیں:

''چوتھی صدی ہجری میں میلاد کی بدعت فاطمی خلفاء نے قاہرہ میں ایجاد کی انھوں نے چھ میلادیں رائج کیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کا جشن میلاد۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جشن میلاد۔

(۳) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جشن میلاد۔

(۴) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جشن میلاد۔

(۵) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جشن میلاد۔

(۶) خلیفہ وقت کا جشن میلاد۔

یہ تمام جشن [illegible] راز تک جاری رہے یہاں تک کہ افضل بن امیر الجیوش نے اس رسم کو ختم کیا، اور کافی دنوں تک یہ بدعت موقوف رہی اور لوگوں کے لیے بھولی بسری چیز ہوگئی تھی، لیکن ۵۵۳ھ میں خلیفہ آمر باحکام اللہ نے اپنے دور خلافت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں پھر سے اس رسم کو جاری کر دیا، اور شہر اربل میں سب سے پہلے ملک مظفر ابو سعید نے ساتویں ہجری میں جشن میلاد النبی کو رائج کیا۔ پھر تب سے آج تک یہ بدعت جاری ہے اور لوگوں نے وقتاً فوقتاً اس میں مزید بدعتیں شامل کیں جن کا مطالبہ ان کے نفس نے کیا جو شیاطین انس وجن نے انھیں سمجھایا۔"

(المنکرات فی العقائد والاعمال، ص ۵۰)

مجلس میلاد کی ابتدا

جشن میلاد النبی کا چھ صدی تک وجود نہ تھا پھر خلافت راشدہ اسلامیہ کے اختتام اور ممالک اسلامیہ کی تقسیم اور عقائد وسلوک میں ضعف، انحراف اور حکومت و انتظامیہ میں فساد و بگاڑ کے ظہور کے بعد جشن عید میلاد النبی ﷺ کی بدعت دین وشریعت میں انحراف کا مظہر بن کر ظاہر ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ آغاز اسلام سے چھ صدی پہلے تک جشن میلاد کا وجود نہ تھا، فریقین کا اس کے جواز وعدم جواز میں گو اختلاف ہے تاہم اس پر مکمل اتفاق ہے کہ چھ صدی تک مجلس کا وجود امت میں نہیں تھا۔ جیسا کہ مجوزین میں حافظ ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں:

عمل المولد الشریف لم ینقل عن احد من السلف فی القرون الثلاثة الفاضلة انما حدث بعدهم.

"یعنی مولد شریف کا ذکر کرنا ایک شخص سے بھی اگلوں سے قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں یہ بعد کی ایجاد ہے۔"

عید میلاد النبی کا موجد

تاریخی کتب اور مجوزین مولد کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ۶۰۴ھ میں مولود کی بدعت ایجاد ہوئی اور شہر موصل میں ایک مجہول الاحوال شخص شیخ عمر بن محمد الملا نے اسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایجاد کیا۔

قال الشامی فی سیرتہ وکان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشھورین وبہ اقتدیٰ صاحب اربل.

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مشہور بہ سیرت شامی بحوالہ تاریخ میلاد، ص ۱۵)

مولود پہلے پہل موصل میں شیخ عمر بن محمد الملا نے کیا ہے جو مشہور صلحاء میں سے تھا اور اس کی پیروی کی۔ صاحب اربل نے شاید قارئین کو یہ خیال پیدا ہو کہ عمر بن محمد موصل کوئی بہت بڑا بزرگ تھا، مگر نہیں دور سلف میں بہت لوگ ایسے تھے جو عوام الناس میں بزرگ تھے مگر دراصل کاذب اور بے علم تھے۔

ابن حبان نے عبداللہ بن محرر کے بارے میں لکھا ہے:

کان من خیار عباد اللہ الا انہ کان یکذب ولا یعلم ویقلب الاخبار ولا یفھم.

''عبداللہ کو لوگ اللہ کے نیک بندوں میں شمار کرتے ہیں، مگر درحقیقت وہ بہت جھوٹ بولتا تھا، احادیث کو الٹ پلٹ دیتا تھا اور اسے اس کا نہ علم ہوتا تھا اور نہ اس کو سمجھ پاتا تھا۔''

شامی میں لکھا ہے کہ صاحب اربل سے مراد سلطان مظفر ابوسعید کوکری ہے اور اربل موصل کے قریب ایک شہر ہے، ابوسعید اربل کا بادشاہ تھا۔ قاموس میں ہے:

اربل کاثمد موضع قریب الموصل انتھیٰ وصاحب اربل ھو الملک المظفر ابو سعید کوکری بن زین الدین بن علی بن نگتگین عمّر جامع المظفری یقع فی قاسیون.

''اربل بوزن اثمد موصل کے قریب ایک مقام ہے اور صاحب اربل کہتے ہیں سلطان مظفر ابوسعید کوکری بن زین الدین بن علی بن نلنگین کو اس نے مقام قاسیون میں مسجد جامع مظفر بنوائی ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شامی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اربل نے عمر بن محمد کی اقتدا کی تھی اور اصل موجد عمر بن محمد موصلی تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ عمر بن محمد ایک غریب آدمی تھا۔ اس کا فعل زیادہ مشہور نہ ہوا، اور شاہ اربل سے اس کی از حد شہرت ہوئی اور اس کی شہرت دور دور ملکوں میں پھیل گئی۔ اسی وجہ سے بعضوں نے شاہ اربل ہی کو موجد قرار دیا۔ شاہ اربل کے محفل میلاد کی کیفیت تاریخ ابن خلکان میں تفصیل سے درج ہے۔

سبط ابن جوزی نے تاریخ مرأۃ الجنان میں لکھا ہے:

حکیٰ بعض من حضر سماط المظفر فی بعض المواليد انه فی ذلک السماط خمسة الاف راس الغنم مشوية وعشر آلاف دجاجة ومائة فرس وثلاثين الف صحن حلویٰ وكان يحضر عنده فی ايام المواليد اعيان العلماء والصوفية فيخلع عليهم ويطلبهم ويحمل للصوفية سماعاً من الظهر الى العصر ويرقص بنفسهٖ معهم وكان يصرف علیٰ المولد فی كل سنة ثلاث مأة الف ديناراً.

''جو لوگ شاہ اربل کے دستر خوان پر محفل میلاد میں شریک ہوئے ان کا بیان ہے کہ اس دستر خوان پر پانچ ہزار (بھنے) بکرے اور دس ہزار مرغ اور سو گھوڑے اور تیس ہزار رقاب حلوہ کی ہوتی تھیں اور بہت سے مولوی اور صوفی بلائے جاتے تھے۔ (اور وہ انھیں خلعتوں سے نوازتا) اور صوفیوں کے واسطے ظہر سے عصر تک راگ ہوتا تھا جس میں شاہ اربل خود بھی سب کے ساتھ ناچتا تھا اور ہر سال اس محفل میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔''

تاریخ ابن خلکان میں ہے: **ولم يكن له لذة سوى السماع.** (تاریخ ابن خلکان بحوالہ فتح الموحد از عبدالخالق رائے بریلوی، مطبع انوری پریس لکھنؤ، سال اشاعت ستمبر ۱۹۰۲ء)

''شاہ اربل کو بجز راگ کے کسی اور چیز میں مزہ نہیں آتا تھا۔''

اس موقع پر ہم کو حرمت سماع پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اکثر فقہاء اور محدثین کا اتفاق ہے ملاحظہ ہو: محیط جواهر الفقه جامع الفتاویٰ، شرح السیر الکبیر للسرخسی، جامع الجامع الصغیر، شمس الائمه السرخسی ذخیره بزازی، حاشیه طحطاوی، دُرّ المختار، فتاوی هندیه، هدایه اور مجالس الأبرار وغیرہ وغیرہ۔

ابن خلکان اربلی شافعی متوفی ۶۸۱ھ نے وفیات الاعیان (ص ۲۸) میں اپنے وطن اور اپنے ہم عصر سلطان اربل اور اس کی مجلس مولد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور مولد کے ذکر میں تصریح کی ہے کہ قبّوں کے ہر طبقہ میں ایک گروہ گانے والوں کا، ایک گروہ خیال کرنے والوں کا اور ایک ملاہی والوں کا بیٹھتا تھا۔ مولود کے دو دن رہ جاتے تو سلطان طبلوں اور گویوں ملاہی وغیرہ راگ باجے کی قسم سے بے شمار سامان نکلواتا۔ شب میلاد میں قلعہ میں بعد مغرب گانا کراتا اور اس کو گانے کے سوا دوسری چیز میں مزہ نہیں آتا تھا، چنانچہ مورخ موصوف کی طویل عبارت کے چند مخصوص جملے یہ ہیں:

(۱) قعد فی طبقة جوق من المغانی من ارباب الخیال وجوق من اصحاب الملاهی.

''شاہ اربل محفل مولد کے طبقہ میں بیٹھتا تھا جس میں ایک گروہ خیال گانے والوں کا اور ایک گروہ ملاہی والوں کا رہتا تھا۔''

(۲) من الطبول والمغانی والملاهی وغیره من اقسام الغناء والمزامیر.

''طبلوں اور گویوں اور ملاہی وغیرہ راگ اور باجے کی قسم سے۔''

(۳) عمل السماعات بعد ان یصلی المغرب فی القلعة.

''قلعہ میں بعد مغرب گانا کراتا۔''

(۴) ولم یکن له لذة فی سوی السماع.

''اس کو گانے کے سوا دوسری چیز میں مزہ نہیں ملتا تھا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولد کے موضوع پر پہلی کتاب

مولد کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب جس شخص نے لکھی اس کا نام ابوالخطاب عمر بن حسن دحیہ کلبی اندلسی بلنسی ہے۔ وہ ۵۴۴ھ میں پیدا ہوا اور مولد کے موضوع پر اس نے پہلی کتاب (التنویر فی مولد البشیر والنذیر) لکھی جس میں مولد کی فضیلت میں بہت سے اقوال وروایات موضوعہ اور اشعار درج کیے۔ ابن دحیہ نے امراء و وزراء کے ذریعہ سے دربار شاہی تک رسائی پیدا کر کے ایک موقع سے یہ کتاب شاہ اربل کے سامنے پیش کی۔ بادشاہ نے اس کی بہت عزت کی اور ایک ہزار دینار اس کے صلہ میں دیے پھر بہت مدت تک ابن دحیہ اربل میں رہا۔ بعدہ شہر عکاسہ میں ۶۳۰ھ میں انتقال کیا جس کی مفصل کیفیت تاریخ ابن خلکان میں ہے۔ جلال الدین لکھتے ہیں:

قد صنف الشیخ ابوالخطاب بن دحیة مجلدا فی مولد رسول الله ﷺ سماه التنویر فی مولد البشیر والنذیر فجازاه علی ذلک بالف دینار وقد طالت مدته فی الملک الی ان مات وهو حاصر الفرنج بمدینة عکاسة عام ثلاثین و ست مأة. (حسن المقصد بحواله تاریخ میلاد، ص ۳۰)

”مظفر کے واسطے ابن دحیہ نے ایک کتاب مولد کی تصنیف کی اس کا نام تنویر فی مولد البشیر والنذیر رکھا۔ ابن مظفر نے اس کے صلہ میں ہزار دینار دیا، اور وہ مدت تک اس کے ملک میں رہا یہاں تک کہ ۶۳۰ھ میں شہر عکاسہ میں انتقال کیا جب کہ بادشاہ فرنگیوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔“

مصنف کا حال

ابن دحیہ اعلیٰ درجہ کا دروغ گو تھا۔ جھوٹی حدیثیں وضع کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اس کا نام سنداً پیش کرنا جہالت کی قوی دلیل ہے۔ ابن نجار ابن دحیہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بارے میں لکھتے ہیں:

رأیت الناس مجتمعین علی کذبه ووضعه وادعائه بسماع مالم یسمعه ولقاء من لم یلقه وکانت امارات ذلک علیه لائحة.

(تاریخ میلاد، ص ۳۴)

''میں نے لوگوں کو اس پر متفق پایا کہ ابن دحیہ جھوٹا ہے اور حدیثیں گڑھتا ہے، اور ایسے شخص سے سننے کا دعویٰ کرتا ہے جس سے ہرگز نہیں سنتا اور اس شخص سے ملاقات کرنا بیان کرتا ہے جس کو دیکھا نہیں اور اس کی نشانیاں اس پر ظاہر تھیں۔''

ابن نجار پھر آگے لکھتے ہیں:

''مجھ سے بعض علماء مصر نے اور ان سے حافظ ابوالحسن بن المفضل نے جو ائمہ دین سے تھے، بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ دربار عام میں بادشاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک حدیث سنانے کی فرمائش کی میں نے سنادی۔ پھر پوچھا یہ حدیث کس نے روایت کی ہے؟ مجھے اس وقت سند یاد نہ تھی اس لیے لاعلمی ظاہر کی۔ جب وہاں سے واپس چلا تو راستہ میں ابن دحیہ ملا کہنے لگا تم نے اپنی طرف سے حدیث کی کوئی سند بنا کر کیوں نہ بیان کردی۔ بادشاہ اور حاضرین مجلس کیا جانیں کہ سند صحیح ہے یا نہیں؟ بادشاہ تم کو بڑا عالم سمجھتا اور اس سے تمہیں نفع حاصل ہوتا یہ سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ ابن دحیہ بڑا جھوٹا اور دین کے کاموں کو نہایت ہلکا جاننے والا ہے۔ (ملخصاً)

قال الحافظ ابن حجر فی لسان المیزان نقلاً عن الحافظ ابی الحسین ابن المفضل کان ظاهری المذهب کثیر الوقیعة فی الائمة وفی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین.

''حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) حافظ ابوالحسن بن المفضل سے ناقل ہیں کہ ابن دحیہ کا مذہب ظاہری تھا، اور ائمہ دین اور علماء سلف کو بہت برا کہتا تھا، اس کی زبان بہت خبیث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھی، وہ احمق اعلیٰ درجہ مغرور اور امور دین میں کوتاہ نظر تھا امور دین کو کم جانتا تھا۔''

جلال الدین سیوطی جو مجوزین مولد سے ہیں، تدریب الراوی شرح تقریب النووی میں در بیان اقسام واضعین احادیث فرماتے ہیں:

''بعض لوگ ایسے ہیں کہ اپنی عقل سے فتویٰ دیتے ہیں اور جب ان سے دلیل مانگی جاتی ہے تو پریشان ہو کر حدیث گڑھتے ہیں، اور مشہور ہے کہ ابن دحیہ بھی یہی کرتا تھا کہ جب اس کو کوئی دلیل نہ ملتی تو ایک حدیث اپنے مطلب کے موافق بنالیتا جیسا کہ مغرب کی نماز قصر پڑھنے کی اس نے بنائی ہے۔''

(تدریب الراوی شرح تقریب النووی بحوالہ تاریخ میلاد، ص ۳۵)

قیام کی ابتدا

عہد نبوت، عہد صحابہ تابعین و تبع تابعین اور ائمہ کرام بلکہ اخیر ساتویں صدی ہجری تک مروّجہ قیام مولد کا وجود نہیں ملتا۔ قیام اتنے بعد کی ایجاد ہے کہ خود مولود کے ایجاد کے وقت اس کا وجود نہ تھا یعنی موصل میں عمر بن محمد موجد میلاد نے جب مولود کیا تو بلا قیام کیا۔ اربل میں ملک مظفر الدین نے ۶۰۴ھ میں جب مولود کو رواج دیا اور آخری سانس تک ہر سال نہایت دھوم دھام سے مولود کو کرتا رہا جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں، تو اس میں سب کچھ تھا مگر قیام نہ کرتا تھا غالباً پہلے میلاد کے لیے قیام ضروری بھی نہ تھا لیکن اب میلاد کے لیے قیام ضروری ہو گیا ہے۔ دور حاضر میں تو قیام ذکر ولادت کا جزو لاینفک ہو گیا ہے۔ اگر کوئی میلاد بلا قیام پڑھے تو اس کو میلاد ہی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ قیام کے متعلق سیر و تاریخ میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ تقریباً آٹھویں صدی میں مولود کے ساتھ قیام کا وجود ہوا، لیکن یہ کہ مولود اور قیام کو جمع یا مولود میں قیام کو داخل کس نے کیا؟ اس کا کچھ پتہ نہیں۔ میرے خیال میں جس طرح بے شمار بدعات وخرافات کو رواج دے ڈالا گیا ہے۔ اسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح مولود کے ساتھ قیام بھی اسلام سے نابلد مسلمانوں نے شامل کرلیا ہے۔

مولانا عبدالسلام ندوی رحمۂ اللہ اپنے ایک مطبوعہ مضمون (بدعت) میں بحوالۂ مدخل (۲۴۲/۱) لکھتے ہیں:

''قیام کی ابتدا در حقیقت اس طرح ہوئی کہ ایک صوفی منش بزرگ کو اثنائے مولود میں وجد آ گیا اور وہ وجد کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے چونکہ وہ نہایت موقر اور صاحب اثر تھے۔ اس بنا پر ان کے ساتھ ساری مجلس کھڑی ہوگئی۔''

پھر آگے مولانا ندوی نے اپنی رائے لکھی ہے:

''پہلا دن تھا کہ قیام مولود کا جزو ہو گیا۔''

میلاد میں قیام تعظیمی

قیام صرف اللہ ہی کے لیے جائز ہے۔ مجلس میلاد چونکہ بدعت ہے، لہٰذا میلاد میں قیام تعظیمی جو اس کے ضمن میں کیا جاتا ہے وہ بھی بدعت اور ممنوع ہوا۔ میلاد کی مجلسوں میں لوگ یہ عقیدہ رکھ کر قیام کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسی مجلسوں میں بذات خود تشریف لاتے اور حاضر ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ بالکل باطل اور نصوص شرعیہ کے خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر آپ کی وفات کے بعد آپ کے روضۂ مبارکہ میں ہے اور قیامت تک اس میں رہے گا۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ ○ (المومنون:۱۶)

''پھر تم لوگ اس کے بعد مرنے والے ہو اور پھر قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انا سید ولد آدم یوم القیامة واول من ینشق عنه القبر وانا اول شافع واول مشفع. (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا ﷺ علیٰ جمیع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الخلق ۴۲/۸، رقم الحدیث ۳)

''میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

پھر یہ بھی غور فرمایئے کہ میلاد کرنے والے بیک وقت دنیا میں بے شمار مقامات پر میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں۔ اب اگر رسول اللہ ﷺ ہر مجلس میلاد میں تشریف لے جائیں تو بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ کی کتنی روحیں اور اجسام ہیں کہ آپ ﷺ ہر مجلس میلاد میں بیک وقت شرکت فرما لیتے ہیں۔ بہر حال اس عقیدہ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے تعدد ارواح و اجسام کا وجود لازم آتا ہے جو بدیہی طور سے باطل ہے اور اس کا بطلان ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تعظیم کے لیے قیام کرنا جائز نہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ○ (البقرة: ۲۳۸)

''صرف اللہ کے لیے ہی قیام باادب کیا کرو۔''

حضرت محمد ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو اپنی تعظیم کے لیے قیام سے روک دیا تھا چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ میں چھڑی لیے ہوئے ہمارے بیچ میں تشریف لائے۔ ہم آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا:

لا تقوموا کما تقوم الا عاجم یعظّم بعضھم بعضا.

(سنن الترمذی، أبواب الأدب ماجاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل، ۱۰۰/۲)

''جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوا کرتے ہیں اس طرح مجھے دیکھ کر تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کو رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محبت تھی لیکن چونکہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑا ہونا سخت ناپسند ہے اور آپ نے ہمیں اس سے منع فرمایا تھا، اس لیے ہم آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

(جامع ترمذی ۵/۹۰،رقم الحدیث: ۲۷۵۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف لائے، ان کو دیکھ کر ایک شخص تعظیم میں کھڑا ہوگیا تو آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا:

ان النبی ﷺ نھیٰ عن ذلک.

''رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔''

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ وہاں ابن زبیر اور ابن عامر تھے۔ آپ کو دیکھ کر ابن عامر کھڑے ہوگئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت معاویہ نے ابن عامر سے فرمایا:

اجلس فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول من احب ان یمثل له الرجال قیاما فلیتبوأ مقعده من النار. (سنن أبی داؤد ۵/ ۳۹۸، رقم الحدیث: ۵۲۲۹، والترمذی ۵/۹۰، رقم الحدیث ۲۷۰۰، وقال حدیث حسن)

''بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں یا اس کے سامنے کھڑے ہوں اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

بعض لوگ آپ کی ولادت کا ذکر سن کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کی روح تشریف لاتی ہے اور آپ حاضر ہوتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ خیال باطل ہے بلکہ یہ عقیدہ شرک ہے۔

اس عقیدہ کے بارے میں ایک دوسرے ناحیہ سے بھی غور فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان للّٰه ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام.

(مسند احمد ۱/ ۳۸۷، ۴۴۱، ۴۵۲، سنن النسائی ۱/ ۱۵۰، باب التسلیم علی النبی رقم الحدیث ۱۲۸۳، وسنن الدارمی ۲/ ۳۱۷، کتاب الرقائق باب فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ)

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں اور میری امت کے درود وسلام کو مجھ تک پہنچایا کرتے ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی عزت افزائی فرماتے ہوئے ایسے فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے جو پوری دنیا سے درود وسلام کا تحفہ آپ کے پاس پہنچاتے رہتے ہیں، مگر لوگوں نے آپ ﷺ کی اس طرح کی اہانت کی کہ یہ عقیدہ رکھنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ ہی ہر جگہ تشریف لے جاتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے آپ ﷺ کو مخدوم کے بجائے خادم بنا دیا اور پھر یہ خیال کرنے لگے کہ چند ٹکوں کے بتاشے منگا کر کچھ ملاؤں کو جمع کرلیں، اور ایک مجلس میلاد منعقد کر کے ہم رسول اللہ ﷺ کو بلا لیں گے، اور چاہے جیسی بدعت وخرافات کی مجلس ہو اور اس میں جیسے بھی مرد وزن کا اختلاط اور خلاف شرع باتیں ہوں، آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر تمام وفات یافتہ لوگ اپنی قبروں سے قیامت کے دن نکلیں گے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا تمام اوقات میں جائز ہے۔ نماز کے بعد انفرادی طور پر پڑھنے کی بالخصوص تلقین کی گئی ہے۔ نماز کے آخری تشہد میں درود پڑھنا واجب ہے۔ جمعہ کے دن اور رات کو درود پڑھنا اور نماز جنازہ میں درود پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ اجتماعی طور پر درود وسلام پڑھنا احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتب میلادیہ اور روایات موضوعہ

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''جھوٹی حدیثیں بنانے والوں میں ایک گروہ واعظوں کا ہے اور سب سے بڑی مصیبت انھیں سے پیش آتی ہے کیونکہ وہ ایسی حدیثیں چاہتے ہیں جو مقبول عام اور مؤثر ہوسکیں، اور صحیح حدیثوں کا یاد رکھنا ان کے لیے مشکل ہے۔ اس کے ساتھ ان میں دینداری نہیں ہوتی، اور ان کی محفلوں میں جاہلوں کا مجمع ہوتا ہے۔ چنانچہ فضائل ومناقب، عذاب وثواب، بہشت ودوزخ، وقائع میلاد، اور معجزات ودلائل کا جو جعلی دفتر پیدا ہوگیا ہے وہ زیادہ تر انھیں جاہلوں کا ترتیب دیا ہوا ہے۔'' (کتاب الموضوعات ۱/۱۴۴)

ان جعلی روایات کے مراجع عموماً **دلائل النبوۃ للحربی، دلائل النبوۃ لابن قتیبہ، دلائل النبوۃ للمستغفری، دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفھانی وغیرہ اور شرف المصطفی لابی سعید اصفھانی وطبقات ابن سعد وسیرت ابن اسحاق ومواھب لدنیہ ومعارج النبوۃ وغیرہ** وغیرہ قسم کی کتابیں ہیں۔

علامہ شبلی رحمۃ اللہ نے سیرت کی کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سیرت پر سیکڑوں تصانیف موجود ہیں لیکن سب کا سلسلہ جا کر تین چار کتابوں پر منتہی ہوتا ہے۔ سیرت ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، طبری۔ ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں وہ ان سے متاخر ہیں اور ان میں جو واقعات مذکور ہیں زیادہ تر انھیں کتابوں سے لیے گئے ہیں۔

ان میں سے واقدی بالکل نظر انداز کردینے کے قابل ہے۔ محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں: واقدی خود اپنی طرف سے روایتیں گڑھتا تھا۔ سیرت نبوی سے متعلق واقدی کی دو کتابیں ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ واقدی کی تمام تصانیف جھوٹ کا انبار ہیں۔ کتب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیرت کی اکثر بے ہودہ روایتوں کا سر چشمہ واقدی ہی کی تصانیف ہیں۔ ایک ظریف محدث نے خوب کہا ہے کہ اگر واقدی سچا ہے تو دنیا میں کوئی اس کا ثانی نہیں، اور اگر جھوٹا ہے تو بھی دنیا میں اس کا جواب نہیں ہے۔

ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں۔ اس لیے ان روایتوں کا وہی رتبہ ہے جو خود واقدی کی روایتوں کا ہے۔ باقی رواۃ میں سے بعض ثقہ ہیں بعض غیر ثقہ ہیں۔

طبری کے بڑے بڑے شیوخ روایت مثلاً سلمہ ابرش وابن سلمہ وغیرہ ضعیف الروایۃ ہیں۔ ابن اسحاق پر امام مالک وبعض محدثین نے جرح کی ہے تاہم ان کا یہ رتبہ ہے کہ امام بخاری اپنے رسالہ ''جزء القرأۃ'' میں ان کی سند سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔

حافظ زین الدین عراقی جو بڑے پایہ کے محدث ہیں سیرت منظوم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''طالب کو جاننا چاہیے کہ سیرت میں سبھی طرح کی رواتیں ہوتی ہیں، صحیح بھی اور غلط بھی۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے کتاب التوسل میں لکھا ہے

''ابن السنی وابونعیم اور اس طرح کے لوگوں کی کتابوں میں کثرت سے چھوٹی حدیثیں موجود ہیں جن پر اعتماد کرنا ناجائز ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔''

مواہب لدنیہ کی بابت علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''یہ مشہور کتاب ہے اور متاخرین کا یہی مآخذ ہے۔ اس کے مصنف قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ کے ہم رتبہ تھے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی اس کے اندر موجود ہیں۔'' (ضعیف موضوع روایات، ص۱۲۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر بعض مشہور روایتیں

(۱) رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ بات منسوب کردی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

اول ما خلق الله نوری. ''سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔''

اس روایت کی بابت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ روایت مجھے حدیث کے دفتر میں نہیں ملی۔'' (سیرت النبی، ۳/ ۷۳۷)

مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا: اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا پھر اس نور کے چار حصے ہوئے اور انہی سے لوح وقلم عرش وکرسی آسمان وزمین اور جن وانس کی پیدائش ہوئی۔

محدث عصر علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بہت کوشش کے باوجود میں اس حدیث کی سند سے واقف نہ ہوسکا، نیز اس کے برخلاف صحیح روایت میں آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اول من خلق الله القلم. (الحدیث) ''سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا۔''

رواه الترمذی فی القدر و فی التفسیر وقال حدیث حسن غریب وله طریق آخر عن عبادة بن الصامت رواه ابوداؤد قال الالبانی الحدیث صحیح بلا ریب (مشکوٰۃ بتحقیق الالبانی. ۱/۳۴)

(۲) اس نور محمدی کے بارے میں غیر مقبول روایات کی مدد سے بڑی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں مثلاً یہ کہ نور پہلے ہزاروں برس سجدہ میں پڑا رہا۔ پھر حضرت آدم کے تیرہ وتار جسم کا چراغ بنا پھر آدم نے مرتے وقت حضرت شیثؑ کو اپنا وصی بنا کر یہ نور ان کے سپرد کردیا۔ اسی طرح یہ درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے پیغمبر کو سپرد ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کو سپرد ہوا اور حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ کو منتقل ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) یہ بھی روایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ نور جب بلوغ کے وقت عبدالمطلب کو سپرد ہوا تو وہ ایک دن خانہ کعبہ میں سوئے ہوئے تھے۔ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہے اور بدن پر جمال و رونق کا خلعت ہے۔ یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ آخر کار ان کے باپ ان کو ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا آسمان کے خدا نے اجازت دی ہے کہ اس لڑکے کا نکاح کر دیا جائے۔ اس نور کے اثر سے عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور وہ نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ قریش پر قحط وغیرہ کی جب کوئی مصیبت آتی تھی تو اس نور کے وسیلے سے وہ دعا مانگتے تھے تو قبول ہوتی تھی۔

نور محمدی اور آپ کی ولادت نیز حلیمہ سعدیہ کے ہاں آپ کے قیام کے دور میں پیش آنے والے واقعات کی بابت اور قبل نبوت آپ کے آثار کے بارے میں بہت سی عجیب و غریب روایات بہت تفصیل کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں۔ جو سب نہایت درجہ سقیم ہیں۔ اسی طرح یہ ثابت کرنے کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کے محاسن کے جامع ہیں تمام انبیاء کو جو محاسن و معجزات دیے گئے وہ سب آپ سے بھی ظاہر ہوئے، بہت سی ضعیف اور موضوع روایات کا سہارا لینا پڑا ان سب کو اگر میں ذکر کروں تو ایک طویل دفتر تیار ہو جائے گا۔ اسے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ نے سیرت النبی جلد سوم میں (غیر مستند روایات) کے ضمن میں ذکر کیا ہے، اور ان پر کسی قدر کلام کیا ہے۔ یہ پوری بحث سیرت النبی جلد سوم کے ۵۷ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود سید صاحب فرماتے ہیں کہ دلائل و معجزات کے باب میں موضوع، منکر، ضعیف غرض ہر قسم کی قابل اعتراض روایات کا اتنا بڑا انبار ہے کہ اگر ایک ایک کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے تو ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہو جائے گی۔ اس لیے ہم نے صرف ان روایات کی تنقید پر قناعت کی ہے جو عام طور پر ہمارے ملک میں مشہور ہیں۔ (سیرت النبی، ص ۷۳۷)

قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کے گذشتہ صحیفوں میں آنحضرت ﷺ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ظہور کی پیشین گوئیاں ہیں اور ان کے مطابق یہود و نصاریٰ کو ایک آنے والے پیغمبر کا انتظار تھا، مگر دروغ گوراویوں کو ان آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے تسلی نہ ہوئی اور اس سلسلہ میں بھی طول طویل کہانیاں تصنیف کر ڈالیں، اور پیشین گوئیوں کے دائرہ کو اس قدر وسعت دی کہ یہودیوں کو دن، تاریخ، سال، وقت اور مقام سب کچھ معلوم تھا، چنانچہ ولادت نبوی ﷺ سے قبل علماء یہود ان سب کا پتہ بتایا کرتے تھے اور عیسائی راہبوں کو تو ایک ایک خدو خال معلوم تھا، بلکہ پرانے گھرانوں اور دیروں اور کنیسوں میں ایسی مخفی کتابیں موجود تھیں جن میں آپ کا تمام حلیہ لکھا تھا اور اگلے لوگ ان کو بہت چھپا چھپا کر رکھتے تھے۔ بلکہ دیروں میں تو آپ کی تصویر تک موجود تھی۔ تورات وانجیل میں آپ کے متعلق بعض پیشین گوئیاں یقیناً موجود تھیں اور وہ آج بھی ہیں مگر وہ استعارات وکنایات اور مجمل عبارتوں میں ہیں۔ ان کو ضعیف وموضوع روایتوں میں صاف صاف آپ کے نام ومقام کی تخصیص وتعیین کے ساتھ مشہور و بیان کیا گیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس باب میں بھی بہت کچھ گھڑا گیا مثلاً کہا گیا کہ:

جب آپ کے قرب ولادت کا زمانہ آیا تو عموماً بت خانوں اور بتوں کے پیٹ سے آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ کاہن مقفیٰ مسجع فقروں میں اور جنات شعروں میں یہ چیزیں سنایا کرتے تھے کہ محمد ﷺ کی پیدائش کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ یمن کے ایک بادشاہ کی طرف آپ ﷺ کی منقبت میں پورا ایک قصیدہ منسوب کیا گیا۔ ملوک یمن، شاہان فارس اور قریش کے اکابر نے آپ کو خواب میں دیکھا، پتھروں پر اسم مبارک لوگوں کو منقوش نظر آتا تھا۔ قریش کے مورث اعلیٰ کعب بن لوئی ہر جمعہ کو اپنے قبیلہ والوں کو آپ ﷺ کی پیدائش و نبوت کی بشارت دیا کرتے تھے۔ مکہ کے لوگ احبار و رہبان کی زبان سے محمد کا نام سن کر اپنے بچوں کا یہی نام رکھتے تھے کہ شاید یہی پیغمبر ہو جائے۔ مدینہ کے یہودیوں کے ذریعہ مشہور تھا کہ یثرب آپ کا دار الہجرت ہوگا، اس لیے وہ آپ کے منتظر تھے اور جب آپ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیدائش ہوئی تو ان جھوٹے راویوں کے بیان کے مطابق بے شمار عجائب وغرائب کے ظہور کے ساتھ کعبہ کے تمام بُت سرنگوں ہوگئے۔ کسریٰ کے محل کے چودہ کنگورے گر گئے، بحر طبریہ خشک ہوگیا، آتش فارس بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے بجھی نہ تھی اور ایک نور چمکا جس سے شام کے محل نظر آنے لگے۔ (سیرت النبی، ص ۲۴۴)

غرض کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے قبل و بعد اور پیدائش کے وقت جھوٹے راویوں نے اس طرح کی کہانیوں کے جس قدر بھی انبار لگا دیے ہیں، وہ روایت درایت دونوں لحاظ سے بے حد کمزور ہیں۔ اسی بنا پر کتب صحاح ستہ اور معتبر و مستند کتب احادیث کے مصنّفین و محدثین نے ان روایات کو قابل اعتناء نہیں سمجھا۔

(۴) نور محمدی اور آپ کی ولادت سے متعلق خاص طور پر کہانیاں سب سے زیادہ گھڑی گئی ہیں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے:

ان نور محمد خلق من نور الله. (الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة للشیخ عبدالحیء فرنگی محلی لکھنوی، ص ۲۷۲)

''نور محمدی اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔''

(۵) نیز مروی ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ سے کہا:

''میں محمد کا واسطہ دے کر اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اللہ نے پوچھا تم نے محمد کو کیسے جانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور میرے اندر اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش پر یہ لکھا ہوا پایا:

لا الٰه الا الله محمد رسول الله.

تب میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ محبوب ترین مخلوق کا نام جوڑا ہے۔ اللہ نے کہا تو نے سچ کہا۔ اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

(الآثار المرفوعة، ص ۲۷۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ آخری بات "موضوعات کبیر اور الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" وغیرہ میں بھی ہے کہ اللہ نے فرمایا: لولاک لما خلقت الافلاک.
"اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔"

یہ انتہائی مشہور مکذوبہ حدیث ہے۔ یہ من گھڑت حدیث ہے جو کہ حدیث کی کسی بھی مستند کتاب میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی اس روایت کی کوئی معتبر وصحیح سند ہے۔ علامہ صنعانی (الاحادیث الموضوعۃ ص۷)، علامہ سیوطی (اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ۲۷۲/۱)، علامہ شوکانی (الفوائد المجموعۃ ص۳۲۶) اور علامہ ابن جوزی (الموضوعات ۲۸۹/۱-۲۹۰) نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

نیز یہ حدیث آیت کریمہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" کے خلاف بھی ہے جس میں جن وانس کی پیدائش کا مقصد خالص عبادت بتایا گیا ہے۔

(۶) ایک روایت ہے کہ كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ.
"میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم پانی اور مٹی کے مرحلہ میں تھے۔"

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ تو اس کی کوئی بنیاد ہے اور نہ کسی صاحب علم نے ان الفاظ کے ساتھ اس کی روایت کی ہے اور یہ روایت من گھڑت ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲/ ۲۳۸-۱۴۷)

علامہ شوکانی نے ابوعبداللہ الحاکم کے حوالہ سے بلفظ "کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد" نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے مگر علامہ صنعانی اور امام ابن تیمیہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

(الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ص۳۲۶)

(۷) حافظ جورقانی نے محمد بن سعید المصلوب عن حمید عن انس کے طریق سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی الا ان یشاء الله.

''میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔''

حافظ جورقانی فرماتے ہیں کہ یہ استثناء الا ان یشاء الله موضوع اور باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ محمد بن سعید شامی کی موضوعات سے ہے زندیق ہوجانے کے بعد جسے سولی دے دیا گیا تھا۔ اللہ کی اس پر لعنت ہو۔ یہ بڑا وضاع وکذاب تھا۔ اس نے حدیث صحیح میں ''الا ان یشاء الله'' کا جملہ اپنی طرف سے بڑھا کر لوگوں میں بیان کرنا شروع کردیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں ختم نبوت کے تعلق سے شبہ پیدا ہوجائے۔ یہ استثنا مسلمانوں کے نزدیک کفر والحاد زندقہ ہے۔ (الاباطیل والمناکیر، ۱/۱۲۰)

(۸) توسلوا بجاهی فان جاهی عند الله عظیم.

(المقاصد الحسنة للشیخ سخاوی، ص ۱۶۷)

''اپنی حاجت روائی کے لیے میرے جاہ ومقام کو وسیلہ بناؤ کیونکہ اللہ کے نزدیک میرا جاہ ومقام بہت بلند ہے۔''

بے شک اللہ کے رسول ﷺ کا مقام اللہ کی نظر میں بہت بلند ہے مگر یہ حدیث بے بنیاد ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت بطریق صحیح ثابت نہیں کہ آپ نے یہ بات فرمائی ہے۔

عبدالرحمٰن شیبانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع من گھڑت ہے۔

(تمیز الطیب من الخبیث، ص۱۵۳)

(۹) ملا علی قاری نے الموضوعات الکبریٰ (ص۲۳۲) میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

من زارنی وزار أبی ابراهیم فی عام واحد دخل الجنة.

''جس نے ایک ہی سال میں میری بھی زیارت کی اور میرے باپ ابراہیم کی بھی زیارت کی وہ دخول جنت کا مستحق ہوگیا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کو ذکر کر کے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال ابن تیمیه انه موضوع و کذا قال النووی فی آخر الحج من شرح المهذب انه موضوع باطل لا اصل له.

''امام ابن تیمیہ رحمہٗ اللہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور امام نووی نے بھی شرح مہذب کے باب 'الحج' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔''

اس حدیث کو علامہ البانی نے بھی اپنی ضعیفہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ زرکشی نے اللآلئ المنثورۃ میں اسے موضوع قرار دیا ہے۔

(سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۴۶/۱)

(۱۰) یہ بھی حدیث بیان کی جاتی ہے کہ میری امت میں سب سے پہلے میرے اہل بیت کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔ پھر اقرب فالاقرب کو پھر انصار کو پھر ان کو جو مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کیا۔ پھر یمن والوں کو پھر تمام عرب کو پھر عجمیوں کو لیکن سب سے پہلے جس کے لیے شفاعت کروں گا وہی سب سے افضل ہوگا۔

علامہ البانی نے اس حدیث کو موضوع قرار دے کر اس کی سند پر مفصل کلام کیا ہے۔

(سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۷۳۲/۲)

(۱۱) علامہ شوکانی نے **الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة** (ص۳۲۲) میں مندرجہ ذیل حدیث ذکر کی ہے اور اسے موضوع قرار دیا ہے:

ذهبت بقبر أمی فسالت الله ان یحییها فاحیاها فامنت بی وردها الله تعالیٰ.

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں اپنی ماں کے قبر کے پاس گیا اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری ماں کو زندہ کر دے تو اللہ نے انھیں زندہ کر دیا۔ پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں واپس بلا لیا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی سند میں بعض مجہول راوی ہیں اور ایک راوی محمد بن زیاد النقاش کذاب راوی ہے۔ یہ کسی بھی معتبر حدیث کی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ امام جورقانی فرماتے ہیں:

یہ روایت موضوع ہے اور اس طرح کی ساری روایات موضوع ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے دوبارہ زندہ کیے جانے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا تذکرہ ہے۔

(الاباطیل والمناکیر، ۱/۱۲۰)

(۱۲) خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

فضلت على الناس بأربع بالسخاء والشجاعة و كثرة الجماع وشدة البطش.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے چار امور میں لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے: سخاوت میں، شجاعت میں اور کثرت جماع میں اور شدت گرفت میں۔''

علامہ البانی فرماتے ہیں:

یہ حدیث باطل ہے اور اس کی سند پر کلام کیا ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس آدمی کے برابر قوت جماع دی گئی تھی۔

(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، حديث: ۱۵۹۷، جلد چهارم)

علامہ البانی نے اس سلسلہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتانی جبرئیل بقدر فاكلت منها فاعطيت قوة اربعين رجلا فی الجماع. (سلسلة الاحاديث الضعيفه والموضوعة، حدیث نمبر: ۱۶۸۵، جلد چہارم)

''حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک ہانڈی لے کر آئے تو میں نے اس میں سے کھایا۔ اس کے کھانے سے مجھے چالیس مردوں کی قوت جماع عطا کی گئی۔''

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس کی سند پر کلام کیا ہے پھر اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بعد اسی مفہوم کی ایک حدیث نقل کی ہے: کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس جنت سے ایک حلوہ (ہریسہ) لے کر آئے، میں نے کھایا تو مجھے چالیس مردوں کی قوت جماع عطا کی گئی۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفه والموضوعة، حديث نمبر ۱۶۸۶، جلد چہارم)

علامہ البانی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور اس پر طویل بحث کی ہے اور امام ابن القیم نے بھی غیر صحیح روایات کے ضمن میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(المنار المنيف، حديث نمبر ۱۱۱، ص ۶۴)

(۱۳) امام ابن القیم نے باطل احادیث ہی کے ضمن میں یہ حدیث بھی ذکر کی ہے:

من ولد له مولود فسماه محمداً تبركا به كان هو والولد في الجنة.

(المنار المنيف، حدیث نمبر ۹۴، ص: ۶۱، سیرت نبوی کے موضوع پر احادیث کتاب ''ضعیف وموضوع روایات'' سے ماخوذ ہیں)

''جس نے اپنے بچہ کا نام بطور تبرک محمد رکھا تو اس کی برکت سے وہ اور اس کا لڑکا جنت میں داخل ہوں گے۔''

غرضیکہ وہ تمام روایتیں جن میں حضرت آمنہ یا کسی اور مردہ کے زندہ ہونے کا بیان ہے وہ سب جھوٹی اور گڑھی ہوئی ہیں۔

- وہ معجزے جن میں گدھے، بکری، اونٹ، ہرن، گوہ، بھیڑیے، شیر وغیرہ جانوروں کے انسانوں کی طرح بولنے یا کلمہ پڑھنے کا ذکر ہے بروایت صحیحہ ثابت نہیں ہیں۔
- ایسی روایتیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے لیے آسمان سے خوان نعمت یا جنت سے میووں کے آنے کا ذکر ہے، موضوع ہیں یا ضعیف ہیں۔
- وہ روایتیں جن میں حضرت خضر یا الیاس سے ملنے یا ان کے سلام و پیام بھیجنے کا بیان ہے، صحت سے خالی ہیں۔
- عوام میں مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سایہ نہ تھا لیکن یہ کسی روایت سے ثابت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔[1]

- روایت ہے کہ آپ قضائے حاجت سے واپس آتے تھے تو وہاں کوئی نجاست باقی نہ رہتی تھی، یہ سرتاپا موضوع ہے۔[2]
- واعظوں میں مشہور ہے کہ ابو جہل کی فرمائش سے اس کے ہاتھ کی کنکریاں آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے کلمہ پڑھنے لگیں لیکن یہ ثابت نہیں ہے۔
- وہ تمام حکایات جن سے ہماری زبان میں کتب معارج النبوۃ، اعجاز موسوی، مولود سعدی، مولود شہیدی، شمع لاہوت، بزم ملکوت، تفسیر سورہ یوسف، وفات نامہ اور ہرنی

---

[1] علامہ سیوطی نے تخریج احادیث الشفا، ص: ۷۰ پر لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن قیس ہے وھو وضاع کذاب اور اس کا دوسرا راوی عبدالملک بن عبدالولید ہے وھو مجھول یعنی وہ مجہول ہے۔ ملا علی قاری نے بھی شرح شفا میں اس روایت پر جرح کی ہے غرضیکہ تمام محدثین نے ان راویوں کے کذاب و وضاع ہونے کی بنیاد پر اس روایت کو من گھڑت اور جعلی قرار دیا ہے، جبکہ اس کے مقابلہ میں کئی صحیح سندوں سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کا سایہ تھا۔ اس کے ثبوت پر مختلف حدیثیں دلالت کرتی ہیں، مثلاً روایت ہے: رأیت ظلی وظلک اپنا سایہ تمہارا سایہ دیکھا۔ اسی طرح دوسری روایت ہے اذا انا بظل رسول اللہ مقبل. اچانک ایک دن دوپہر کو رسول کا سایہ نظر آیا اور دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔

[2] امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ حدیث ابن علوان کی موضوعات میں سے ہے۔ الحسین بن علوان بن قدام ابوعلی کوفی کے بارے میں یحییٰ ابن قیس کا کہنا ہے کہ وہ کذاب ہے۔ امام نسائی، ابوحاتم الرازی اور امام دارقطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ حدیث گڑھتا تھا اور امام احمد نے اس کی تکذیب کی ہے۔ امام سیوطی نے اس واقعہ کو کم از کم چھ سندوں سے بیان کیا ہے، لیکن ساری سندیں متکلم فیہ ہیں اور ان کی مجموعی تعداد حسن لغیرہ کے درجہ تک نہیں پہنچتیں، کیونکہ بعض سند یا تو مرسل ہے یا اس کا کوئی راوی کذاب و وضاع ہے، لہٰذا اس واقعہ کے ذریعہ آپ ﷺ کے پاخانہ و پیشاب کا اعجاز ثابت کرنا درست نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نامہ وغیرہ تمام کتابیں قصص مکذوبہ وروایات موضوعہ اورالم غلم سے بھری پڑی ہیں۔

- ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر روشن تھا کہ اندھیرے میں آپ جب جاتے تھے تو اجالا ہو جاتا تھا۔
- ایک دفعہ رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے سوئی گر گئی تلاش کی نہیں ملی دفعتاً آپ تشریف لے آئے تو چہرہ مبارک کی روشنی میں سوئی چمک اٹھی اور مل گئی یہ بالکل جھوٹ ہے۔
- ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے سورج ڈوب رہا تھا اور نماز عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا، لیکن حضرت علیؓ نے ادباً آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ جب سورج ڈوب گیا تو دفعتاً آپ ﷺ بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ تم نے نماز پڑھی عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے دعا کی فوراً آفتاب نکل آیا۔ یہ روایت بھی صحیح طریقہ سے ثابت نہیں ہے۔[1]
- اور وہ روایتیں بھی صحیح طریق سے ثابت نہیں ہیں جس میں بیان ہے کہ جب آپ ﷺ نے ہجرت میں غار ثور میں پناہ لی تو اللہ کے حکم سے فوراً غار کے منہ پر ببول کا درخت اگ گیا اور کبوتر کے ایک جوڑے نے وہاں انڈے دے دیے اور مکڑی نے جالے تن دیے تاکہ مشرکین کو اس غار کے اندر آپ ﷺ کے ہونے کا گمان نہ ہو۔ دوسری طرف شیخ علی ابراہیم حشیش فرماتے ہیں:

لا يصح حديث في عنكبوت الغار والحمامتين.

---

[1] اس واقعہ کو امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ یہ بلا شک وشبہ موضوع ہے اور اس کی علت فضیل بن مرزوق کو بتایا ہے۔ الموضوعات ۱/ ۳۵۶۔ امام ابن تیمیہ نے اس حدیث کے متن پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ علامہ سیوطی نے فضیل کو ضعیف کہنے پر تعاقب کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''غار پر مکڑی کے جالا تننے اور کبوتروں کے انڈا دینے کی بابت کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔''

نیز آگے لکھتے ہیں:

يقول الله تبارک و تعالٰی وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ○ (التوبة: ۴۰)

فهی صريحة بان النصر والتائيد انما كان بجنود لا ترى والعنكبوت والحمامتان والشجرة مما يرى.

''اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں فرمایا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی مدد ایسے لشکر سے کی جسے تم نے نہیں دیکھا۔ یہ آیت صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی نصرت و تائید اللہ تعالیٰ نے اس طرح پردۂ غیب سے کی تھی جو دیکھی نہ جاسکتی تھی، اور مکڑی و کبوتر درخت تو دیکھی جانے والی چیزیں ہیں۔''

نیز شیخ علی ابراہیم نے ان سب روایتوں پر مفصل بحث کی ہے اور انھیں غیر صحیح روایات قرار دیا ہے۔ (مجلۃ التوحید، قاہرہ، شعبان ۱۴۲۱ھ)

- اور ہجرت کے راستہ میں ام معبد کی خشک تھن والی بکری دوہنے اور ام معبد کا ابو معبد سے رسول اللہ ﷺ کا اوصاف بیان کرنے کی جو روایت ہے وہ بھی کلام سے خالی نہیں ہے امام ذہبی اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان میں سے کوئی طریق صحیح سند سے شرائط کے مطابق نہیں۔'' (سیرت النبی، ۳/۱۷۷)
- اُمّ الفضل بنت الحارث بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں حضرت حسین کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی آغوش میں دے دیا۔ کچھ دیر بعد میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ کی چشم مبارک آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل آئے اور انھوں نے مجھے خبر دی کہ میری امت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی اور میرے پاس ان کے قتل کی سرخ مٹی لائے تھے۔ [1]

سیرت نبوی کے موضوع غیر صحیح روایات کی اشاعت کا مسلمانوں کے معاشرے پر بہت برا اثر پڑا اور ایک ایسا طبقہ وجود میں آ گیا جس نے امت کو خرافات کے دلدل میں ڈال دیا۔

ملا علی قاری نے موضوعات میں اور علامہ سیوطی نے 'تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص' میں ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے کہ بغداد میں ایک واعظ نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۹ عَسٰی اَن یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. (عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا) سے یہ مفہوم نکالا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش الٰہی پر جلوہ فرما ہوں گے۔ جب اس کا علم محمد بن جریر طبری کو ہوا تو انھیں اس پر بڑا غصہ آیا اور انھوں نے اپنے گھر کے دروازہ پر لکھ دیا:

سبحان من لیس له انیس ولا له علیٰ عرشه جلیس.

''پاک ہے وہ ذات جس کا ایسا کوئی دوست نہیں جو اس کے عرش پہ اس کا ہم مجلس ہو۔''

جب بغداد کے عوام نے جنہوں نے واعظین سے یہ سن رکھا تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش الٰہی پر جلوہ فرما ہوں گے اور اس کے خلاف امام طبری کے گھر پر یہ عبارت دیکھی تو بپھر اٹھے اور ان کے گھر پر پتھراؤ شروع کر دیے ان کا دروازہ توڑ دیا اور ان پر پل پڑے۔

---

[1] یہ روایت ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے کہا یہ منقطع ہے اور ضعیف ہے، کیونکہ شداد بن عبداللہ نے ام الفضل بنت الحارث کو نہیں پایا ہے۔ اس لئے یہ روایت منقطع ہوئی اور دوسری علت محمد بن مصعب ہے جو کہ ضعیف ہے۔ محمد بن مصعب القرقسانی کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ لیس شئ وہ کچھ نہیں ہے۔ مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو: التاریخ الکبیر ۱/ ۲۳۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ ہوتا ہے اس جماعت کا انداز جو آج تک جاری ہے جو اپنے خلاف کوئی لفظ سننا گوارہ نہیں کرتی اور جو کوئی ان خرافات کے خلاف کچھ لکھتا بولتا ہے اس پر سخت برہم ہو جاتی ہے۔

یہ تو نثر کا حال ہے اور نظم کا یہ عالم ہے کہ ایک مسلمان کے لیے نعوذ باللہ پڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ صوفی میری کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حاشا ان یحرم الراجی مکارمه او یرجع الحار منه غیر محترم

''ایسا نہیں ہو سکتا کہ اپنی ضرورتوں کا متلاشی آپ کی کرم نوازی سے نامراد لوٹے۔''

فان من جودک الدنیا وضرتها ومن علومک علم اللوح والقلم

''بے شک دنیا اور اس کی دھن دولت تیری ہی سخاوت ہے اور لوح وقلم کا علم تیرے ہی علم کا ایک حصہ ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ شاعر کہتا ہے کہ آپ ہی مالدار کرتے ہیں، آپ ہی محتاج کرتے ہیں، آپ ہی گناہوں کی بخشش کرتے ہیں، دنیا و آخرت میں آپ ہی ملجا و ماویٰ ہیں یہی نہیں بلکہ پوری دنیا کا تصرف آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس شاعر اور اس کے ہم مشرب وہم نوا سے میرا سوال ہے کہ جب لوح وقلم، تخلیق بشر اہلیت نفع وضرر وغیرہ سب کچھ محمد ﷺ کو دے دیا تو اللہ تعالیٰ کے پاس کیا بچا؟

دوسرا شاعر کہتا ہے:

محمد بہ شکل عرب آمدہ بمعنی دیگر عین رب آمدہ

''محمد ﷺ عرب کی شکل میں آئے ہیں دوسرے معنی میں عین رب آئے ہوئے ہیں۔ عرب کے عین کو رب سے الگ کر کے پڑھیے تو رب ہی ہوگا۔''

آج میلاد اور معراج کی مجلسوں میں جس مولود خواں کو دیکھئے، مولود سعیدی گلدستہ کا یہ شعر پڑھتا نظر آتا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خدا رخ سے پردہ اٹھاتا ہے آج — محمد ﷺ کو جلوہ دکھاتا ہے آج
دکھاتا ہے کہ مرتبہ قرب کا — کہ زانو سے زانو ملاتا ہے آج

یہ اشعار خدا کا ہم نشیں بنانے کا شعر تھا، اب حضور ﷺ کو خدا بنانے کا شعر سن لیجئے ۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

اسی طرح ایک شعر یہ بھی ہے:

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

بریلوی فرقہ کے امام مولوی احمد رضا خاں کے درج ذیل چند اشعار پڑھئے:

بخدا خدا کا یہی ہے در — نہیں اور کوئی مفر و مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو — جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
کرے مصطفیٰ کی اہانتیں — کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی — ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
وہی لا مکاں کے مکیں ہوئے — سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں — وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

اطراء و غلو میں ڈوبے ہوئے ان اشعار کا جواب مولانا عبدالمبین منظر صاحب رحمہ اللہ نے یوں دیا ہے:

بخدا خدا کا نہیں یہ در — وہ خدا ہے یہ ہیں پیامبر
جو وہاں سے ہو وہی ہو یہاں — جو وہاں نہیں تو یہاں نہیں
شب و روز کرتے ہو بدعتیں — کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں سنی ہوں جی — ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سر عرش تخت نشیں نہ کہہ انھیں لا مکاں کا مکیں نہ کہہ
وہ خدا نہیں ہیں نبی ہیں وہ وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

چودھویں صدی ہجری میں مولود کی برکت سے نعت گوئی کا یہ مختصر نمونہ ہے جس میں خدا کی توہین اور انبیاء کرام کی توہین صاف صاف موجود ہے۔ ان بے بنیاد روایتوں کے پیدا ہونے کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ان بے بنیاد روایتوں کے پیدا ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ مقبول عام کی بنا پر یہ کام واعظوں اور میلاد خوانوں کے حصے میں آیا۔ چونکہ یہ فرقہ علم سے عموماً محروم ہوتا ہے اور صحیح روایات تک اس کی دسترس نہیں ہوتی، اور ادھر گرمی محفل اور شور احسنت کے لیے اس کو دلچسپ اور عوام فریب باتوں کے بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی اس لیے لامحالہ ان کو اپنی اختراع پر زور دینا پڑا ان میں جو کسی قدر محتاط تھے، ان کو لطائف صوفیانہ اور مضامین شاعرانہ میں ادا کیا۔ سننے والوں میں ان کو روایت کی حیثیت اختیار کر لی اور جو نڈر اور بے احتیاط تھے، انھوں نے یہ پردہ بھی نہیں رکھا، بلکہ ایک سند جوڑ کر انھوں نے براہ راست اس کو حدیث وخبر کا مرتبہ دے دیا۔'' (سیرت النبی، طبع سوم، ص ۷۲۹)

سید صاحب ان بے بنیاد روایتوں کے پیدا ہونے کا دوسرا سبب یہ لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کے نزدیک آنحضور ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔ آپ کامل ترین شریعت لے کر مبعوث ہوئے آپ تمام محاسن کے جامع ہیں۔ یقیناً یہ سب بالکل صحیح لیکن اس کو لوگوں نے غلط طور پر وسعت دی ہے اور انبیاء سابقین کے تمام معجزات کو آنحضور ﷺ کی ذات میں جمع کر دیا ہے اور وہ اس اعتقاد کی بدولت تمام مسلمانوں میں پھیل گئے۔ بیہقی اور ابونعیم نے دلائل میں اور سیوطی نے خصائص میں، علانیہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابل میں انھی کے مثل آپؐ کے معجزات بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے ہیں اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی تعلیم تمام انبیاء کی تعلیمات کا عطر، خلاصہ اور مجموعہ ہے اسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح آپ ﷺ کے معجزات بھی دیگر انبیاء کے معجزات کا مجموعہ ہیں اور جو کچھ تمام انبیاء سے متفرق طور پر صادر ہوا وہ تمام کا تمام مجموعاً آپ ﷺ سے صادر ہوا۔ ظاہر ہے اس مماثلت اور مقابلہ کے لیے تمام تر صحیح روایتیں دستیاب نہیں ہوسکتیں، اس لیے لوگوں نے انھیں ضعیف وموضوع روایتوں کے دامن میں پناہ لی۔ کہیں شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا مثلاً حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء کی تعلیم دی۔ حضرت ادریس کے متعلق قرآن میں ہے کہ خدا نے ان کو بلند جگہ میں اٹھایا لیکن رسول اللہ ﷺ کی بلندی اس سے بھی آگے قاب قوسین تک ہوئی۔ حضرت نوح کی طوفان کی دعا اگر قبول ہوئی تو آپ کی قحط کی دعا قبول ہوئی۔ حضرت صالح کے لیے اونٹنی معجزہ تھی تو آپ ﷺ سے اونٹ نے باتیں کیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں نہ جلے، آپ ﷺ سے بھی آتشیں معجزے صادر ہوئے، حضرت اسماعیل کے گلے پر چھری رکھی گئی تو آپ کا سینہ بھی چاک کیا گیا، حضرت یعقوب سے بھیڑیے نے گفتگو کی تو یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ سے بھی بھیڑیا ہم کلام ہوا۔'' (سیرت النبی، طبع سوم، ص۲۳۷)

ابونعیم میں یہ حکایت ہے کہ حضرت یوسف کو حسن کا آدھا حصہ عطا ہوا لیکن آپ ﷺ کو پورا حصہ دیا گیا۔ حضرت موسیٰ کے لیے پتھر سے نہریں جاری ہوئیں، تو آپ کی انگلیوں سے پانی بہا۔ حضرت موسیٰ کی لکڑی معجزہ دکھاتی تھی تو آپ ﷺ کے فراق میں بھی چھوہارے کا درخت رویا اور چھوہارے کی خشک ٹہنی تلوار بن گئی۔ حضرت موسیٰ کے لیے بحر احمر شق ہوا تو آپ ﷺ کے لیے معراج میں آسمان وزمین کے درمیان کا دریائے فضا بیچ سے پھٹ گیا۔ یوشع کے لیے آفتاب ٹھہرا دیا گیا تو آپ کے اشارہ سے آفتاب ڈوب کر نکلا۔ حضرت عیسیٰ نے گہوارہ میں کلام کیا اور آپ کی زبان سے پہلے تکبیر وتسبیح کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت عیسیٰ کا سب سے بڑا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا ہے اور صرف انھیں کے ساتھ مخصوص ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی طرف یہ معجزہ منسوب کیا گیا کہ آپ ﷺ نے ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شخص کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا جب تک میری لڑکی کو زندہ نہ کردیں گے میں ایمان نہ لاؤں گا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی قبر پر جا کر آواز دی اور وہ نکل کر باہر آئی اور پھر چلی گئی، اسی طرح یہ روایت بھی گڑھی گئی کہ آپ کی والدہ بھی آپ کی دعا سے زندہ ہوئیں اور آپ پر ایمان لائیں۔

اسی طرح اور بھی متعدد اسباب علامہ سید سلیمان ندوی نے ذکر کیے ہیں اور اس ضمن میں بعض روایتیں بیان کی ہیں جو مشہور ہیں مگر غیر مستند اور بے بنیاد ہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

ہم ہر سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو جو عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس اور جشن مناتے ہیں ان میں ڈھول تاشے، قوالیاں، اور فلمی گانوں کی ریکارڈنگ سے ایک سماں بندھ جاتا ہے۔ کیا جو امام الانبیاء ہو اس کی وفات کے دن ایسا کرنا درست ہے؟ خیر القرون میں اس نام سے کسی تقریب کا اہتمام نہیں ہوتا تھا، چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی میں قبل از بعثت چالیس دفعہ یہ دن جلوہ افروز ہوا، اور دور نبوت میں تیئیس دفعہ، وفات تک ترسیٹھ دفعہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دو دفعہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دس گیارہ مرتبہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بارہ دفعہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پانچ چھ دفعہ، خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بیس دفعہ، آخری صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی کی وفات تک یہ یوم میلاد ایکسو تریسٹھ بار آیا۔ انھوں نے اس طرح محبت کا اظہار نہیں کیا جس طرح ہم کرتے ہیں۔ کیا ان کو آپ ﷺ سے محبت نہیں تھی؟ پھر یہ یوم میلاد النبی ﷺ تابعین عظام کے دور میں جن کا دور ۱۱۰ھ سے شروع ہو کر ۱۸۰ھ تک رہا ہے پھر تبع تابعین کے دور میں جن کا دور ۱۸۰ھ سے شروع ہو کر ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ پھر کیا ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ نے اپنی ستر سالہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں، امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی ننانوے سالہ زندگی میں، امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی چون سالہ زندگی میں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی میں یہ کام کیا۔ اسی طرح محدثین عظام اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی اکانوے سالہ زندگی میں یہ دن آیا، لیکن انھوں نے نہیں منایا۔ جب صحابہ کرام سے لے کر محدثین کرام تک کسی نے جلوس نکالنے اور جشن منانے کا مظاہرہ نہیں کیا تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر یہ کام نیکی کا ہوتا تو ایسا ضرور کرتے جب انھوں نے نہیں کیا تو پھر اسے نیکی اور عبادت کہنا کہاں تک درست ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے صرف دو عیدوں کو منانے کا حکم فرمایا ہے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، یہی دونوں عیدیں مسلمانوں کی حقیقی عیدیں ہیں۔ خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین عظام، وتبع تابعین اور ائمہ اسلام نے صرف انھیں دو عیدوں کو منایا ہے۔ اس کے علاوہ کسی تیسری کو نہیں منایا، صحابہ کرام اور سلف صالحین کا دور اس بات پر شاہد عدل ہے کہ وہ دین محمدی میں کسی بھی طرح کی کمی وبیشی قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے مجالس ومحافل منعقد کرنا شرعاً ناجائز ہے، اس رسم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ ایک قبیح بدعت ہے تو پھر ہمارے لیے کہاں گنجائش رہ جاتی ہے کہ ہم اس قسم کی بدعات ومنکرات کو کار ثواب سمجھ کر انجام دیں اور ہر سال کروڑوں روپئے ضائع اور برباد کریں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''عمل مولد بعض لوگوں نے نصاریٰ کی اتباع میں ایجاد کیا ہے یا نبی کریم ﷺ کی تعظیم ومحبت میں ایجاد کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم ومحبت کا حکم آپ کی اتباع کے ذریعہ دیا ہے نہ کہ ان بدعتوں کے ذریعہ جو آپ کے یوم ولادت کے موقع پر عید میلاد النبی اور دوسری شکلوں میں کی جاتی ہیں۔ حالانکہ ولادت کی تاریخ میں لوگوں کا اتفاق بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں پس یہ عمل مولد سلف صالحین نے نہیں کیا جب کہ اسے منانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور اسے منانے کا اقتضاء موجود تھا، لہٰذا یہ چیز اگر خالص خیر و بھلائی ہوتی یا خیر کا پہلو کسی اعتبار سے غالب ہوتا تو سلف صالحین اسے منانے کے ہم سے زیادہ حق دار تھے۔ کیونکہ وہ رسول پاک کی ہم سے کہیں زیادہ محبت اور تعظیم کرتے تھے، اور یہ لوگ حصول خیر کے بہت ہی حریص تھے رسول پاک سے محبت اور تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اطاعت اور اتباع کی جائے، آپ کے احکام کو بجالایا جائے، ظاہری اور باطنی طور پر آپ کی سنت کو زندہ کیا جائے، ان کے لیے دل اور زبان سے جہاد کیا جائے، کیونکہ یہی پہلے گزرے ہوئے مہاجرین وانصار اور ان کے تابعین کا طریقہ رہا ہے۔'' (اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفة اصحاب الجحیم، ص ۲۹۵، مطبعة الحکومة مکة المکرمة ۱۳۸۹ھ)

سید علی فکری تحریر فرماتے ہیں:

''کسی کی میلادی محفلیں رچانا اور جشن منانا اہل عرب کا طریقہ نہیں تھا اور نہ ہی پوری اسلامی تاریخ میں یہ چیز ثابت ہے۔ کتب تواریخ تو اس بات پر شاہد ہیں کہ عید میلاد النبی منانا ان عادات میں سے ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی ہیں۔''

(المحاضرات الفکری (علی فکری)، ص ۱۲۸)

شیخ محمد عبدالسلام خضر القشیری فرماتے ہیں:

''اس مہینہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت بھی ہوئی اور وفات بھی لیکن کیا وجہ ہے کہ لوگ آپ کی ولادت پر خوشیاں تو مناتے ہیں، مگر آپ کی وفات پر غم نہیں کرتے۔ آپ کی یوم ولادت کو عید منانا اور اس دن محفلیں رچانا بدعت اور کھلی گمراہی ہے۔ نہ تو شریعت اسلام نے اس کی اجازت دی ہے اور نہ ہی عقل اس بات کو قبول کرتی ہے۔ اگر اس میں خیر و بھلائی کا کوئی پہلو ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور بقیہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ اجمعین کیسے اس سے غافل رہتے۔ درحقیقت یہ تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صوفیوں، پیٹ پجاریوں اور جھوٹے بدعتیوں کی ایجاد ہے لوگوں نے بس یوں ہی دیکھا دیکھی اسے منانا شروع کر دیا اس سے وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ بچائے اور اسے دین اسلام سمجھنے کی توفیق دے۔" (السنن والمبتدعات المتعلقة بالاذكار والصلاة، ص ۱۳۸-۱۳۹)

مجدد ملت، فقیہ عصر، مفتی اعظم علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ سعودی عربیہ فرماتے ہیں:

"عید میلاد النبی ﷺ کے نام پر محفلیں منعقد کرنا شرعاً ناجائز ہے، ان کا اہتمام سراسر بدعت ہے، اور دین میں نئی اختراع ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو خود ایسا کیا اور نہ ہی خلفائے راشدین نے ایسی محفلیں منعقد کیں اور نہ ہی ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام نے ایسا کیا اور نہ ہی قرون اولیٰ میں تابعین اور تبع تابعین میں سے ایسا کوئی واقعہ ثابت ہے جس سے اس کا ثبوت ملتا ہو، حالانکہ وہ سب سے زیادہ عالم اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کامل محبت رکھنے والے اور شریعت کے تابع تھے۔ اگر محفل میلاد منعقد کرنا دین الٰہی کا حصہ ہوتا تو یقیناً رسول اللہ ﷺ اس کے انعقاد کا امت کو حکم دیتے، یا اپنی زندگی میں خود ایسی محفلیں منعقد کرتے یا صحابہ کرام محفل میلاد کا اہتمام کرتے، جب ان میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ محفل میلاد یا عید میلاد النبی ﷺ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (رسالہ عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت، اردو ایڈیشن مطبع جمعية احياء التراث الاسلامي كويت)

اصل بات یہ ہے کہ اسلام نے جب دو عیدیں مشروع قرار دیں تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس پر تیسری عید کا اضافہ کرے۔ یہ کھلی شریعت سازی نہیں تو اور کیا ہے؟ محبت رسول کے لیے شرط ہے کہ عقائد وعبادات، معاملات، اخلاق و عادات، لباس، شکل وصورت، کھانے پینے اور وضع قطع، وغیرہ تمام امور میں آپ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ ہر وقت آپ کی عظمت ومحبت دل میں رہے، اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہیں۔ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پر اس طرح عمل ہو کہ کسی بھی معاملے میں بدعت پر عمل اور سنت سے اعراض نہ پایا جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اعراض کرنے والوں کے لیے بڑی سخت وعید ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

کل امتی یدخلون الجنة الا من ابیٰ قالوا من یأبیٰ؟ قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابیٰ. (صحیح بخاری ۱۳/۲۴۹، رقم الحدیث ۷۲۸۰)

''میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جو انکار کرے۔ لوگوں نے پوچھا: انکاری کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کردیا۔''

رسول اللہ ﷺ کی حقیقی محبت آپ کی اتباع ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں۔ آپ کی حیات طیبہ کو اسوہ بنائیں اور محفل میلاد اور عید میلاد النبی ﷺ کی آرائش و زیبائش کے بجائے اپنے ویران دلوں کی خبر لیں اور اس کی آرائش کریں۔ چراغاں اور روشنی کرنے کے بجائے اپنے قلوب کو نور ایمان سے منور کرنے کی فکر کریں۔

واضح رہے قوموں کا عروج اور ترقی انبیاء و اولیاء کی ولادت اور وفات کی یادگار منانے پر منحصر نہیں ہے، بلکہ ان کی عملی زندگی کو اپنانے اور ان کے کردار کو اسوہ حسنہ ٹھہرانے میں قوم کی ترقی کا راز مضمر ہے، جب کہ بے عمل یادگار نمائشی ہے، اسلام اور قوم کے لیے قطعی سودمند نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت پر زندگی گزارنے کی توفیق دے اور ہر قسم کی شرک و بدعت سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا اللہ کافی نہیں؟

غوث اعظم، داتا، غریب نواز، مشکل کشا، گنج بخش، دست گیر، سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ بعض لوگ ان صفات کو مخلوق میں تلاش کرتے ہیں۔ اس حقیقت پر قرآن مجید کی گواہی سنئے، پڑھئے، سمجھئے، ٹھنڈے دل سے غور وفکر کیجئے اور اپنے عقائد کی اصلاح کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ. (یوسف: ۴۰)

''اس اللہ کو چھوڑ کر جن جن کی تم بندگی کرتے ہو تو بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے۔ اللہ نے تو ان کے لیے کوئی سند نہیں اتاری۔''

غوث اعظم (سب سے بڑا فریاد سننے والا)

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ. (النمل: ٦٢)

''کون ہے وہ جو بے قرار کی پکار سنتا ہے، جب وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور کون ہے جو تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔''

داتا (سب کچھ دینے والا)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَقِيمًاo (الشوریٰ ۴۹-۵۰)

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے یا انھیں لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔''

غریب نواز (غریبوں کو نوازنے والا)

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُo (فاطر: ۱۵)

''اے لوگو! تم سب اللہ کے در کے فقیر ہو، اللہ تو غنی حمید ہے۔''

مشکل کشا (تمام مشکلیں حل کرنے والا)

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهٗ اِلاَّ هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌo (الانعام: ۱۷)

''اور اگر اللہ تمھیں کسی مشکل میں ڈال دے تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمھیں کسی بھلائی سے نوازنا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

گنج بخش (خزانے دینے والا)

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (المنافقون: ۷)

''اور زمین وآسمان کے خزانے اللہ ہی کے ہیں۔''

دست گیر (مصیبت کے وقت ہاتھ تھامنے والا)

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ. (یونس: ۱۲)

''انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو وہ لیٹے یا بیٹھے یا کھڑے ہم کو پکارنے لگ جاتا ہے، لیکن جب ہم اس کی تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چل دیتا ہے گویا کبھی اپنے اوپر تکلیف آنے پر اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی آیات سے معلوم ہوا کہ غوث اعظم، داتا، گنج بخش، مشکل کشا، دست گیر، غریب نواز، صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے، لہٰذا جب بھی دعا مانگو یا مدد کے لیے پکارو تو صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. (المؤمن: ٦٠)

''مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔''

تاریخ شاہد ہے کہ جب جب بندوں نے اپنے خالق کی بندگی ترک کی تو انھیں بے شمار آقاؤں کی بندگی کرنی پڑی۔ ساتویں صدی عیسوی میں فارس وروم نے خودساختہ آقاؤں اور خداؤں کی یہی غلامی اختیار کی تو جانوروں سے خراب زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے۔ اسلام کے داعی ربعی بن عامر نے رستم کے پُرسطوت اور بارعب دربار میں صاف صاف اعلان کیا تھا:

جئنا لنخرج الناس من عبادة العباد الی عبادة رب العباد.

''یعنی ہمارے آنے کا مقصد مال غنیمت اور کشور کشائی نہیں بلکہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر بندوں کے پروردگار کی بندگی میں لائیں۔''

اسلام میں نہ پاپائیت ہے نہ عبدیت سے بے نیاز روحانی پیشوائیت، لہٰذا جو کچھ مانگنا ہو اللہ تعالیٰ سے براہ راست مانگو۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین نے کیا خوب کہا ہے:

سب اپنے اپنے حال میں ہیں احتیاج مند
دل میں کسی کو جان کے حاجت روا نہ مانگ

مانگ اور مانگ سدا مانگ حق سے مانگ
مت مانگ کچھ نہ مانگ بشر سے ذرا نہ مانگ

خالق سے مانگ تسمہ بھی ہو خواہ کفش کا
سلک گہر اور شہ دریا عطا نہ مانگ

ہے دینے والا سب کو غنی الحمید ہی
خلقت سے دے کے واسطہ کبریا نہ مانگ

سلمانؔ ایک بات تجھے راز کی کہوں
تو حق سے حق کو مانگ کبھی ماسوا نہ مانگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ ربیع الثانی کی بدعات

اسلامی سال کے چوتھے مہینہ کا نام ربیع الثانی ہے۔ یہ مہینہ مسلمانوں میں خصوصی اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اہمیت اس اعتبار سے نہیں کہ اس مہینہ کی فضیلت قرآن وحدیث میں آئی ہے یا کوئی مخصوص عمل حضور ﷺ نے اس مہینہ میں کرنے کا حکم یا ترغیب دی ہے چونکہ ایسی کوئی بات احادیث کے ذخیرہ میں نہیں ملتی، اس لیے مہینوں کے تعلق سے جو کتابیں شائع شدہ ملتی ہیں ان میں ربیع الثانی کا تذکرہ یا تو بالکل نہیں ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

گیارہویں

برصغیر میں یہ مہینہ بہت مشہور ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بعض حلقوں میں محرم الحرام کے بعد اگر دوسرے نمبر پر شہرت کے اعتبار سے کوئی مہینہ ہے تو وہ ربیع الثانی کا مہینہ ہے جسے عُرف عام میں گیارہویں کا مہینہ کہا جاتا ہے، اور ۱۱/ ربیع الثانی کو شیخ عبدالقادر جیلانی کی تاریخ پیدائش بتائی جاتی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں بدعتوں میں مبتلا مسلمانوں کے ایک طبقہ کا عقیدہ ہے کہ آپ پیر، دست گیر اور غوث الاعظم ہیں۔ یعنی ان سے فریاد کی جائے تو وہ نہ صرف فریاد کو سنتے ہیں بلکہ دستگیری بھی فرماتے ہیں اور حاجت روائی بھی کرتے ہیں۔ اس باطل عقیدہ کو اسلامی عقیدہ ثابت کرنے کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے آڑ وسیلہ کی لی گئی ہے۔ یعنی حاجت روائی اور فریاد رسی کے یہ کام اپنی ذاتی صفت کی بنا پر انجام نہیں دیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے اختیار کی بنا پر انجام دیتے ہیں اس لیے ہم ان کا وسیلہ لیتے ہیں، لیکن یہ سراسر اللہ پر افترا پردازی ہے انھیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے یہ اختیار شیخ عبدالقادر جیلانی کو بخشا ہے، کیا نازل شدہ وحی الٰہی میں اس کی کوئی نشاندہی کی جاسکتی ہے؟ حاجت روائی فریاد رسی اور مشکل کشائی تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس کی اس صفت میں کسی کو شریک ٹھہرانا کھلا شرک ہے۔ غوث تو اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے پھر انھوں نے غوث الاعظم کا لقب ایک بزرگ کے لیے کیسے تجویز کیا؟ یہ لوگ بڑے زور سے نعرہ لگاتے ہیں غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن جب حضرت عبدالقادر جیلانی اپنے پرستاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے تو انھیں احساس ہوگا کہ ان کے ہاتھ بالکل خالی ہیں، غوث کا دامن ان سے گم ہوگیا ہے اور اپنے اس کرتوت کی وجہ سے اللہ کا دامن بھی چھوٹ گیا ہے۔ اس وقت وہ حواس باختہ ہوں گے اور اپنے ان خودساختہ اور مشرکانہ نعروں پر پچھتائیں گے۔ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں، ان سے ان کے ٹھہرائے ہوئے شریک قیامت کے دن بیزاری کا اظہار کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں اس کا علم نہیں تھا کہ یہ لوگ ہمارے نام سے کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ گیارہویں کو حضرت عبدالقادر جیلانی کی شان میں جلوس بھی نکالا جاتا ہے جس میں اس گروہ کے علماء پیش پیش رہتے ہیں۔ خوب نعرہ بازی ہوتی ہے۔ ممتاز نعرہ وہی ''غوث کا دامن'' نہیں چھوڑیں گے۔ یا اللہ کی جگہ یا غوث پکارا جاتا ہے اور کوئی نعرہ لگاتا ہے ''یا علی کل بلاٹلی'' انھیں ایسے نعروں ہی میں مزہ آتا ہے یا اللہ پکارنے کا مزہ تو اسی شخص کو محسوس ہوگا جو اللہ کے لیے توحید خالص کا عقیدہ رکھتا ہو اور اسی کا ہوکر رہے۔

شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کے نام پر نذر ونیاز کی جاتی ہے اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گیارہویں کرنے سے محبت کا اظہار ہوتا ہے اور سال بھر مال اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ گیارہویں کی فضیلت کے سلسلے میں پیروں نے اپنے مریدوں میں اس قسم کی خرافات مشہور کر رکھی ہیں کہ گیارہویں کی ایک ہڈی ایک کوا اڑا لے گیا۔ اتفاقاً اس کے پنجوں سے نکل کر کسی قبرستان پر جا پڑی بس اس ہڈی کے طفیل سارے قبرستان والے مردے بخش دیے گئے۔ گیارہویں کرنے والا اور یا غوث کے نعرے لگانے والا جب مرتا ہے تو قبر میں پیر صاحب اس کو عذاب نہیں ہونے دیتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان خرافات اور من گھڑت فضائل سے یہ رسم اس قدر رواج پا چکی ہے کہ فرائض اسلام اور سنن خیر الانام کی پابندی نہ ہو، مگر گیارہویں ضرور کی جاتی ہے۔ نماز روزہ کا تارک اتنا گنہگار نہیں سمجھا جاتا جس قدر گیارہویں نہ کرنے والا موجب ملامت ٹھہرتا ہے۔ پھر شامت یہ ہے کہ کوئی موحد اہل سنت ان کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اسی کو اپنا بدخواہ سمجھتے ہیں، شکم پرور اور دنیا دار مولوی اس رسم و رواج کی تقلید کرتے ہوئے اپنے خیر خواہوں کو پیروں کا منکر، اولیاء کا دشمن، گستاخ رسول وہابی مشہور کر کے بدنام کرتے ہیں اور ان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

افسوس ناک بات اور لرزہ خیز بھیانک منظر وہ ہوتا ہے جب ایک اللہ کے سامنے سر جھکانے والا مسلمان شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر بنے ہوئے درگاہ کے آگے سر جھکاتا ہے، ان کی دہائی دیتا، ان سے مدد مانگتا، روتا گڑگڑاتا ہے، اور آپ کی قبر پر سجدے اور طواف کرتا ہے، شیرینی اور چادریں چڑھاتا ہے، عرس اور میلے کرتا ہے، اور ان کے نام پر ہزاروں مرغ ذبح کر دیے جاتے ہیں، غرض ہر وہ چیز کرتا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ یہ معاملہ صرف شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات تک محدود نہیں بلکہ دیگر اولیاء کرام و بزرگان دین کی قبروں کو بھی کعبہ کی طرح مقدس بنا لیتے ہیں اور ان کے ساتھ بالکل وہی کرتے ہیں جو اللہ کے گھر کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاریخ پیدائش

شیخ عبدالقادر جیلانی پانچویں صدی ہجری کے مشہور و معروف ولی گزرے ہیں۔ آپ کی ولادت یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ کو گیلان (جسے دیلم بھی کہتے ہیں) میں ہوئی۔ آپ بہت بڑے متقی، خدا ترس بزرگ تھے، شرک و بدعت سے متنفر مؤحد اور سچا پاک مسلمان تھے۔ قرآن وحدیث سے والہانہ لگاؤ تھا۔ آپ پوری زندگی شرک و بدعت سے بیزار اور ان سے برسرِ پیکار رہے۔ آپ کا نعرہ تھا:

لا معين الا الله ولا دليل الا رسول الله.

(غنية الطالبين از شيخ عبدالقادر جيلانی، ص۱۷۶)

"یعنی اللہ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں، محمد ﷺ کے سوا کوئی حجت نہیں۔"

تاریخ وفات

گیارہویں تاریخ کو گیارہویں اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ بڑے پیر صاحب کی وفات کا دن ہے، حالانکہ یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ مختصر حالات میں ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات کے مہینہ اور تاریخ میں بڑا اختلاف ہے۔ کوئی مورخ صفر کا مہینہ لکھتا ہے، کوئی ربیع الثانی کا، کوئی ۱۷ ربیع الثانی کی تاریخ بتلاتا ہے، کوئی ۸ر، کوئی ۹ر، کوئی صفر کی ۱۱ر، کوئی ۱۴ر پھر لطف یہ کہ ہندو پاک بنگلہ دیش اور نیپال میں گیارہویں ۱۱ر ربیع الثانی کو منائی جاتی ہے، جب کہ خود بغداد میں ۱۷ر ربیع الثانی کو منائی جاتی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ارشادات

آیئے گیارہویں کو کارِ ثواب جاننے والے اور یا غوث کا نعرہ لگانے والے شیخ عبدالقادر جیلانی کا فیصلہ سن لیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب "غنية الطالبين" میں یوم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کربلا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ثم لو جاز أن يتخذ هذا اليوم مصيبة لأتخذه الصحابة والتابعون لأنهم أقرب إليه منا وأخص به.

''اگر روز شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو غم و ماتم کا دن بنالینا درست ہوتا تو چاہیے تھا کہ پیر (سوموار) کا دن بہت بڑے ماتم کا اور مصیبت اور آہ وزاری کا مقرر کیا جاتا، کیونکہ اسی دن وفات رسول اللہ ﷺ ہے اور اسی دن وفات ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے مگر جائز نہ یہ ہے نہ وہ اور اگر دوسری چیز جائز ہوتی تو صحابہ وتابعین ایسے نہ تھے کہ اس سے غافل رہتے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے اس فرمان میں کسی کی وفات کے دن کو یادگار منانا ہر سال اس کا ماتم کرنا ناجائز قرار دیا ہے اور ان کی یہی دلیل گیارہویں کی حرمت بتلا رہی ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

''سچا مومن اپنے نفس، اپنے شیطان اور اپنی خواہش کی اطاعت نہیں کیا کرتا ہے وہ شیطان کو جانتا ہی نہیں تو اس کی اطاعت کیا کرے گا؟ وہ دنیا کی پرواہ نہیں کرتا آخرت کا طالب بنتا ہے اور اپنے تمام اوقات میں خالص اسی کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سن چکا ہے۔ لوگوں کو اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ اسی کے لیے عبادت کو خالص بنا کر یکسو ہو کر مخلوق کو اللہ کے ساتھ شریک چھوڑ دے، اور اللہ کو یکتا سمجھ وہی تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور اس کے قبضہ قدرت میں تمام اشیاء ہیں۔ اے غیر اللہ سے کسی چیز کے مانگنے والے تو نادان اور بے وقوف ہے۔ کیا کوئی ایسی چیز ہے جو اللہ کے خزانوں میں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس ہیں اس کے خزانے (یعنی ہر چیز کے خزانے اس کے پاس ہیں)۔'' (فیوض یزدانی ملفوظات از شیخ عبدالقادر جیلانی، مجلس ۱، ص ۲۵، ترجمہ مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز آگے مزید فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدعتیوں کے اعمال نیک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ بدعت سے توبہ نہ کرلیں اور باز نہ آجائیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر لعنت کی ہے نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔''

(غنية الطالبين، ص ۱۷۶)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ارشادات کا مطالعہ فرمائیں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں، جو سڑکوں سے گزرتے ہوئے ''غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے'' کا نعرہ لگانے والے اور پیران پیر کے نام پر ہزاروں بکرے اور مرغ ذبح کرنے والوں کا طرز عمل شیخ جیلانی کی تعلیمات سے جداگانہ تو نہیں ہے اگر ہے تو سمجھ لیجیے کہ وہ عمل ہرگز اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہ ہوگا۔

جھوٹی روایتیں

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جن کی پوری زندگی تبلیغ حق میں گزری اور شرک و بدعت کے خلاف سینہ سپر رہے، مگر یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بعض حضرات کذب و افتراء سے کام لیتے ہوئے آپ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ شیخ جیلانی نے فرمایا:

''جو کوئی مجھ سے رنج وغم میں مدد مانگے اس کا رنج وغم دور ہوگا اور مصیبت و پریشانی کے وقت میرا نام لے کر پکارے تو وہ پریشانی دور ہوگی، اور کسی حاجت میں رب کی طرف میرا وسیلہ بنائے اس کی حاجت پوری ہوگی۔''

(برکات الاستمداد از بریلوی درج در رسائل رضویہ ۱/۱۸۱)

قضائے حاجت کے لیے نماز غوثیہ ہے، جس کی ترکیب یوں لکھتے ہیں:

ہر رکعت میں گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے، گیارہ بار صلاۃ وسلام پڑھے، پھر بغداد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی طرف گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام (شیخ عبدالقادر جیلانی) لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور یہ اشعار پڑھے:

أیدرکنی خیم أنت ذخیرتی
وأظلم فی الدنیا وأنت نصیری

''کیا مجھے کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے جبکہ آپ میرے لیے باعث حوصلہ ہوں اور کیا مجھ پر دنیا میں ظلم ہوسکتا ہے جب کہ میرے مددگار ہوں۔'' (جاء الحق از مفتی یار محمد، ص ۲۰۰)

اسے بیان کرنے کے بعد جناب احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا بزرگوں سے بعد وفات مدد مانگنا جائز اور فائدہ مند ہے۔''

جناب مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے ایک پیروکار کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے:

لوح محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل
مرد عورت سے بنادیتے ہیں غوث الاغواث

أستغفر اللہ! اس شعر کی تشریح بھی بریلوی حضرات کی زبان سے سنئے:

''شیخ شہاب الدین سہروردی جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: حضور دعا فرمائیں کہ میرے لڑکا ہو۔ آپ نے لوح محفوظ میں دیکھا اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی سن کر واپس ہوئیں، راستہ میں حضور غوث اعظم ملے۔ آپ کے پوچھنے پر انھوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ ارشاد فرمایا: جا تیرے لڑکا پیدا ہوگا مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہ غوثیت میں اس کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں: حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے۔ فرمایا: یہاں تو لاؤ اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا: دیکھو یہ تو لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا۔''

(باغ فردوس از ایوب علی رضوی للبریلوی، ص ۲۷، طبع بریلی الہند)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہی صاحب ایک اور واقعہ لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کی تقدیر میں موت تھی شیخ جیلانی نے اس کی تقدیر کو بدل کر مقررہ وقت پر مرنے سے بچالیا۔

(باغ فردوس، ص ۲۷)

نیز آگے لکھتے ہیں:

''اولیاء کا تصرف واختیار مرنے کے بعد اور زیادہ ہوجاتا ہے۔'' (فتاویٰ نعیمیہ، ص ۲۴۹)

یہ تو ہیں غیر اللہ کے بارے میں ان کے عقائد، اس سے آگے بڑھ کر انھوں نے اپنی دعاؤں اور طلب گاریوں میں دوسری ہستیوں کو بھی شریک کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے تصرفات واختیارات اس کی مخلوق میں تقسیم کردیے ہیں، حالانکہ کارسازیوں اور بے نیازیوں کا تصور صرف اللہ تک ہی محدود ہے۔ بریلوی علماء نے اپنے اولیاء کو وہ تمام اختیارات سونپ دیے ہیں جو عیسائی حضرت عیسیٰ، یہودی حضرت عزیز اور مشرکین مکہ ہبل وعزیٰ منات وغیرہ میں سمجھتے تھے، حالانکہ حضور ﷺ جو امام الانبیاء خاتم النبین ہیں ان کو خدائی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ اگر رحمت عالم ﷺ کو خدائی اختیارات حاصل ہوتے اور مختار کل ہوتے تو ان کی رحمت وشفقت تو شاید کسی کو جہنم میں جانے نہ دیتی۔ حضور ﷺ تو پوری انسانیت کو جنت میں بھیج دیتے کیونکہ وہ پیکر رحمت ہیں، ان کی شفقتوں کا یہ عالم ہے کہ صحابہ کرام نے پوچھا: ہم پر ظلم کرنے والا ہمارا جانی دشمن جب ہمارے قابو میں آجائے تو ہم اس سے کیسے انتقام لیں جس نے ہمارے بچوں کو تڑپایا ہو۔ ہماری عزت وآبرو لوٹی ہو، ہماری آبادیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کردیا ہو، ہمارا سب کچھ چھین لیا ہو، ہم اسے کیا سزا دیں؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھا انتقام یہ ہے کہ تم اسے معاف کردو۔ رحمت عالم ﷺ اپنے چچا کی نجات کے لیے بے قرار ہیں، دست بہ دعا ہیں، خود جا کے انھیں ایمان کی تلقین کرتے ہیں کہ میرے سامنے اللہ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرلو میں آپ کا گواہ بن جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ. (قصص:۵۶)

''اے میرے محبوب! کسی کو ہدایت عطا کرنا تمہارا نہیں اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے پسند کرتا ہے ہدایت کے لیے چن لیتا ہے۔''

اس نے چاہا تو حبشہ کے سیاہ فام کو ہدایت یافتہ بنا دیا نہیں چاہا تو رسول اللہ ﷺ کے چچا کو ہدایت نہ ملی۔ سچ ہے:

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
زخاک مکہ بوجہل ایں چہ بوالعجبی است

قرآن نے صاف بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جہنم رسید ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ جہنم رسید ہوا اور رحمت عالم ﷺ کے چچا جہنم رسید ہوئے۔ اس لیے کہ مختار کُل انبیاء و اولیاء نہیں بلکہ مختار کُل صرف اور صرف اللہ ہے۔

رحمت عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لاَ نَفْعًا اِلاَّ مَاشَآءَ اللّٰہُo (یونس:۴۹)

''اے محمد ﷺ اپنی امت سے کہہ دیں کہ میں اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔''

قرآن تو یہ بتلا رہا ہے کہ رحمت عالم ﷺ کو اپنی ذات کے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہے تو باقی مخلوق میں سے کسی کو حاجت روا، مشکل کشا اور مختار کل کیسے مانا جا سکتا ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں برصغیر کے نامور مفسر ومحدث علامہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی رحمہٗ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جنھوں نے مصائب کے وقت رسول اللہ ﷺ کو پکارنا اپنا عقیدہ بنالیا ہے کیونکہ قرآن مجید نے بڑی فصاحت و وضاحت سے یہ بیان فرمایا ہے کہ تکالیف ومصائب میں مدد کرنا اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اختیار میں ہے۔ انبیاء وصالحین کا بھی وہی مددگار ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی امت سے صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ میں اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔''

(فتح البیان، از نواب صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالی ۴/ ۲۵۵)

تعجب ہے ان لوگوں پر جو ان بندوں کے سامنے اپنا دامن پھیلاتے ہیں اور اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔ جو منوں مٹی تلے دفن ہیں وہ اس شرک سے باز کیوں نہیں آتے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات پر کیوں دھیان نہیں دیتے۔ یہ لوگ کب لا الہ الا اللہ کے صحیح مفہوم سے آشنا ہوں گے؟ کب انھیں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد کی صحیح تفسیر کا علم ہوگا؟ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ علم وفضل کے دعویداروں کے واعظین وعلماء جنہیں عوام نے سچا رہنما سمجھ رکھا ہے وہ انھیں مشرکانہ اور دور جاہلیت کے تصورات اور اعمال سے کیوں نہیں روکتے؟ انھوں نے اپنی زبانوں پر مہر کیوں لگا رکھی ہے، ان کے عقائد تو دور جاہلیت کے مشرکوں سے بھی بدتر ہیں۔ وہ لوگ صرف اپنے معبودوں کو اللہ کے دربار میں فقط سفارشی سمجھتے تھے مگر انھوں نے تمام خدائی اختیارات اپنے بزرگوں کو عطا کر دیے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بجائے براہ راست اپنے اولیاء سے مدد ومعاونت مانگتے ہوئے ذرا سا بھی خوف محسوس نہیں کرتے۔ شیطان ان کے اذہان میں اپنے افکار اتار دیتے ہیں، وہ شیطان کی پیروی کرتے چلے جا رہے ہیں اور انھیں اس کی خبر بھی نہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نیکی کے راستے پر گامزن ہیں حالانکہ وہ شیطان کی آنکھوں کو ٹھنڈی کر رہے ہیں اور اس کی خوشی کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.

آستانہ پرستی کا آغاز

یہ بیماری سب سے پہلے قوم نوح کو لاحق ہوئی جب اللہ کے پانچ برگزیدہ بندوں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر انھیں مشکلات ومصائب میں پکارا جانے لگا، انھیں دست گیر وکار ساز سمجھا جانے لگا:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿ (نوح:۲۳)

''انھوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔''

یہ قوم نوح کے پنجتن پاک تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کی شہرت ایسی ہوئی کہ عرب میں بھی ان کی پوجا پاٹ ہوتی رہی، چنانچہ وِدّ دُومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا، سُواع ساحل بحر کے قبیلہ ہُذیل کا، یغوث سبا کے قریب جرف جگہ میں مرادا اور بنی غطیف کا، یعوق ہمدان قبیلے کا اور نسر حمیر قوم کے قبیلہ ذوالکلاع کا معبود رہا۔ (ابن کثیر وفتح القدیر)

یہ پانچوں قوم نوح کے نیک آدمیوں کے نام تھے۔ جب یہ مر گئے تو شیطان نے ان کے عقیدت مندوں سے کہا: کہ ان کی تصویریں بنا کر تم اپنے گھروں اور دوکانوں میں رکھ لو تا کہ یاد تازہ رہے اور ان کے تصور سے تم بھی ان کی طرح نیکیاں کرتے رہو۔ جب یہ تصویریں بنا کر رکھنے والے فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی نسلوں کو یہ کہہ کر شرک میں ملوث کر دیا کہ تمہارے آباء تو ان کی عبادت کرتے تھے جن کی تصویریں تمہارے گھروں میں لٹک رہی ہیں چنانچہ انھوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔

حضرت نوح علیہ السلام ایک ہزار برس تک توحید کی دعوت دیتے رہے اور آستانہ پرست کہتے تھے ہرگز ہرگز وڈّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا دامن نہیں چھوڑیں گے کہ یہ اللہ کے پیارے ہیں، یہ اللہ سے بات منوا سکتے ہیں۔ سالانہ میلے لگتے تھے، نذرانوں کی برسات ہوتی تھی، اور مجاوروں کی عیدیں ہوا کرتی تھیں، شرکت وضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں نوح علیہ السلام کی صدائے حق وصداقت گونجی اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(نوح: ۲) ''میں تمھیں خطرناک انجام سے ڈرانے آیا ہوں''۔قوم متوجہ ہوئی کہ سنیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔سیدنا نوح علیہ السلام کا پیغام تھا:

اَنِ اعْبُدُو اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ. (نوح: ۳)

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کا ڈر رکھو اور میری اطاعت کرو۔''

لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالاً اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ. (هود:۲۹)

''مجھے نذرانہ نہیں چاہیے میرا اجر تو بس اللہ کے ذمہ ہے۔''

سجدہ میں رکوع میں قیام میں صرف اسی کو پکارو وہ سب کا مشکل کشا حاجت روا اور غوث ودست گیر ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا ایک واقعہ

شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ایک شاگرد رشید مولانا محمد بشیر الدین قنوجی متوفی ۱۲۹۶ھ نے فقہ کی ایک کتاب غرائب فی تحقیق المذاہب کے حوالہ سے لکھا ہے:

رأى الامام ابوحنيفة من يأتى القبور لاهل الصلاح فيسلم ويخاطب ويتكلم ويقول يا اهل القبور هل لكم من خبر وهل عندكم من اثر انى اتيتكم من شهور وليس سُوالى الا الدعآء فهل دريتم أم غفلتم فسمع ابوحنيفة بقول يخاطبه بهم فقال هل اجابوا لک قال لا فقال له سُحقاً وتربت يداک كيف تكلم اجساداً لايستطيعون جواباً. ولايملكون شيئاً ولا يسمعون صوتاً وقرأ: ﴿وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ. [فاطر: ۲۲]﴾

(تفهيم المسائل بحوالهٔ تفسير أحسن البيان، ص ۸۴۷)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ کچھ لوگوں کی قبروں کے پاس آ کر ان سے کہہ رہا تھا: اے قبر والو! کیا تمھیں خبر بھی ہے اور کیا تمہارے پاس کچھ اثر بھی ہے؟ میں تمہارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاس کئی مہینوں سے آرہا ہوں اور پکار رہا ہوں تم سے میرا سوال بجز دعا کرنے کے اور کچھ نہیں تم میرے حال کو جانتے ہو، یا میرے حال سے بے خبر ہو؟ امام ابوحنیفہ نے اس کی بات سن کر اس سے پوچھا کیا ان قبر والوں نے تیری بات کا جواب دیا وہ کہنے لگا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تجھ پر پھٹکار ہو، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو ایسے مردہ (جسموں سے) بات کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں، اور نہ کسی کی آواز (فریاد) سن سکتے ہیں۔ پھر امام ابوحنیفہ نے آیت کریمہ کی تلاوت کی وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ. .''

''اے پیغمبر تو ان کو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں۔''

علامہ آلوسی کی وضاحت

علامہ آلوسی حنفی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

ان الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلةً بمعنى طلب الدعاء منه لا شك في جوازه ان كان المطلوب منه حياً...... واما اذا كان المطلوب ميتا او غائبا فلا يستريب عالم انه غير جائز وانه من البدع التى لم يفعلها احد من السلف. (روح المعانی از علامہ آلوسی، ۲/۲۹۷، طبع قدیم ۱۳۰۱ھ)

''کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ اس کے حق میں دعا کرے اس کے جواز میں کوئی شک نہیں بشرطیکہ جس سے درخواست کی جائے وہ زندہ ہو۔ لیکن اگر وہ شخص جس سے درخواست کی جائے مردہ ہو یا غائب تو ایسے استغاثے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو شک نہیں اور دوسروں سے استغاثہ ان بدعات میں سے ہے جن کو سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ زندہ و نیک لوگوں سے دعا کرانے کا جواز ہے لیکن کسی مردہ کو انھوں نے مدد کے لیے نہیں پکارا اور ان سے استغاثہ نہیں کیا، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تک سے استغاثہ نہیں کیا۔ اب آپ ﷺ کے بعد اور کون سی ہستی ایسی ہے جو آپ ﷺ سے زیادہ فضیلت رکھتی ہو کہ اسے مدد کے لیے پکارا جائے اور اس سے استعانت طلب کی جائے۔

قبر پرست مسلمانوں کا شرک — بزرگان دین کی تصریحات

حضرت مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں:

''اور یہ لوگ بزرگوں کے لیے جو حیوانات (مرغوں اور بکروں وغیرہ) کی نذر مانتے ہیں، اور پھر ان کی قبروں پر لے جا کر ان کو ذبح کرتے ہیں، تو فقہی روایات میں اس فعل کو بھی شرک میں داخل کیا گیا ہے اور فقہاء نے اس باب میں پوری سختی سے کام لیا ہے اور قربانیوں کو جنوں (دیوتاؤں اور دیویوں) کی قربانی کے قبیل سے ٹھہرایا ہے، جو شرعاً ممنوع اور داخل شرک ہیں۔'' (مکتوب امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۴۱)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر عرب مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لیے مشکل ہو اور اس میں کچھ توقف ہو تو اپنے زمانہ کے پیشہ ور عوام خصوصاً وہ جو دارالاسلام کے اطراف میں رہتے ہیں۔ ان کا حال دیکھ لو وہ قبروں، آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں، اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔'' (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص ۱۱)

اور حجة الله البالغة میں شرک کی مختلف شکلیں بیان کر کے لکھتے ہیں:

وهـذا مرض جمهور اليهود والنصارىٰ والمشركين وبعض الغلاة من منافقي دين محمد ﷺ يومنا هـذا.

(حجة الله البالغة باب فى حقيقة الشرك، ص ۶۱)

''اور شرک کی یہ بیماری ہے جس میں یہود عیسائی اور مشرکین بالعموم اور ہمارے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمانے میں مسلمانوں میں سے بعض غالی منافقین مبتلا ہیں۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہی حال ہے بہت سے مسلمان فرقوں کا مثلاً تعزیہ بنانے والوں اور مجاوروں کا۔''

(فتاویٰ عزیزی ۱/۱۳۴، طبع مجتبائی دہلی)

اوراسی فتاویٰ میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''نیک لوگوں کی روحوں سے استعانت (مدد طلب کرنے) کے معاملے میں اس امت کے جہّال وعوام جو کچھ کرتے ہیں اور ہر کام میں بزرگان دین کو مستقل مختار سمجھتے ہیں، یہ بلاشبہ شرک جلی ہے۔'' (فتاویٰ عزیزی ۱/۱۲۱، طبع مجتبائی دہلی)

قبروں پر کیے جانے والے ان کاموں کا بیان جو حرام ہیں

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ تمام قبر پرست اپنے آپ کو فقہ حنفی کا پیروکار کہتے ہیں حالانکہ فقہ حنفی میں بھی ان امور کو جن کا ارتکاب قبر پرست کرتے ہیں، حرام و باطل اور کفرو شرک بتلایا گیا ہے۔ اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ ہے کہ عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی صرف اللہ واحد کے لیے ہونی چاہیے۔

چنانچہ حنفی مذہب کی مشہور ومعروف کتاب درالمختار میں لکھا ہے:

واعلم ان النذر الذی للأموات من أكثر العوام وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو باطل وحرامٌ. (در المختار ۲/۱۳۶، مطبوعه دار الکتب مصر)

''معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام مردوں کے نام پہ جو نذریں نیازیں دیتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اولیائے کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مالی نذرانہ پیش کرتے ہیں، اوران

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی قبروں پر چراغ اور تیل جلاتے ہیں، وغیرہ یہ سب چیزیں بالا جماع باطل اور حرام ہیں۔"

درمختار کی مشہور شرح ردّالمحتار المعروف فتاویٰ شامی میں اس کی تصریح یوں کی گئی ہے:

قوله باطل وحرام لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة، العبادة لا تكون لمخلوق ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملك ومنها انه ظن ان الميت يتصرف في الامور دون الله تعالىٰ واعتقاده ذلك كفر. (در المختار ۲/۴۳۱، طبع مصر ۱۹۶۶ء)

"اس نذر لغیر اللہ کے باطل اور حرام ہونے کے کئی وجوہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

☆ یہ قبروں کے چڑھاوے وغیرہ مخلوق کے نام کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام کی نذر جائز ہی نہیں اس لیے کہ نذر بھی عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی جائز نہیں۔ ☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ نذر دینے والا شخص مُردوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں حالانکہ مردوں کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے۔ ☆ تیسری وجہ یہ ہے کہ منذور لہ (جس کے نام کی نذر دی جاتی ہے) وہ مُردہ ہے اور مردہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔"

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے پانچ سو حنفی علماء نے مرتب کیا ہے اس میں لکھا ہے:

والنذر الذى يقع من اكثر العوام بان ياتى الىٰ قبر بعض الصلحاء ويرفع ستره قائلا يا سيدى فلان ان قضيت حاجتى فلك منى من الذهب مثلاً كذا باطل اجماعا.

"اکثر عوام میں یہ رواج ہے کہ وہ کسی ولی کے قبر پر جا کر نذر مانتے ہیں کہ اے فلاں بزرگ اگر میری حاجت پوری ہوگئی تو اتنا سونا یا اور کوئی چیز تمہاری قبر پر چڑھاؤں گا یہ نذر بالاجماع باطل ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر لکھا ہے:

فما یوخذ من الدراهم ونحوها و ینقل الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فحرام بالاجماع.

(الفتاویٰ الهندیه المعروف فتاویٰ عالمگیری ۱/۲۱۶، طبع مصر)

''پس جو دینار و درہم یا اور چیزیں اولیائے کرام کی قبروں پر ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے پیش کی جاتی ہیں وہ بالاجماع حرام ہیں۔''

فتاویٰ شامی میں ہے:

الاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا یشتغل الذمة به ولانه حرام سحت. (فتاویٰ شامی ۲/۴۳۱)

''اللہ کے سوا اوروں کی نذر و نیاز حرام ہونے میں امت کا اجماع ہے نہ یہ نذر ماننی جائز ہے نہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ بلکہ حرام اور قطعی حرام ہے۔''

اور آگے اسی صفحہ پر لکھا ہے:

أما لو نذر زیتاً لا یقاد قندیل فوق ضریح الشیخ الخ.

''بعض لوگ تیل کسی قبر پر چڑھانے کی نذر مانتے ہیں تو ایسی نذر کا تیل کسی شیخ کی قبر پر قندیل میں روشن نہیں کیا جاسکتا۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بڑے اللہ والے تھے

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حامل کتاب وسنت اور بڑے اللہ والے تھے، موحد تھے، آستانہ پرست نہیں تھے، مجاہد تھے، مجاور نہیں تھے، سرفروش تھے، ضمیر فروش نہیں تھے۔ شیخ جیلانی صرف اللہ ہی کو غوث اعظم، داتا، معبود، کارساز، دست گیر، مشکل کشا، حاجت روا، زندگی اور موت کا مالک سمجھتے تھے۔ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو الوہیت کے مقام پر کبھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برداشت نہیں کرتے تھے۔ یہ تھا شیخ جیلانی کا موقف۔ شیخ جیلانی کے ان گنت کردار ہیں جن کی صداقت وجلالت پر تاحیات فخر کیا جاتا رہے گا۔ آپ نے سچائی کا بول بالا رکھا، آپ کا ہر عمل قرآنی حکم کی تعمیل تھا، آپ کی ہر ادا سنت نبوی کی اطاعت تھی، آپ نے شرک وبدعت کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، خدمت خلق ان کا شعار تھا، انھوں نے اسلاف کی قبروں کو جلب منفعت کے لیے استعمال کیا اور نہ کرنے دیا وہ قبر فروش نہیں سرفروش تھے۔ وہ قبر پرست نہیں اللہ پرست تھے مگر آج جو کچھ ہو رہا ہے۔ عقابوں کے نشیمن پر زاغوں کا تصرف ہے، اس اللہ کے برگزیدہ بندہ کے نام کو مفادات کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ یہ گیارہویں کے کونڈے، تیجہ، چالیسواں یہ سب عجمی فنکاروں کی معاشی ایجادات وضروریات ہیں۔ ویسے بھی یہ غیر عربی اصطلاحات ہیں گ، ڈ، چ وغیرہ عربی لغت کے حروف ہی نہیں ہیں، سعودیہ عربیہ میں ان رسوم وبدعات کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ یہ تعلیمات نبویؐ کا اعجاز ہے کہ جس دھرتی سے رشد وہدایت کا وہ سراج منیر طلوع ہوا اللہ تعالیٰ نے اس دھرتی کو آج تک شرک وبدعت کی آلودگیوں سے محفوظ رکھا ہے۔ وہاں آپ کو کوئی آستانہ درگاہ جھنڈیاں نہیں نظر آئیں گی۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے جو صداقتوں کا مخزن ہیں۔ شیخ جیلانی اپنی کتاب فتوح الغیب کے مقالہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں:

اتبعوا ولا تبتدعوا واطيعوا ولا تمزقوا ووحدوا ولا تشركوا.

''سنت کی پیروی کرتے رہو اور بدعتیں نہ کرو، اللہ اور رسول کا کہا مانو اور نافرمانی نہ کرو، موحد بن جاؤ مشرک نہ بنو۔''

غرضیکہ گیارہویں نہ اللہ کی ضرورت ہے، نہ پیغمبر کی، نہ صحابہ کی، نہ اہل بیت کی، نہ اولیاء وائمہ کی، نہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی، یہ صرف شکم پرور مولوی کی اپنی ضرورت ہے سادہ لوح مسلمانوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ گیارہویں کا دودھ تقسیم نہیں کرو گے تو تمہارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانور خشک ہو جائیں گے۔ حقیقت میں جانور خشک نہیں ہوں گے، البتہ شکم پرور مولوی خشک ہو جائیں گے، جو قوم کے نذرانوں کا مال کھا کھا کر سنبھالے نہیں جاتے جن کے لیے جہاز میں دو سیٹیں لینی پڑتی ہیں۔ یہ سب عجمی ایجادات ہیں جب سے مسلمانوں نے قرآن وحدیث کا سمجھنا چھوڑ دیا لوگوں نے نقلی مال کی منڈیاں کھول لیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری چیزیں اور نعمتیں انسان کے لیے پیدا فرمائی ہیں، لہٰذا اسی کے نام پر ہی تقسیم ہونی چاہئیں۔

کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
جانور پیدا کیے تیری بقا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے ہے تو خدا کے واسطے

ضمیر سے پوچھئے

آپ تنہائی میں ضمیر سے پوچھیں مشکل کشا کون ہے؟ تو انشاء اللہ آپ کا ضمیر بھی جواباً یہی کہے گا: مشکل کشا وہ ہوتا ہے جس پر خود کبھی مشکل نہ آئے جو کبھی حاجت مند نہ ہو وہی حاجت روا ہو سکتا ہے اور وہ کون ہے۔ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ. (محمد:۳۸) انبیاء، رسل، اولیاء، صدیقین، شہداء، صالحین، ابرار واخیار، عابدین شب زندہ دار، اتقیاء واصفیاء، یہ سب مانگنے والے، اللہ کے حضور دامن پھیلانے والے، سب اسی در کے بھکاری ہیں۔ ہم روزانہ نماز میں ہر رکعت میں ”اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ.“ کہتے ہیں ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ (مضارع کا صیغہ ہے) اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔ ہر نماز میں وعدہ ہوتا ہے اور مسجد سے باہر آ کر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا حالی رحمہٗ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

کہیں نخل مرقد کی چھاؤں میں سجدہ　　کہیں مرنے والوں کے پاؤں میں سجدہ
اشاروں میں سجدہ اداؤں میں سجدہ　　اِدھر اور اُدھر خانقاہوں میں سجدہ

تو بھی اسی سے مانگ

حقیقی معبود و مسجود کون؟ اللہ۔ کارساز دست گیر کون؟ اللہ۔ علام الغیوب کون؟ اللہ۔ حاجت روا مشکل کشا کون؟ اللہ۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ. (البقرۃ: ۱۸۶)

''میرے محبوب، میرے بندے آپ سے میرا پتہ پوچھیں تو انھیں بتا دیں کہ میں تو تمہارے قریب ہوں۔''

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِo (ق:۱۶)

''میں تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔''

جب اتنا قریب ہوں تو:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. (المومن:۶۰)

''تم مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔''

یہ وہ در ہے جہاں خالی ہاتھ آؤ گے دامن بھر کے جاؤ گے، کچھ نہ لے کر آؤ، سب کچھ لے کر جاؤ۔ اس در پر آنے والوں کی جیبوں کو نہیں قلوب کو دیکھا جاتا ہے۔ کتنے پیار سے فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُo (الحجر: ۴۹)

''میرے خطا کار بندوں کو بتا دیجئے، میں بہت بخشنے والا نہایت رحم والا ہوں۔''

محمد عربی ﷺ نے فرمایا: جب ساری دنیا کی عدالتیں بند ہو جاتی ہیں اس وقت اللہ کی عدالت کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور رات بھر صبح ہونے تک ندا آتی ہے: **ھل من مستغفر؟**

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے کوئی گناہوں کا معافی چاہنے والا میں معاف کرنے کو تیار ہوں، ہے کوئی مجبور و پریشان حال اسے شاداب کردوں، ہے کوئی بیمار اسے صحت دے دوں۔ سچ ہے:

تم کو شکوہ ہے ہمارا مدعا ملتا نہیں
دینے والے کو گلہ یہ ہے گدا ملتا نہیں
بے نیازی دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم
دینے والا دے کسے دست دعا ملتا نہیں

ہمارے محمد عربی ﷺ کے پاؤں مبارک سوج گئے، پنڈلیوں پر ورم آ گیا اور آنکھیں رو رو کر سوج گئیں، کبھی قیام میں، کبھی رکوع میں، اور کبھی سجدہ میں عاجزی، رقت اور انکساریٰ وتواضع کا اظہار ہورہا ہے۔ رفیقۂ حیات بڑی دردمندی سے عرض کرتی ہیں۔ اللہ کے محبوب! آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر اس قدر استغفار کیوں؟ جواباً فرمایا:

اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْداً شَکُوْراً. عائشہ میں اپنے محسن اعظم کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں جس نے ایک یتیم کو امام الانبیاء بنا دیا۔ تو وہ کون ہے؟ اللہ ہی ہے رب اکبر کسی کا حاجت مند نہیں۔ سب اس کے در کے محتاج ہیں اس کا کام کسی بن نہیں رکتا، اس پر کوئی مشکل نہیں آتی اور نہ آئے گی انبیاء و رسل تو مشکلات و مصائب سے گزرتے ہیں۔

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کیوں ناجائز ہے؟

اس تفصیل سے واضح ہے کہ یارسول اللہ، یاعلی مدد، اغثنی یاغوث اعظم یاشیخ عبدالقادر شیئاً للہ وغیرہ جیسے الفاظ اور فوت شدگان سے استغاثہ حرام، ناجائز اور مشرکانہ فعل ہے، کیونکہ ایسا کرنے والے کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ جس کو وہ مدد کے لیے پکار رہا ہے، وہ اس کی فریاد سننے پر قادر ہے، عالم الغیب ہے وہ کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے، اور وہ حاجت روا اور مشکل کشا ہے، حالانکہ یہ تمام صفات اللہ کی ہیں جو صرف اس کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاص ہیں۔فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

قال علماء نا من قال ان أرواح المشائخ الخ.

(فتاویٰ بزازیہ،ص۳۳۶،برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم)

''ہمارے (حنفی فقہاء) نے کہا ہے کہ جوشخص یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور غیب جانتی ہیں وہ کافر ہے۔''

اسی طرح فقہ حنفی میں قبروں کا طواف،قبروں کا چومنا ان کی تعظیم کے لیے جھکنا اور وہاں دست بستہ قیام وغیرہ یہ تمام چیزیں ناجائز اور حرام لکھی ہیں،اور قبروں پر سجدے کو کفر تک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ تعظیم نہیں تقسیم ہے

حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روح یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی شخصیت کے آگے سر نہ جھکاؤ،چاہے وہ مقام ومرتبہ میں کتنی ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو،صحابہ کرام کو بھی یہی تعلیم دی گئی کہ میرے حکم پر سر کٹا دو مگر میرے سامنے سر جھکاؤ نہیں کہ یہ اللہ کا حق ہے۔انسان نے اپنے داتا سے وعدہ کیا ہے: اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَاِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ.

تمام انبیاء ورسل حق وصداقت کے علم بردار ہوتے ہیں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل میں سے ایک نبی ورسول بھی آپ کو ایسا نظر نہیں آئے گا کہ جس نے کسی بزرگ کی قبر کو آڑ بنا کر بنی نوع انسان کا روحانیت کے لبادہ میں ذہنی ومعاشی استحصال کیا ہو،تعویذ وگنڈے کی دوکان کھولی ہو،ساتویں،جمعراتی اور چالیسواں وصول کیے ہوں،عرس میلے لگا کر سالانہ آمدنی کا سدا بہار سلسلہ قائم کیا ہو،ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔

جناب محمد ﷺ کی بارگاہ میں تو یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ آپ اپنے سامنے کسی انسان کا سرنگوں ہونا برداشت نہیں کرتے تھے۔صحابہ کرام ایک موقع پر عرض کرتے ہیں: اللہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول رؤسائے عرب کے سامنے ان کے خدام سر جھکاتے ہیں۔ ''وانت احق ان یسجدلک.'' تعظیم وتکریم کے ضمن میں اگر اس کی گنجائش ہے تو آپ ﷺ اس کے زیادہ حق دار ہیں، کہ آپ کے سامنے سر جھکایا جائے، مگر اللہ کے رسول کا جواب تھا:

لو کنت امر احداً ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن.

(ترمذی، حدیث حسن صحیح بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ۲/۹۷۲، رقم الحدیث ۳۲۵۵)

میں اگر انسان کو انسان کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دے سکتا تو پھر عورتوں سے کہتا کہ وہ اپنے خاوند کا سجدہ کریں، مگر عورت خاوند کا، شاگرد استاد کا، رعایا حاکم کا، اولاد والدین کا، مرید پیر کا، امتی نبی کا، اور نہ کوئی مخلوق کسی ولی کا، سجدہ وتعظیم اور قیام نہیں کر سکتا، کیوں کہ یہ تعظیم نہیں اللہ کے حق میں تقسیم ہوگی ؎

ہو جس میں عبادت کا دھوکہ مخلوق کی تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہے بندوں میں اسے تقسیم نہ کر

جبین نیاز اللہ ہی کی ملکیت ہے اگر اس میں کسی اور کو شریک بنایا گیا تو غیرت حق گوارا نہیں کرے گی۔ قرآن میں واضح اعلان گونج رہا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ.

(النساء: ۴۸)

اللہ کی رحمت سے بہت کچھ معاف ہو سکتا ہے مگر شرک ہرگز ہرگز نہیں۔ اس معاملے میں نہ اللہ کی رحمت ہوگی نہ پیغمبر کی شفاعت کام آئے گی۔

یہ انداز فکر بھی ملاحظہ ہو

بریلوی طبقہ بڑے جوش وجلال سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے تعظیمی سجدہ کیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو برادران یوسف نے سجدہ کیا تھا اگر تعظیمی سجدہ حرام ہوتا تو ایسا کیوں ہوتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شریعت محمدی ہے، ہم نہ شریعت آدم کے پابند ہیں نہ شریعت یوسفؑ کے۔ آدم علیہ السلام کے دور میں بہن سے بھائی کا نکاح ہوسکتا تھا کیا آپ شریعت محمدی میں اس پر عمل کر سکتے ہیں، اگر پیش کر سکتے ہو تو حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ میں سے کوئی دلیل پیش کرو کہ صحابہ کرام نے اپنے معلم وقائد اعظم کا تعظیمی سجدہ کیا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا تھا اللہ کے حکم پر اس کی تفصیل قرآن میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے برادران یوسف کے سجدہ کرنے کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ اس کے بصائر وعبر اور حکمتیں بھی مذکور ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ صلاۃ وسلام پڑھتے وقت قیام کرنا چاہیے۔ اگر صلاۃ وسلام میں قیام ادب کا قرینہ ہوتا تو نماز کے دوران قیام میں پڑھنے کا حکم ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ قیام، رکوع اور سجدہ سب عاجزی کے انداز ہیں جو اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ حکم ہوا کہ جب قیام میں ہو تو میرا ذکر کرو، رکوع میں اور سجدہ میں صرف میری تسبیح کرو، جب بیٹھو تو محمد ﷺ پر درود بھیجو، کیونکہ اس کے بغیر نماز قبول نہیں۔ لیکن اگر قیام میں یہی صلاۃ وسلام پڑھ لیا جائے تو حکم ہے سجدہ سہو کرو جس کے معنی ہیں غلطی کا ازالہ کرو، صلوٰۃ وسلام پڑھنا غلطی نہیں قیام کی حالت میں پڑھنا غلطی ہوگی۔ اس میں اہل نظر کے لیے کتنا بلیغ کنایہ ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ بھی سن لیجیے پھر آپ کو اختیار ہے کہ خدائی فیصلہ مانیں، یا نہ مانیں۔ نجات اسی میں ہے کہ ہم خدائی فیصلہ کو بلا چون وچرا تسلیم کر لیں۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۝ (البقرة: ۱۷۳)

''جو چیز اللہ کے سوا اور کسی نام پر پکاری جائے وہ قطعاً حرام ہے۔''

ہلال کے معنی آواز بلند کرنے اور مشہور کرنے کے ہیں۔ یہ بات مشہور ہے اور کھلم کھلا پکارا جاتا ہے کہ یہ پلاؤ بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کا ہے، یہ قورمہ غوث کی نیاز کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس کی حرمت میں کیا آپ کو کچھ شبہ ہے؟ فیصلہ کریں۔

غیر اللہ سے استغاثہ واستعانت

اللہ تعالیٰ قریش اور جزیرۂ عرب کے مشرکوں کے عقیدہ (استغاثہ باللہ اور استعانت باللہ) کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

هُوَالَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَ تْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَ هُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَo (یونس: ۲۲)

’’وہ ہی اللہ جو تم کو خشکی اور سمندر میں لیے لیے پھرتا ہے چنانچہ جب تم کشتی میں سوار ہوتے ہو، اور وہ کشتیاں لوگوں کو ہوائے موافق کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں، اور وہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (ناگہاں) ایک تھپیڑا ہوا کا آتا ہے اور ان کے اوپر ہر طرف سے موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ بس ہم گر گئے۔ تو اس وقت اللہ کو اس کے ساتھ اعتقاد کو بالکل خالص کر کے پکارتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دی تو ہم یقیناً بڑے شکر گزاروں میں ہوں گے۔‘‘

یعنی جاہلیت کے مشرکین جب کشتی میں سوار ہوتے تھے اور ان کی کشتی گرداب میں پھنس جاتی تھی تو وہ خالصتاً اللہ کو پکارتے تھے، اور ان کی اصل فطرت ابھر آتی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی صاحب تصرف اور مالک ذی اختیار نہیں ہے۔ مگر ذرا ان لوگوں کی بد اعتقادی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ سمندر میں ہوں یا خشکی کے مقام پر ہر جگہ کبھی بہاء الحق اور معین الدین چشتی کا نام لے کر اور کبھی دوسرے بزرگان کو پکار کر غیر اللہ ہی سے فریاد کرتے نظر آتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مصر کے مشہور عالم دین سید رضا مصری تحریر فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس قسم کی آیات میں کس قدر وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ مشرکین دشوار اور کٹھن حالات میں صرف اللہ کو پکارتے تھے، مگر اس دور کے نام نہاد مسلمانوں کی عقل کا ماتم کیجئے کہ وہ مصائب ومشکلات کے وقت اپنے معبود حقیقی کو چھوڑ کر اپنے معبودان بدوی، رفاعی، جیلانی، دسوقی اور ابوسریع وغیرہ سے استغاثہ کرنے میں کسی قسم کی حیاء محسوس نہیں کرتے، اور بہت سارے جبہ پوش جو درگاہوں کے مجاور بنے ہوئے ہیں اور غیر اللہ کے نام پر چڑھائے جانے والے چڑھاؤں اور نذر و نیاز کی بدولت عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں، اور گل چھرّے اڑا رہے ہیں، سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرتے اور دین فروشی کرتے ہوئے انھیں ذرا سی شرم نہیں آتی۔

کہا جاتا ہے کہ کچھ افراد سمندر کے سفر میں کشتی پر سوار ہوئے اور دور جا کر کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ اپنی موت اپنے سامنے نظر آنے لگی تو ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے پیر کو پکارتا اے بدوی، اے رفاعی، اے جیلانی، ان کے اندر ایک اللہ کا بندہ توحید پرست بھی تھا وہ تنگ آ کر کہنے لگا کہ اللہ ان سب کو غرق فرما ان کے اندر تجھے کوئی پہچاننے والا باقی نہیں۔'' (تفسیر المنار ۱۱/ ۳۳۸-۳۳۹)

احاطہ اجمیری کا شرک

اگر باب اجابت بند ہو جائے تو کیا ڈر ہے
کھلا رہتا ہے دروازہ معین الدین چشتی کا

اللہ تو کہتا ہے کہ مالک الملک میں ہوں، اہل بدعت کہتے ہیں کہ معین الدین اجمیری ہیں۔ اسی طرح وہاں قوالوں کا شرک ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لڑکا لڑکی دینے والا میں ہوں، احاطہ اجمیری سے آواز آتی

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس کے مالک تو معین الدین اجمیری ہیں، چنانچہ معین الدین اجمیری کے احاطہ میں قوال ہزاروں کے مجمع میں گاتے ہیں، جس میں مستورات کی زبان اختیار کی جاتی ہے:

جو لڑکا ملے گا تو گھر جاؤں گی　　نہیں گود خالی کدھر جاؤں گی

کہ سکھیوں میں اپنے میں شرماؤں گی　　تیرے در پہ خواجہ مین مرجاؤں گی

نہ ہرگز اِدھر اور اُدھر جاؤں گی

لطیفہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ایک دفعہ اجمیر تشریف لے گئے تو وہاں کا رنگ دیکھ کر افسوس کرنے لگے۔ مولانا معین الدین منطقی مدرس مدرسہ اجمیر نے فرمایا: یہاں شرک کہاں؟ یہاں تو سب کچھ معین الدین ہیں۔ خواجہ غریب نواز مشکل کشا سب کچھ وہی ہیں۔ یا خواجہ یا غریب نواز کے سوا یہاں اللہ کی صدا نہیں پھر شرک کہاں؟

افسوس کہ قبروں پر عرضیاں اور کارڈ لٹکائے جاتے ہیں، سجدے کیے جاتے ہیں، سب کچھ قبر ہی کو سمجھ لیا گیا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے زمانہ حال کے مسلمان نما مشرکین کے بارے مین کیا خوب کہا ہے۔

مصیبت میں بھی اب یاد خدا آتی نہیں ان کو

دعا منہ سے نہ نکلی پاکٹوں سے عرضیاں نکلیں

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سیدھی راہ پر گامزن فرمائے شرک اور بت پرستی سے محفوظ رکھے، آمین۔

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ رجب کی بدعات

دین فطرت کی نمائندگی اور رہنمائی کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر قرآن مجید واحادیث موجود ہیں۔قرآن مجید صرف نماز، روزہ، حج، اورزکوٰۃ کے فرائض بتانے کے لیے نہیں نازل ہوا، بلکہ انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک، سماجی اور معاشی طور پر فرد سے لے کر جماعت تک اور گھر سے لے کر خاندان، قوم، قبیلہ، رشتہ دار، پڑوسی، مہمان، پھر ملک اور نظام ملک تک کے سلسلہ میں پوری رہنمائی کرتا ہے۔ کون سے اعمال وافعال ہمیں کرنے چاہئیں اس کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں کوئی نقص نہیں، لیکن یہ دیکھ کر دکھ وافسوس ہوتا ہے کہ اسلام دشمن سازشیوں نے اسلام کے نام پر اسلامی تعلیمات کے خلاف مسلمانوں میں بہت سے تہوار اور رسمیں رائج کرڈالی ہیں، دیگر مہینوں کی طرح ماہ رجب میں بھی شرک و بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ دور جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی حرمت مسلم تھی، اور وہ اس مہینہ کو ماہ حرام قرار دیتے ہوئے اس میں فسق و فجور کی جسارت نہ کرتے تھے، مگر ہزار بار ماتم کیجئے اس امت محمدیہ ﷺ کی گمراہی، بے حسی و جسارت پر کہ ان جاہل عربوں کے برابر بھی ان حرمت والے مہینوں کی حرمت کا احساس اس امت کے اندر نہ رہا۔ اور یہ امت اس ماہ کے آتے ہی فسق و فجور، عصیان و گمراہی کا عجیب وغریب طوفان اٹھاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ رجب کے روزے

فضائل رجب سے متعلق ایک حدیث پڑھیے جو ان باطل اور غیر ثابت روایات میں سے ایک ہے جسے سقیم ومجروح راویوں نے فضائل رجب کے سلسلہ میں روایت کیا ہے۔

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں "باب فی صیام عاشوراء" کے تحت یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رجب ایک عظیم الشان مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکیاں چند دو چند کرتا ہے پس جو شخص ماہ رجب میں ایک روزہ رکھ لے، اس سے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جو آٹھ دن روزہ رکھ لے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جو دس دن روزہ رکھ لے تو اس کے لیے آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ تیری گزری ہوئی ساری خطائیں معاف کر دی گئیں۔ اب تو اپنے اعمال کے نئے کھاتے پر نظر کر اور جو شخص اس مہینہ میں پندرہ دن سے زیادہ روزہ رکھے گا، اسے اسی حساب سے مزید صلہ ملے گا اور اسی ماہ میں اللہ تعالیٰ نے نوح کو کشتی پر سوار کیا۔ نوح اور جملہ سواران کشتی نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ کشتی سات مہینے تک بہتی رہی۔ ساتویں مہینہ (محرم) عاشوراء کے دن جودی پہاڑ پر رک گئی اور وہ نیچے اتر آئے اور بطور شکر الٰہی نوح وجملہ مومنین اور کشتی پر سوار تمام پرند چرند نے اس دن روزہ رکھا۔ یہی عاشوراء ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑا اور آدمؑ کی توبہ قبول کی اور اسی مبارک دن میں حضرت یونس علیہ السلام کی بھی توبہ قبول ہوئی اور ابراہیم علیہ السلام بھی اسی مبارک دن میں پیدا ہوئے۔"

حافظ ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس حدیث کو طبرانی نے **المعجم الکبیر** (۳/ ۱۸۸) میں روایت کیا ہے، اس کا ایک راوی عبدالغفور ہے جو متروک راوی ہے اور یہ روایت مردود روایات کے خانہ میں آتی ہے اور اس لائق نہیں کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسے قبول کیا جائے۔

علامہ سیوطی نے اسی روایت کو کچھ فرق کے ساتھ شعب الایمان للبیہقی اور ابن عساکر وتفسیر ابن جریر کے حوالہ سے الگ الگ سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی سند مجہول ومتروک راویوں سے محفوظ نہیں ہے، حتیٰ کہ بعض وضاع وکذاب راوی بھی اس میں آگئے ہیں۔ اور ایسے راویوں کی روایت نہ خود مقبول ہوتی ہے نہ کسی روایت کو مقبول بنا سکتی ہے۔ (اللآئی المصنوعة، ص۲۷۲)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"ماہ رجب کے روزے اور اس کی بعض راتوں کی مخصوص نمازوں کے بارے میں جتنی روایات بھی مروی ہیں سب جھوٹی گڑھی ہوئی ہیں۔" (المنار المنیف لابن قیم، فصل ۲۱۱)

ماہ رجب میں مختلف ناموں سے جو روزے رکھے جاتے ہیں وہ بدعت ہیں۔ آپ ﷺ سے اس روزے کے بارے میں کچھ ثابت نہیں بلکہ صحابہ کی جماعت (جس میں حضرت ابوبکر وعمرؓ بھی شامل ہیں) سے اس روزہ کی کراہت ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ تو اس دن کا روزہ رکھنے والے کو دُرّہ لگاتے تھے۔ اسے فاکہی نے کتاب مکہ میں نقل کیا ہے اور ابوعثمان سعید بن منصور نے جن کی عدالت وتخریج حدیث پر اتفاق ہے، اس کی سند یوں بیان کی ہے:

حدثنا سفيان عن مسعر عن وبرة عن خرشة ان عمربن الخطاب كان يضرب ايدى الرجال فى رجب اذا رفعوها عن طعامه حتى يضعوها فيه ويقول انما هو شهر كان اهل الجاهلية يعظمونه.

(اصلاح المساجد من البدع والعوائد، ص ۱۰۱)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ رجب میں کھانے سے ہاتھ کھینچ لینے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اہل جاہلیت اس مہینہ کا احترام کرتے تھے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس روزہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔ قیروان کے فقیہ اور اپنے عہد کے امام ابو محمد ابو زید کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے پورے رجب کے روزے کو اس ڈر سے مکروہ قرار دیا کہ کہیں جاہل اسے فرض نہ سمجھ لیں۔ ان میں سے بعض آثار کو ابو بکر طرطوشی نے اپنی کتاب ''الحوادث والبدع'' میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن وضاح روایت کرتے ہیں: کہ حضرت عمر رضی اللہ ان رجبی لوگوں کو مارتے تھے جو پورے ماہ رجب کا روزہ رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے گھر کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رجب کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم رجب کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے رجب کو رمضان کی طرح بنا لیا ہے۔ طرطوشی کہتے ہیں کہ رجب کا روزہ ایسی صورت میں مکروہ ہے کہ لوگ ہر سال خاص کر اس کا روزہ رکھیں اور ظاہر ہو کہ یہ رمضان کی طرح فرض یا سنن راتبہ کی طرح سنت ہے۔ چونکہ نبی ﷺ سے اس مہینہ کے روزہ کی مشروعیت کے متعلق کوئی قول وفعل ثابت نہیں اس لیے اسے فرض، سنت یا فضائل سے نہیں مانا جاسکتا اور ایسی صورت میں اس مہینہ میں مخصوص طور پر روزہ رکھنا مناسب نہ ہوگا۔

معاجن رجب

بعض لوگ ماہ رجب کی ۲۲؍تاریخ کو امام جعفر صادق کی نیاز کے طور پر کھیر پوری پکاتے ہیں۔ بند کمرے میں عورتیں ہوتی ہیں اور کھانے سے بچی ہوئی چیزیں مدعوئین کے ہاتھوں کے دھوون کے ساتھ دفن کردی جاتی ہے۔ اس رسم کا نام ''معاجن رجب'' رکھتے ہیں۔ یہ شیعیت کا اثر ہے اور کھلا ہوا شرک ہے۔

صلوٰۃ الرغائب

رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں عشاء اور مغرب کے مابین ایک نماز صلوٰۃ الرغائب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے پڑھی جاتی تھی، اس بدعت کو بہت عروج حاصل ہوا تھا۔ اس موقع پر مساجد میں چراغاں ہوتا تھا، لوگوں کی بھیڑ جمع ہوتی تھی، گاؤں والے اس کا اہتمام کرتے تھے، عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا تھا، جس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی تھیں۔

ابوشامہ نے اپنی کتاب الباعث میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کو احیاء العلوم میں اس نماز کے ذکر سے دھوکہ ہوا ہے، لیکن محدثین کرام نے اس سلسلہ کی مروی حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے۔ حافظ ابوالخطاب کہتے ہیں کہ صلوۃ الرغائب کی حدیث کو وضع کرنے کی تہمت علی عبداللہ بن جہضم پر ہے۔ اسی طرح حسین بن ابراہیم نے بھی ایک حدیث وضع کی ہے جس میں غیر معمولی کذب وافتراء سے کام لیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ نمازیں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہیں، نہ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے اس کی فضیلت ذکر کی ہے۔ اس کی فضیلت میں جو حدیث مروی ہے وہ باتفاق علمائے حدیث، جھوٹی، من گھڑت اور موضوع ہے۔''

(الابداع فی مضار الابتداع بحوالہ المنکرات ص:۷۶)

تاریخ شب معراج

عام طور پر مشہور ہے کہ ۲۷؍رجب کو معراج ہوئی لیکن تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۷؍رجب کی تاریخ معراج علماء کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔ اولاً تو یہ بات ثابت نہیں کہ اس رات میں معراج ہوئی۔ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

وھو امر مختلف فیہ بین المحدثین والمورخین... الخ.

''معراج کا واقعہ کس ماہ میں ہوا؟ اس مسئلہ میں ہونے کے سلسلہ میں محدثین اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مورخین متفق علیہ نہیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ معراج ربیع الاول میں ہوئی، بعض کے نزدیک ربیع الثانی میں، بعض کہتے ہیں ذی الحجة میں اور بعض کہتے ہیں شوال میں اور بعض کہتے ہیں رمضان المبارک میں۔ پھر تاریخ میں اس سے زیادہ بھی تاریکی ہے۔ حکمت خداوندی اور راز مخفی اس مصلحت ہی میں تھا کہ کہیں مسلمان اس رات کو بڑی چیز سمجھ کر بدعتوں میں نہ مبتلا ہو جائیں۔'' (معراج محمدی، ص۲۲)

نماز شب معراج

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کے غیر مشروع ہونے پر ائمہ کرام متفق ہیں مستند و معتبر علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ اس طرح کا کام صرف جاہل بدعتی ہی کر سکتا ہے۔''

(الابداع فی مضار الابتداع، بحواله المنكرات، ص۷٦)

حاصل یہ کہ تمام علمائے محققین مثلاً علامہ ابن حجر ہیثمی، امام ابن جوزی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ شب معراج، پندرہویں شعبان اور رمضان کے سلسلہ میں لوگوں نے جو مخصوص نمازیں اور اذکار ایجاد کر لیے ہیں وہ اختراعی بدعات ہیں، ان کی دلیل نہ کسی صحیح حدیث میں ہے، نہ صحابہ و تابعین کے فعل سے ان کی کوئی ثبوت ملتا ہے۔

رجبی کونڈے کا بانی

حکیم عبدالغفور آنولوی ثم بریلوی نے اپنے ایک مطبوعہ مضمون بعنوان ''رجب کے کونڈے'' میں تحریر کیا ہے کہ یہ رسم بالکل جدید ہے۔ اس کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ نواب حامد علی خاں شیعہ والی رامپور اپنی کسی منظور نظر داشتہ سے ناراض ہو گیا اور شاہی دربار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے عتاب وسزا کا صدور ہوا۔ اس چالاک عورت نے نواب صاحب کے مذہبی عقائد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام جعفر کے نام سے ایک افسانہ تراشا اور نواب صاحب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ۲۲؍رجب کو امام کے نام کونڈے کے پکوان کیے، اس افسانہ کو لکھنؤ کے ایک مشہور شاعر امیر مینائی کے فرزند خورشید مینائی نے طبع کر کے رام پور میں تقسیم کرایا تھا۔

نیز پیر جماعت کے علی شاہ کے ایک مرید مصطفیٰ علی خاں نے اپنی کتاب ''جواہر المناقب'' کے حاشیہ پر حامد حسن قادری کا یہ بیان درج کیا ہے:

''اس افسانہ کی اشاعت اور ۲۲؍رجب کی کھیر و پوریوں کی نیاز کے متعلق یہ علم ہے کہ یہ کہانی اور نیاز سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں ریاست رام پور میں امیر مینائی لکھنوی کے خاندان سے نکلی ہے۔ انھوں نے بطور ثبوت یہ بھی کہا ہے کہ میں اس وقت ان کے مکان کے قریب رہتا تھا اور ان کے خاندان سے میرے گہرے تعلقات تھے گویا اس رسم کا اجراء رام پور میں لکھنوی خاندان کے بدست ہوا۔''

مولوی مظہر علی سندیلوی اپنے روزنامچہ نادر یاداشت ۱۹۱۱ء میں لکھتے ہیں:

''آج میرے گھر میں ایک نئی رسم جاری کی گئی ہے جو اس سے پہلے نہ تو میرے گھر میں پائی جاتی تھی نہ ہی میری جماعت میں۔ ۲۲؍رجب کی شام کو میوہ، گھی، شکر اور دودھ ملا کر ٹکیاں بنائی جاتی ہیں اور اس پر امام جعفر صادق کے نام فاتحہ ہوتی ہے اور پھر صبح خفیہ طور پر عزیز و اقارب کو دعوت دی جاتی ہے اور اسے کھلایا جاتا ہے۔ یہ ٹکیاں باہر نہیں دیکھی جاسکتیں یہ ایسی رسم چل پڑی ہے جس کے متعلق اس سے پہلے سنا بھی نہیں گیا تھا۔''

مناظر اسلام مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے اطراف میں ایک بدعت ابھی تھوڑے دنوں سے رائج ہوئی ہے اور تین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سال سے روز بروز رواج پذیر ہورہی ہے، یہ کونڈوں کے نام سے مشہور ہے۔
اس کی تائید میں ایک فتویٰ بہ شکل اشتہار لکھنؤ سے شائع کیا جارہا ہے اشتہار کی گنجائش نہیں۔'' (ماہنامہ النجم لکھنؤ اشاعت جمادی الاول ۱۳۴۸ھ)

نذر لغیر اللہ

شیخ عبدالقادر جیلانی کے نزدیک حضرت جعفر یا کسی دوسرے کے نام کی نذر و نیاز اور فاتحہ دینا یا ان سے مرادیں مانگنا کھلا ہوا شرک و کفر ہے کیونکہ نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِنْ يَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ کَاشِفَ لَهٗ اِلاَّ هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْکَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرo (الانعام: ۱۷)

''اور اللہ تعالیٰ تمھیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تمھیں کوئی فائدہ دیتا ہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

ایک حدیث ہے:

عن ابن عباسؓ قال کنت خلف النبی ﷺ یوماً فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سالتَ فاسال اللہ واذا استعنتَ فاستعن باللہ واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبه اللہ لک لو اجتمعوا علی ان یضروک الا بشیء قد کتبه اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف.

(سنن ترمذی ابواب القیامة ۷۴/۲، مسند احمد ۲۹۳/۱)

''جب تو سوال کرنا چاہے تو اللہ سے کر اور جب مدد چاہے تو اللہ سے مدد مانگ۔ یاد رکھو ساری مخلوق اگر جمع ہو کر تجھ کو نفع پہنچانا چاہے تو ہر گز تجھ کو نفع نہیں پہونچا سکے گی۔ مگر جس قدر اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ اسی طرح اگر ساری مخلوق جمع ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نہ پہنچا سکے گی۔ ہاں اللہ نے تیرے مقدر میں جتنا لکھ دیا وہ پہنچ کر رہے گا۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''

سچ ہے۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن طارق بن شهاب ان رسول الله ﷺ قال دخل الجنة رجل فی ذباب ورجل دخل النار قالوا و کیف ذلک یا رسول الله قال مرّ رجلان علی قوم لهم صنم لا یجوزه احد حتی یقرب له شیئا قالوا لأحدهما قرب قال لیس عندی شی اقرب قالوا له ولو ذبابا فقرب ذبابا فخلوا سبیله فدخل النار وقالوا للآخر قرب فقال ما کنت لاقرب لاحد شیئا عندالله عزوجل فضربوا عنقه فدخل الجنة. (مسند احمد فی کتاب الزهد، ص ۱۵)

''رسول اللہ ﷺ نے دو شخصوں کا واقعہ بیان کیا کہ ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جنت میں گیا اور ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جہنم میں گیا۔ صحابہ نے کہا وہ کیسے؟ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو شخص ایک بت کے پاس سے گزرے۔ بت پرستوں نے دونوں کو روک لیا اور کہنے لگے جب تک تم ہمارے بت پر کوئی چڑھاوا نہیں چڑھاؤ گے اس وقت تک تمھیں جانے نہیں دیا جائے گا۔ انھوں نے کہا ہمارے پاس تو چڑھاوے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ بت پرستوں نے کہا ایک مکھی ہی چڑھاوا دے دو چنانچہ ان میں سے ایک نے ایک مکھی چڑھاوا دے دیا۔ بت پرستوں نے اسے چھوڑ دیا لیکن وہ شخص جہنم میں گیا۔ دوسرے نے کہا کہ میں کوئی چیز غیر اللہ کی نذار دینے کے لیے تیار نہیں ان بت پرستوں نے اس شخص کو مار ڈالا مگر یہ شخص جنت میں گیا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لمحۂ فکریہ

نام نہاد مسلمانوں نے اسلام کے نام پر اسلامی تعلیمات کے خلاف مسلمانوں میں بہت سی رسمیں رائج کردی ہیں۔ جن کو عام مسلمان خوشی کی چیز سمجھتے ہیں، لیکن ان کا مقصد پیغمبر اسلام کی توہین، صحابہ کرام، ائمہ اسلام، اولیاء اللہ، بزرگان دین اور شعائر اسلامی کی توہین تذلیل اور تنقیص ہے۔ ماہ محرم کی خرافات ہوں یا ماہ صفر کے آخری بدھ کی جشن عید میلاد النبی ہو یا ربیع الثانی کی گیارہویں، ماہ رجب کے کونڈے ہوں، یا شعبان میں شب برأت یا ذی الحجہ کی عید غدیر، یہ سب انھیں دشمنان اسلام کی ایجاد کردہ رسمیں ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ ۲۲/رجب کو حضرت جعفر[1] صادق کے نام پر کونڈے بھرنا مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان میں صحابہ کرام کی دشمنی کے جراثیم داخل کرنے کی شاطرانہ چال ہے جو مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے شیعہ حضرات کو ہمیشہ سے بغض وعناد رہا ہے، اس لیے شیعہ حضرات حضرت معاویہ[2] رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں کونڈے بھرتے ہیں۔ جس طرح معز الدولہ شیعہ نے تعزیہ سازی کا رواج دیا اور شاہ اربل مجلس مولود کا موجد بنا، اسی طرح رجبی کونڈا کا بانی نواب حامد علی خان شیعہ نواب رام پور ہے۔ اس کی تقلید میں ۲۲/رجب کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر یہ لوگ کونڈوں کے پکوان کرکے مسرتیں حاصل کرتے ہیں۔ ۱۵/شعبان کو شیعوں کے مفروضہ امام کی پیدائش کی شب حلوہ پکوڑی

---

[1] حضرت جعفر صادق کی صحیح روایات کے مطابق تاریخ ولادت ۸/رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۲ھ میں ہوئی اور تاریخ وفات ۱۵/شوال ۱۴۸ھ میں واقع ہوئی۔ تاریخ طبری البدایة والنہایة ابن کثیر وغیرہ۔

[2] کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات بالاتفاق ۲۲/رجب ۶۰ھ ہے۔ تاریخ طبری، البدایة والنہایة لابن کثیر وغیرہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پکا کر پٹاخے چھوڑ کر نیز آتش بازی کر کے پوری رات جشن مناتے ہیں۔ ۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر عید غدیر مناتے ہیں۔ دراصل یہ سارے تہوار اور رسمیں شیعیت کی راہ سے مسلمانوں میں داخل ہوئی ہیں۔ حضرت جعفر صادق کے نام کونڈے بھرنے کا پردہ محض اس لے ڈال رکھا ہے تاکہ مسلمان غیر شعوری طور پر اس خوشی میں شریک ہوکر ان کا ساتھ دیں اور وہ شیعوں کے جھانسے میں آکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں شیعہ حضرات کی تقلید کریں۔

اس نوایجاد رسم کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بدعت سے ہر مسلمان کو دور رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ تقریب صحابی رسول کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں منائی جاتی ہے۔ اس بدعت کا مٹانا اور دوسرے لوگوں کو اس سے باز رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور دشمنوں کی سازشوں اور شرارتوں سے محفوظ فرمائے، آمین۔

تمدن، تصوف، شریعت، کلام — بتان عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھوگئی — یہ امت روایات میں کھوگئی

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ شعبان کی بدعات

شعبان ہجری سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ لفظ شعب اس وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں علیحدگی اختیار کی جاتی ہو۔ اہل عرب اس ماہ میں پانی کی تلاش میں دور نکل جاتے تھے اور انھیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا پڑتا تھا۔ شعبان کو مکرم بھی کہا جاتا ہے۔ شعبان کی پندرہویں شب کو عرف عام میں شب برأت بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام سے نابلد بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس رات میں گناہ بخشے جاتے ہیں، عمریں بڑھائی جاتی ہیں، روزی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اسی لیے بعض مسلمان رات جاگ کر بلند آواز سے دعائیں کرتے ہیں۔ ان دعاؤں کو لوگوں نے ازخود گڑھ لیا ہے۔ قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور روشنی و چراغاں کرتے ہیں، حلوہ بناتے ہیں اور قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں۔ بیوہ عورت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اس کے شوہر کی روح پندرہویں شعبان کی رات میں آتی ہے، اس لیے اس کے واسطے پسندیدہ کھانا پکاتی ہے۔ بعض علماء اس رات کے لیے شب قدر جیسی فضیلتیں بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ شب قدر میں جس روح کے نزول کا ذکر قرآن مجید میں ہے اس سے مراد مُردوں کی روحیں ہیں۔ اس رات میں یہ لوگ شب بیداری کرتے، مسجدوں میں جمع ہو کر رات بھر نوافل پڑھتے اور اس رات قبروں کی زیارت کرتے ہیں۔ واعظین اس شب کی فضیلت میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں: قُوْمُوْا لَیْلَھَا وَصُوْمُوْا نَھَارَھَا. یعنی اس رات میں نوافل پڑھو اور دن میں روزہ رکھو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پندرہویں شعبان کی رات کے بارے میں دونظریے پائے جاتے ہیں جن کا اثر آج انتہائی عروج پر ہے۔ شام وبصرہ کے تمام تابعین اور عباد وزہاد اس رات اجتماعی طور پر مسجدوں میں جاگنا، اچھے کپڑے پہننا، خشوع وخضوع کے ساتھ بکثرت عبادت کرنا مستحب سمجھتے تھے اور خود بھی اس پر کاربند ہوتے تھے۔ اس ضمن میں خالد بن معدان مکحول اور لقمان بن عامر کا نام بطور خاص آتا ہے جب کہ شام کے شہرۂ آفاق عالم اوزاعی اور دوسرے بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ امور اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی طور پر درست ہیں۔ اس کے برخلاف علمائے حجاز وفقہائے مدینہ پندرہویں شعبان کی رات کی بابت وارد ساری حدیثوں کو ضعیف موضوع اور اس رات مذکورہ بالا اعمال وافعال کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

(اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ۲/۱۲۶)

ابن رجب فرماتے ہیں پندرہویں شعبان کی رات کے متعلق امام احمد کا کوئی کلام نہیں ہے لیکن ان سے دو ایسی روایتیں منقول ہیں، جن سے اس رات میں قیام کے استحباب پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور دونوں روایتیں عیدین کی راتوں میں قیام سے متعلق ہیں۔ ایک روایت ہے کہ اس رات میں جماعت کے ساتھ قیام کرنا مستحب نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ سے منقول نہیں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس رات میں قیام مستحب ہے اور استدلال عبدالرحمٰن بن یزید بن الاسود کے فعل سے ہے جو تابعی ہیں۔ اس طرح پندرہ شعبان کی رات کا قیام نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ثابت نہیں ہے لیکن تابعین شام کے کی ایک جماعت سے اس رات کا قیام ثابت ہے۔

(لطائف المعارف للحافظ ابن رجب بحوالہ التحذیر من البدع لابن باز، ص ۲۳)

خود ابن رجب کے کلام میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ پندرہ شعبان کی رات کی عبادت کے بارے میں حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ امام اوزاعی اور ابن رجب کا اس رات میں انفرادی طور پر عبادت اختیار کرنا غریب اور ضعیف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لیے کہ کسی مسلمان کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ جو چیز دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوا سے دین میں داخل کرے خواہ اس کا تعلق انفرادی عمل سے ہو یا اجتماعی عمل سے، اسے خفیہ کیا جائے یا اعلانیہ۔ اس کے لیے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا فرمان عام ہے:

من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحیح بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور ۵/ ۳۷۷ رقم الحدیث ۲۶۹۷، صحیح مسلم، کتاب الأقضية باب نقض الاحكام الباطلة ۶/ ۲۵۷ رقم الحديث ۱۷)

''جس نے بھی ہمارے اس دین میں نئی بات پیدا کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

اس حدیث کا شمار اسلام کے اصول اور اس کے قواعد میں ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بھی دین میں اختراع کیا جس کی شہادت دین کے اصول سے نہیں ملتی تو وہ ہرگز قابل توجہ نہیں ہوگی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا حفظ کے ذریعہ اہتمام کرنا چاہیے اور منکرات کے ازالہ میں اس کا استعمال ہونا چاہیے اور اس کے استدلال کو عام کیا جانا چاہیے۔''

الحاصل پندرہ شعبان کی رات میں متعدد روایتیں ہیں اور سب کی سب موضوع یا ضعیف ہیں جن سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ ضعیف حدیث کے سلسلہ میں ایک اہم قاعدہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''ضعیف حدیثوں پر عبادات کے باب میں اس وقت عمل کیا جائے گا جب کہ اس کی اصل صحیح دلیل سے ثابت ہو لیکن پندرہ شعبان کی روایت کو منانے والے جشن کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔'' (اقتضاء الصراط المستقيم لابن تيميه ۲/ ۲۶)

پندرہ شعبان کی رات والی ان احادیث نے امت مسلمہ کی ایک بڑی تعداد کو راہ حق سے دور تیرگی وتاریکی میں لا کھڑا کیا ہے، ضرورت ہے کہ ان کی حقیقت سے قارئین کو آگاہ کیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پندرہ شعبان کی روایتوں کا جائزہ

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

من صلی لیلة النصف من شعبان اثنتی عشرة رکعة یقرأ فی کل رکعة قل هو الله احد ثلاثین مرة لم یخرج حتی یری مقعده من الجنة ویشفع فی عشرة من اهل بیته کلهم وجبت له النار.

”جس نے پندرہ شعبان کی رات بارہ رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں سورۂ اخلاص تیس مرتبہ پڑھی تو مرنے سے پہلے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا اور اس کے گھر والوں میں دس ایسے لوگوں کے سلسلہ میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔“

”حدیث کی تخریج“

اس حدیث کو بزار نے **کشف الاستار** (۴۳۶/۲) میں ابن عراق نے **تنزیة الشریعة عن اخبار الموضوعة** میں اور علامہ ابن جوزی نے **العلل المتناهية** (۷۰/۱) میں بیان کیا ہے۔

دونوں کی سندیں ہشام بن عبدالرحمٰن پر آکر ملتی ہیں۔ ہشام اعمش سے روایت کرتے ہیں اور اعمش ابوصالح سے اور ابوصالح حضرت ابو ہریرۃ سے۔

”حدیث کی سند“

ہشام بن عبدالرحمٰن، یہ غیر معروف ہیں۔ (مجمع الزوائد ۶۵/۸)

الاعمش، ان کا نام سلیمان بن مہران ہے یہ ثقہ ہیں، لیکن تدلیس سے متصف ہیں۔ (تقریب التهذیب ص۲۵۴)

”حدیث کا حکم“

بزار نے کہا کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں ہشام کا کوئی متابع نہیں۔

(کشف الاستار ۴۳۶/۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس میں بہت سے مجہول راوی ہیں۔'' (العلل المتناهية ۱/۷۰)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت:

ان النبی ﷺ قال یا علی من صلی مائة رکعة فی لیلة النصف من شعبان یقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب وقل هو الله احد عشر مرات قال النبی ﷺ یا علی ما من عبد یصلی هذه الصلوة إلا قضی الله عزوجل کل حاجة طلبها تلک اللیلة. الخ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی جس نے بھی پندرہ شعبان کی رات سو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ وقل هو الله احد دس بار پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے علی جو بندہ بھی ان نمازوں کو ادا کرتا ہے تو اللہ اس کی تمام حاجتوں کو جو اس رات طلب کرتا ہے، پوری کر دیتا ہے۔''

امام شوکانی فرماتے ہیں:

''یہ حدیث موضوع ہے اور اس حدیث میں رات کا اہتمام کرنے والوں کے لیے جس قدر ثواب کی تصریح کی گئی ہے، ارباب بصیرت کے نزدیک اس روایت کے ضعیف ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔ اس حدیث کے رجال مجہول ہیں اور یہ حدیث دوسرے طرق سے بھی روایت کی جاتی ہے لیکن وہ موضوع ہیں اور ان کے رواۃ مجہول ہیں اور 'مختصر' میں فرماتے ہیں کہ پندرہ شعبان کی حدیث نماز باطل ہے۔''

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے:

عن النبی ﷺ قال اذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا نهارها فان الله ینزل فیها لغروب الشمس الیٰ سماء الدنیا فیقول ألا من مستغفرلی فاغفرله الا مسترزق فارزقه الا مبتلی فاعافیه الا کذا الا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كذا حتى يطلع الفجر. (سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوة، باب ماجاء فی لیلة الصنف من شعبان، ۱/۴۴۴)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نصف شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت اس شب میں آسمان دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق دوں، ہے کوئی مصیبت میں مبتلا کہ میں اسے عافیت دوں، اس طرح کے ارشادات فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔''

"حدیث کی سند"

حدثنا الحسن بن على الخلال حدثنا عبدالرزاق انبانا ابن ابى سبرة عن ابراهيم بن محمد عن معاوية بن عبدالله بن جعفر عن ابيه عن على ابن ابى طالب.

اس حدیث کا ایک راوی ابن ابی سبرۃ ہے جس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس کے بارے میں زوائد میں ہے کہ ضعیف ہے اور امام احمد بن حنبل اور ابن معین کہتے تھے کہ یہ حدیثیں وضع کرتا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں وہ ثقہ راویوں سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے اس کو حجت بنانا صحیح نہیں۔ (تہذیب التہذیب، ۱۲/ ۴۸)

اس کا ایک راوی عبدالرزاق بن ہمام ہے جس کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں کہ اپنے آخری دور میں جو روایات انھوں نے بیان کی ہیں، وہ منکر ہیں۔

(میزان الاعتدال، ۲/ ۶۱۰)

اس حدیث کے سلسلہ میں علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری فرماتے ہیں:

لم اجد فى صوم يوم ليلة النصف من شعبان حديثاً مرفوعاً صحيحاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واما حديث على الذى رواه ابن ماجة بلفظ اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فقد عرفت انه ضعيف جدّاً.

اس سے قبل لکھتے ہیں:

وفى سنده ابوبكر بن عبدالله بن محمد بن ابى سبرة القرشى العامرى المدنى قيل اسمه عبدالله وقيل قد ينسب الى جده رموه بالوضع كذا فى التقريب وقال الذهبى فى الميزان ضعفه البخارى وغيره وروى عبدالله وصالح ابنا احمد عن ابيهما قال كان يضع الحديث قال النسائى متروك. (تحفة الاحوذى للمباركفورى، ۲/۵۳)

''مجھے پندرہ شعبان کے روزے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث مرفوع نہیں ملی اور حضرت علی کی حدیث ''فقوموا ليلها وصوموا نهارها'' سخت ضعیف ہے کیوں کہ اس کا ایک راوی ابوبکر بن عبداللہ بعض محدثین کے نزدیک متہم بالکذب ہے اور امام بخاری نے ضعیف کہا ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ حدیث گڑھتا تھا اور امام نسائی نے فرمایا کہ وہ متروک ہے، یعنی محدثین نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا ہے۔''

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول فرمانے کا جو ذکر ہوا ہے وہ بخاری اور مسلم کی حدیث کے مطابق ہر شب کے لیے ہے۔ اسے شب برأت کے لیے خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

معلوم ہوا کہ ابن ماجہ کی یہ روایت نہایت بودی ہے، اس لیے اس سے نہ نصف شعبان کی نماز ثابت ہوتی ہے اور نہ روزہ مگر عام طور سے علماء تحقیق کی زحمت نہیں کرتے اور لوگوں کو بدعتوں میں مشغول رکھتے ہیں۔

۴- اسی طرح حضرت علیؓ ہی سے ایک تیسری روایت مروی ہے:

فان أصبح ذلك اليوم صائما كان كصيام ستين سنة ماضية وستين

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سنة مقبلة رواه ابن الجوزی فی الموضوعات وقال موضوع واسناده مظلم. (تحفة الأحوذی للمبارکفوری ۳/ ۳۶۸)

''شب برأت کا ایک روزہ ساٹھ سال گذشتہ اور ساٹھ سال آئندہ کے روزے کے برابر ہے۔امام ابن جوزی نے اس کو اپنی کتاب موضوعات میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس کی اسناد تاریک ہے۔''

۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک چوتھی روایت مروی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پندرہ شعبان کی رات میں دیکھا آپ نے چودہ رکعت نماز پڑھی پھر بیٹھے اور چودہ مرتبہ سورہ فاتحہ، چودہ مرتبہ قل أعوذ برب الناس اور ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور آیت 'لقد جاء کم رسول' الی آخرہ پڑھی۔ میں نے فراغت کے بعد آپ کے اس عمل کے بارے میں پوچھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے اس عمل کی طرح کیا اسے بیس حج مبرور اور بیس سال کے روزوں کا ثواب ملے گا اور اگر اس دن کا روزہ رکھ لیا تو اسے دو سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

امام بیہقی، زرقانی، ابن الجوزی، ابن عراق اور امام سیوطی نے اس پر ضعیف اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

(الموضوعات ۲/ ۱۳، تنزیة الشریعة ۲/ ۹۳، اللآلی المصنوعة ۲/ ۶۰)

۶- حضرت ابوبکرؓ کی روایت:

پندرہ شعبان کی فضیلت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

یطلع الله الی جمیع خلقه لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا المشرک أو مشاحن. (ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان ۱/ ۴۴۵، رقم الحدیث ۱۳۹۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

’’پندرہ شعبان کی رات اللہ تعالیٰ اپنے تمام مخلوق کے اعمال پر مطلع ہوتا ہے اور مشرک و کینہ پرور کے علاوہ تمام بندوں کو بخش دیتا ہے۔‘‘

"حدیث کی تخریج": اس حدیث کو بزار نے **کشف الاستار** (۲/۴۳۰)، ابن خزیمہ نے التوحید (۳/۳۲۶)، ابن ابی عاصم نے **السنة** (۴/۲۲۱)، لالکائی نے **شرح الاعتقاد** (۵/۴۳۸)، ابونعیم نے بحوالہ **سلسلة الصحیحة** (۶/۱۳۲)، بیہقی نے الترغیب والترہیب (۷/۲۸۳) میں روایت کیا ہے۔

سبھی ائمہ کی سندیں عبدالملک پر جا کر مل جاتی ہیں اور پھر سند یوں ہے:

عبد الملک عن مصعب بن ابی ذئب عن قاسم بن محمد عن ابیه عن ابی بکر الصدیق مرفوعاً.

"حدیث کی سند"

(۱) عبدالملک بن عبدالملک اس حدیث کا مدار انھیں پر ہے۔ امام بخاری نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی حدیثیں محل نظر ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے ان کے بارے میں ’’**فی حدیثه نظر**‘‘ کہہ کر ان کی یہی حدیث مراد لی ہے ابن حبان نے کہا ہے کہ عبدالملک کی حدیثوں کی متابعت کوئی نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال، ۲/۶۵۹)

واضح ہو کہ امام بخاری کا ’’**فی حدیثه نظر**‘‘ کہنا شدید ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ابن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عبدالملک اس حدیث سے معروف ہیں اور عمرو بن الحارث کے علاوہ کوئی ان سے یہ حدیث روایت نہیں کرتا اور یہ حدیث اس سند سے منکر ہے۔ (لسان المیزان، ۴/۶۷)

(۲) مصعب بن ابی ذئب۔ اس حدیث کے راویوں میں مصعب بن ابی ذئب ہیں، ابوحاتم نے ان کو غیر معروف بتایا ہے۔ (الجرح و التعدیل، ۸/۳۰۷)

"حدیث کا حکم": بزار کی رائے ہے کہ حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر راوی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکرؓ ہیں، اس لیے ان کی عظمت حدیث کو تقویت بخشتی ہے اور عبدالملک غیر معروف ہیں، پھر بھی اہل علم نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور پسند فرمایا ہے۔

علامہ ہیثمی نے بزار کی رائے کی تردید کی ہے اور اسے ساقط اور ناقابل اعتبار گردانا ہے۔(کشف الاستار، ۲/۴۳۵)

علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح اور سند کو عبدالملک ومصعب کی وجہ سے ضعیف بتایا ہے اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ میں نے حدیث کی تصحیح صرف بکثرت صحابہ سے مروی ہونے کی بنا پر کی ہے۔(ظلال الجنة، ۱/۲۲۳)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

عن عروة عن عائشة قال فقدت رسول الله ﷺ ذات ليلة فخرجت فاذا هو بالبقيع رفع رأسه الى السمآء فقال لى كنت تخافين ان يحيف الله عليك ورسوله؟ قالت قلت ظننت انك اتيت بعض نسائك فقال ان الله عزوجل ينزل ليلة النصف من شعبان الى السمآء الدنيا فيغفر فيها لأكثر من عدد شعر غنم بنى كلب. (سنن ترمذی مع التحفة ۳/۳۶۴،رقم الحديث ۷۳۶، سنن ابن ماجه كتاب اقامة الصلاة باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان ۱/۴۴۴،مسند احمد ۶/ ۲۳۸،الترغيب والترهيب ۳/۲۸۳)

”حضرت عروہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو موجود نہیں پایا۔ میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ مدینہ کی قبرستان بقیع میں اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمھیں یہ ڈر تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے کہا: مجھے گمان ہوا کہ آپ ﷺ اپنی عورتوں میں سے کسی کے پاس گئے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت کرتا ہے۔“

یہ حدیث ترمذی نے جس سلسلۂ اسناد کے ساتھ بیان کی ہے، وہ یہ ہے:

ہم سے احمد بن منیع نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہمیں یزید بن ہارون نے خبر دی، وہ کہتے ہیں: ہمیں حجاج بن ارطاۃ نے خبر دی وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں، وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کو نقل کر کے امام ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کو ہم اسی اسناد سے جانتے ہیں جن کے راوی حجاج ہیں اور میں نے امام بخاری کو سنا، وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہے تھے، وہ کہتے ہیں یحییٰ ابن کثیر نے عروہ سے نہیں سنا ہے، نیز امام بخاری کہتے ہیں حجاج نے یحییٰ ابن ابن کثیر سے نہیں سنا ہے۔

یعنی یہ حدیث اپنی اسناد کے لحاظ سے دو جگہ منقطع ہے ایک حجاج اور یحییٰ کے درمیان اور دوسرے یحییٰ اور عروہ کے درمیان۔ اس سے یہ واقعہ اور ارشاد رسول ثابت نہیں ہوتا۔

"حدیث کی تخریج": اس حدیث کو امام ترمذی نے السنن، ابن ماجہ نے السنن، امام احمد نے مسند احمد، بیہقی نے سلسلۃ الصحیحۃ میں تخریج کی ہے۔

"حدیث کی سند": ہر ایک کی مشترکہ سند یوں ہے **عن حجاج بن ارطاۃ عن یحیٰ بن ابی کثیر عن عروہ عن عائشۃ مرفوعاً.**

"حدیث کا حکم": حجاج بن ارطاۃ! یہ صدوق راوی ہیں بکثرت غلطی اور تدلیس میں معروف ہیں (صدوق کثیر الخطا والتدلیس)۔ (تقریب التہذیب، ص۱۵۲)

امام بخاری نے کہا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن ابی کثیر سے حدیثیں نہیں سنی ہیں۔

(سنن ترمذی مع التحفۃ ۳/ ۳۶۵)

یحییٰ بن کثیر یہ ثقہ اور ثابت ہیں لیکن تدلیس و ارسال کیا کرتے ہیں، عروۃ بن الزبیر سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/ ۲۶۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ ابن کثیر نے عروہ سے نہیں سنا ہے اور اسی طرح حجاج نے یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا ہے۔

(سنن الترمذی ۳/۱۱۶)

حجاج اور یحییٰ دونوں مدلس ہیں اور دو دو جگہ انقطاع پایا جاتا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا ہے کہ حدیث کی سند مضطرب اور غیر ثابت ہے۔ (اسنی المطالب، ص ۸۰)

غرضیکہ یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اس کے سلسلہ رواۃ میں حجاج بن ارطاۃ ہے جس کو تمام محدثین نے باتفاق ضعیف قرار دیا ہے۔

اس روایت میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کی صحت مشتبہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تنہا رات میں دیر گئے قبرستان جانا قرین مصلحت نہیں اور آپ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کرنا کیا تمھیں یہ اندیشہ لاحق ہو گیا ہے کہ اللہ اور رسول تمہاری حق تلفی کریں گے، ایک ایسا سوال ہے جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت عائشہ تو خیال کر سکتی تھیں کہ آپ ﷺ کسی ضرورت سے اپنی دوسری ازواج کے ہاں تشریف لے گئے ہوں گے۔ لیکن اس میں اللہ کی طرف سے حق تلفی کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بدگمانی میں مبتلا ہوتیں؟ پھر اگر پندرہویں شعبان کی شب ایسی فضیلت والی ہوتی کہ اس میں لاتعداد مردوں کی بخشش ہو جاتی ہے تو آپ پہلے ہی لوگوں کو بتا دیتے تاکہ وہ اس شب میں عبادت وغیرہ کا اہتمام کرتے یہ کس طرح ممکن ہے کہ آپ اس فضیلت والی شب سے اپنے اصحاب کو باخبر نہ کریں، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس کی خبر نہ ہو اور اتفاق سے جب وہ قبرستان جائیں تو انھیں اس کا پتہ چلے؟ اس قسم کے معمے ضعیف حدیثیں ہی پیدا کرتی رہتی ہیں۔ سنت رسول ہمیشہ روشن ہوتی ہے اور دلوں میں یقین پیدا کرتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت:

عن ابن عمرو مرفوعا من قرأ ليلة النصف من شعبان الف مرة قل هو الله احد فى مائة ركعة لم يخرج من الدنيا حتى يبعث الله اليه فى منامه مائة ملك ثلاثون يبشّرونه بالجنة وثلاثون يومنونه من النار وثلاثون يعصمونه من ان يخطى وعشر يكيدون من عاداه. (مسند أحمد ۲/۱۷۶)

''ابن عمرو بن العاص رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس نے پندرہ شعبان کی رات میں سو رکعت کے اندر ایک ہزار بار قل ھواللہ احد پڑھ لیا تو وہ دنیا سے روانہ نہیں ہوگا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے پاس خواب میں سو فرشتے بھیجے گا، تیس جنت سے نجات کی بشارت، تیس جہنم سے نجات اور تیس لغزشوں اور غلطیوں سے بچائیں گے اور اس کے علاوہ دس دشمنوں کا دفاع کریں گے۔''

"حدیث کی تخریج":

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

"حدیث کی سند": عن ابن لهيعة عن حى بن عبدالله عن ابى عبد الرحمٰن الحبلى عن عبد الله بن عمروبن العاص مرفوعاً.

"حدیث کا حکم": ابن لہیعہ مختلط ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں حی بن عبداللہ یہ صدوق راوی ہیں، کبھی وہم بھی ہوجاتا ہے، صغار تابعین کا زمانہ پایا ہے مگر کسی صحابی سے ان کی ملاقات نہیں۔ حافظ منذری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (مرعاة المفاتيح ۴/۳۴۲، الترغيب ۳/۴۶۰)، امام ابن جوزی (الموضوعات الكبرى ۲/۱۲۵)، ابن عراق (تنزية الشريعة ۲/۹۳)، اور امام سیوطی (اللآلى المصنوعة ۲/۵۹) نے اسے موضوع کہا ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ اگرچہ ضعیف ہیں مگر رشدین سعد بن حی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی متابعت کی ہے۔ ابن حیویہ نے رشدین کی روایت ذکر کی ہے۔ اس طرح یہ حدیث حسن لغیرہٖ ہو جاتی ہے۔ (سلسلة الاحاديث الصحيحة ۳/۱۳۶)

۹- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت:

عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال من احياء الليالي الخمس وجبت له الجنة التروية وليلة عرفة وليلة النحر وليلة الفطر وليلة النصف من شعبان.

''جس نے پانچ راتوں کو جاگ کر عبادت کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، ذی الحجہ کی آٹھویں نویں اور دسویں رات، عید الفطر کی رات اور پندرہ شعبان کی رات۔''

"حدیث کی تخریج": اس حدیث کی تخریج ابن ابی عاصم (السنة ۱/۲۲۴)، ابن حبان (الاحسان ۷/۴۷۰)، بیہقی (مرعاة المفاتيح ۴/۳۴۱) اور طبرانی (مجمع الزوائد ۸/۶۵) نے کی ہے۔

"حدیث کی سند": مذکورہ بالا سبھی ائمہ کی سند مکحول الشامی پر جا کر مل جاتی ہے مکحول نے مالک بن یخامر اور انھوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے، مکحول یہ عبداللہ الشامی ہیں، یہ ثقہ اور مشہور فقیہ ہیں لیکن بکثرت ارسال سے متصف ہیں۔

(تقریب التہذیب، ص۵۴۵)

امام ذہبی نے تصریح کی ہے کہ مکحول اور مالک بن یخامر کے درمیان ملاقات ثابت نہیں ہے، ان دونوں کے درمیان انقطاع پایا جاتا ہے۔

"حدیث کا حکم": مکحول اور عبدالمالک کے درمیان انقطاع کی وجہ سے سند ضعیف ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو میرے والد نے اس حدیث کو منکر بتایا۔ (العلل المتناهية ۲/۱۷۳)

علامہ محدث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(مرعاة المفاتيح ۴/۳۴۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۰- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت:

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہم معنی ہے۔

"حدیث کی تخریج"

اس حدیث کو ابن ماجہ نے دوسندوں سے ذکر کیا ہے۔(سنن ابن ماجه كتاب اقامة الصلاة باب ماجاء فی ليلة النصف من شعبان ۱/ ۴۴۵،رقم الحديث ۱۳۹۰)

پہلی سند: عن وليد بن مسلم عن ابن لهيعة عن الضحاک بن ايمن عن الضحاک بن عبد الرحمن عن ابی موسیٰ.

امام ابن جوزی نے العلل المتناهية (۱/ ۴۴۷) میں اسی سند سے حدیث کو ذکر کیا ہے۔

دوسری سند: عن ابن لهيعة عن الزبير بن سليم عن الضحاک بن عبدالرحمن عن ابيه عن ابی موسیٰ.

اسی سند سے لالکائی اور ابن ابی عاصم نے حدیث کی تخریج کی ہے۔(السنة ۱/۲۲۳)

تنبیه: ابن ابی عاصم کی سند میں الزبیر بن سلیم کے بدلے الربیع بن سلیمان ہے حالانکہ صحیح الزبیر بن سلیم ہے جیسا کہ حافظ ذہبی وحافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو: ميزان الاعتدال (۲/۶۷)، تهذيب التهذيب (۳/۳۱۵)۔علامہ البانی نے الربیع بن سلیمان ہی بغیر تعلیق کے ساتھ باقی رکھا ہے معلوم نہیں قصداً ایسا کیا گیا ہے یا سہواً ہو گیا ہے۔(ظلال الجنة، ۱/۲۲۳)

"حدیث کی سند": ولید بن مسلم ثقہ راوی ہیں مگر بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں اور تدلیس تسویہ بھی کرتے ہیں جو تدلیس کی سب سے بری قسم ہے۔

(تقريب التهذيب ص۵۸۴)

ابن لہیعۃ صدوق روای ہیں اپنی کتابوں کے جل جانے کے بعد مختلط ہو گئے تھے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس لیے اختلاط سے پہلے کی روایتیں مقبول ہیں اور اختلاط کے بعد کی روایتیں مردود سمجھی جاتی ہیں۔

الضحاک بن ایمن یہ کلبی ہیں مجہول راوی ہیں عبدالرحمٰن بن عزوب یہ ضحاک کے والد ہیں مجہول راوی ہیں۔ (تقریب التھذیب ص ۳۴۶)

"حدیث کا حکم": حدیث کی پہلی سند ولید بن مسلم کے مدلس، ابن لہیعہ کے مختلط، ضحاک بن ایمن کے مجہول اور ضحاک بن عبدالرحمٰن اور ابوموسیٰ کے درمیان انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دوسری سند ابن لہیعہ کے مختلط، زبیر بن سلیم کے مجہول اور عبدالرحمٰن بن عزب کے مجہول نیز ابوموسیٰ سے ملاقات ثابت نہ ہونے کی بنا پر ضعیف ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح، ۴/۳۴۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پندرہ شعبان کی شب کی فضیلت میں جتنی روایات ہیں سب باطل اور ضعیف ہیں۔ کوئی حدیث بھی صحیح نہیں اسی لیے ایسی حدیثیں بخاری اور مسلم میں جگہ نہ پاسکیں۔ جب ضعیف حدیث حجت ہی نہیں ہے تو یہ فضیلت ثابت کہاں سے ہوتی؟ اگر یہ شب فضیلت کی شب ہوتی تو صحابہ کرام میں اس کا چرچا ہوتا اور مشہور اور ثقہ راوی اسے روایت کرتے اتنی اہم بات جس کا عام چرچا ہونا چاہیے صرف ضعیف راویوں کو کیسے معلوم ہوگئی اور اب تو مسلمانوں نے ان ضعیف روایتوں کا سہارا لے کر شب برأت کو باقاعدہ تہوار کی شکل دے دی ہے۔

امام ابوبکر الطرطوشی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

ابن وضاح زید بن اسلم سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے مشائخ وفقہاء میں سے کسی کو بھی پندرہ شعبان کی رات کی فضیلت کی طرف توجہ کرتے نہیں پایا اور نہ انھوں نے اس رات کو کسی رات پر فضیلت دی اور جب ابن ملیکہ سے کہا گیا کہ زیاد کا خیال یہ ہے کہ پندرہ شعبان کی رات کی عبادتوں کا ثواب شب قدر کی عبادتوں کے ثواب کے برابر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے تو انھوں نے فرمایا: اگر میں سنتا اور میرے ہاتھ میں ڈنڈا ہوتا تو میں اسے مارتا اور زیاد ایک قصہ گو تھا۔

زید بن اسلم التوفی ۱۳۶ھ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے اساتذہ اور اپنے دور کے فقہاء میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ لیلۃ البرأت کی جانب کوئی توجہ دیتے یا اسے دیگر راتوں پر فضیلت دیتے ہوں اور ابن دحیہ کہتے ہیں شب برأت کی نمازوں کے بارے میں جتنی روایات ہیں سب موضوع ہیں، ان میں سے ترمذی والی روایت منقطع ہے اور جو شخص ان روایات کو صحیح سمجھ کر ان پر عمل کرے وہ جھوٹ بولتا ہے اور وہ شیطان کا خادم ہے۔ (الحوادث والبدع للطرطوشی)

اگر راتوں میں سے کسی رات کی تخصیص عبادت وقیام کے لیے جائز ہوتی تو جمعہ کی رات اس کی زیادہ حق دار تھی، اس لیے کہ اس کا دن تمام دنوں میں سب سے زیادہ بہترین دن ہے، جیسا کہ امام مسلم نے روایت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه أحدكم. (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب كراهية صيام يوم الجمعة منفرداً، ۲۷۴/۴، رقم الحديث ۱۴۸)

''جمعہ کی رات کو دیگر راتوں کے مقابل میں قیام کے لیے مخصوص نہ کرو اور جمعہ کے دن روزہ کے لیے مخصوص نہ کرو۔ ہاں اگر کوئی پہلے سے روزہ رکھے ہو تو کوئی بات نہیں۔''

نبی ﷺ نے اس شب کے قیام کی تخصیص سے منع فرمایا تو دوسری راتیں بدرجہ اولیٰ عبادت کے لیے مخصوص نہیں کی جاسکتیں، ہاں مگر جس رات کو عبادت کے لیے مخصوص قرار دیا گیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے لیلۃ القدر اور رمضان کی راتیں جن میں قیام مشروع ہے، ان میں عبادت اور اپنے رب کی رضامندی تلاش کرنا چاہیے۔ رسول اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے اس امر پر ابھارا ہے اور خود بھی ان راتوں میں قیام فرمایا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایماناً و احتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه. (صحیح بخاری، کتاب الصوم باب من صام رمضان ایماناً و احتساباً، ۴/۱۴۴، رقم الحدیث ۱۹۰۱، وصحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان، ۳/۲۹۵-۲۹۶، رقم الحدیث ۱۷۵)

''جس نے ایمان واحتساب کی حالت میں رمضان میں قیام کیا اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور جس نے ایمان واحتساب کی حالت میں شب قدر میں قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔'

امام مقدسی فرماتے ہیں: ہمارے یہاں بیت المقدس میں نہ صلوٰۃ الرغائب کا وجود تھا نہ صلوٰۃ شعبان کا، صلوٰۃ شعبان کا وجود ہمارے یہاں سب سے پہلے ۴۴۸ھ میں ہوا۔ ایک شخص ابن ابی الحمراء نابلس سے بیت المقدس آیا وہ قرآن مجید بہت اچھا پڑھتا تھا، وہ پندرہ شعبان کی رات میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کھڑا ہوا۔ اس کے حسن قرأت سے متاثر ہوکر ایک شخص اس کے پیچھے کھڑا ہوگیا، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوگیا، پھر تیسرا، چوتھا، پانچواں، غرضیکہ اس طرح کافی لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ پھر دوسرے سال بھی پندرہ شعبان کی شب میں آیا اور حسب سابق کافی لوگوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی، پھر سال بہ سال یہ نماز ہونے لگی اور اس طرح یہ بدعت رفتہ رفتہ زور پکڑ گئی، گھروں گھروں میں پہنچ گئی اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دین میں اضافے ایسے ہی کسی طرح ہوتے رہے اور رفتہ رفتہ جزو دین بنالیے گئے اور دین کی اصل تصویر مسخ کر ڈالی گئی۔

جن لوگوں نے اس کے جواز کی راہ نکالی ہے ان کا قول باطل ہے صحیح احادیث میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خیر الامور السالفات علی الھدی. وشر الامور المحدثات البدائع.

''بہترین کام وہ ہے جو ہدایت کے طریقے پر کیے گئے ہوں اور برے کام وہ ہیں جو دین میں نئے اور انوکھے ہیں۔''

شب برأت کی حقیقت کیا ہے؟

سب سے پہلے سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس شب کو''شب برأت'' کس لیے کہا جاتا ہے اور کیا قرآن وحدیث فقہ اور تاریخ میں اس نام کی کوئی شے پائی جاتی ہے؟ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شب برأت میں شب کا لفظ فارسی ہے۔ عربی میں اس کا نام لیلة البرأت ہونا چاہئے یعنی برأت کی رات عربی میں برأت بیزاری اور نفرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی لفظ سے تبرّا بنا ہے جس کا مطلب بھی بیزاری اور نفرت ہے۔ قرآن مجید اور حدیث میں یہ لفظ انھیں معنوں میں متعدد جگہوں پر آیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (توبة:۱)

''بیزاری کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکوں کو جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ تھا۔''

سورہ توبہ کی پہلی آیت ہے اور اس سورہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم اس لیے نہیں تحریر کیا جاتا اور نہ پڑھا جاتا ہے کہ اس میں مشرکین سے بیزاری کا اظہار ہے اور اس کی ابتدا لفظ برأت سے ہوتی ہے۔ اسی طرح حدیث میں لفظ برأت کا مطلب ملاحظہ کیجیے:

ثم اردف النبی ﷺ بعلی ابی طالب فامرہ ان یوذن ببراءة.

(صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب ما یستر من العورة ۱/۶۲۹، رقم الحدیث ۳۶۹،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و کتاب التفسیر باب و أذان من اللہ ورسولہ الی الناس ۸/۴۰۵، رقم الحدیث ۴۶۵۶)

''پھر رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ بے زاری کا اعلان کر دیں۔''

بخاری شریف میں یہ حدیث بڑی تفصیل سے موجود ہے بہر حال لفظ برأت قرآن مجید و حدیث میں بہت جگہوں پر آیا ہے اور ہر جگہ اس کا معنی بیزاری اور نفرت کا ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ برأت اور تبرا ہم معنی ہیں لہٰذا یہ دونوں لفظ بیزاری کا معنی دیتے ہیں اور شب برأت کا معنی ہیں ''شب تبرا'' یعنی بیزاری کی رات اور یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اس شب میں رافضی اپنے فرضی اور غائب امام کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں۔ صحابہ کرام اور تمام مسلمانوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ پانچویں صدی ہجری کی ابتدا تک حدیث وتفسیر کی جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں اور اس سلسلہ کی جتنی روایات ان کتابوں میں نقل کی گئیں، ان میں کسی روایت میں لیلۃ البرأت کا لفظ قطعاً نہیں پایا جاتا بلکہ ہر روایت میں آپ کو یہ لفظ ملیں گے ''اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان'' یعنی جب نصف شعبان کی رات ہو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کا یہ نام پانچویں صدی کے آخر میں رکھا گیا اور یہ نام رکھنے والے صوفیاء ہیں۔

(تذکرۃ الموضوعات، از علامہ طاہر بن علی الحنفی پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ)

شیعہ روایت کے مطابق ان کے گیارہویں امام حسن عسکری کے لڑکے امام غائب ہیں جو انتہائی کم عمری میں سنیوں کے خوف کی وجہ سے سر نامی غار میں پوشیدہ ہو گئے۔[1]

---

[1] شیعہ قوم آج تک ان کے نکلنے کا انتظار کر رہی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ولادت سرے سے ثابت نہیں۔ یہ افسانہ ہے جو لوگوں کو دھوکہ دینے اور باطل افکار ونظریات کو رواج دینے کے لیے چند گمراہ اور یہودی الفکر لوگوں نے وضع کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاتے جاتے امام غائب قرآن کا اصل نسخہ (جو کہ قرآن سے کافی ضخیم اور مختلف ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور ایک بڑا صندوق جس میں تمام انبیاء کرام کی نشانیاں تھیں، اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔ ان کے اس طرح چھپ جانے کی وجہ سے ان کو امام غائب کہا جاتا ہے۔ جب دنیا میں ایک وقت میں تین سو تیرہ اصلی شیعہ موجود ہوں گے تب امام غائب تمام چیزیں لے کر دنیا میں آئیں گے۔ اور ان کا اپنا اصلی قرآن رائج کر کے دنیا کے تمام سنیوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ ماضی میں ہوئے شیعوں پر ظلم وستم کا بدلہ لیں گے اور شیعوں کے ساتھ ناانصافی کا خاتمہ کریں گے۔ یعنی شیعوں کے مطابق ہر طرف عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔ اس بنا پر شیعوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ یہی امام غائب اصل میں امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے صحیح احادیث کے ذریعہ خبر دی چونکہ امام غائب کے غار سے نکلنے کا کوئی وقت شیعہ روایات سے ثابت نہیں۔ الا یہ کہ دنیا میں تین سو تیرہ سچے شیعہ موجود ہوں اس لیے ۱۵/شعبان کی رات کو جہاں ایک طرف شیعہ امام غائب کی پیدائش کی خوشی میں حلوہ مانڈے پکاتے کھاتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف شیعہ ۱۵/شعبان کی رات کو غاروں میں دریاؤں اور کنوؤں پر جا کر اپنے امام کے نام کی پرچیاں ڈالتے ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم سنیوں کے دل بہت تنگ آ چکے ہیں۔ للہ اب تو آپ تشریف لائیے اور ان ملحدین (شیعہ خود کو مومن کہتے ہیں۔ اپنے علاوہ کو عام طور پر ملحد کہتے ہیں اور اگر تقیہ مقصود ہو تو مسلمان کہتے ہیں) سے ہمیں نجات دلائیے۔ شب برأت کی یہ حقیقت عام طور پر مسلمانوں سے پوشیدہ ہے اور اگر بتائی جائے تو عام ذہن قبول نہیں کرتا۔ اگر شب برأت کو شیعہ رات کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک شبہ کا ازالہ

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَo فِیۡهَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍo (الدخان: ۳-۴)

''ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں اتارا ہے ہم لوگوں کو ڈرانے والے ہیں اسی مبارک رات میں ہر محکم معاملہ طے پاتا ہے۔''

جمہور کا قول یہ ہے کہ مذکورہ مبارک رات سے مراد شب قدر ہے جمہور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید ماہ مبارک میں نازل ہوا ہے اور لیلۃ القدر اسی ماہ رمضان کی ایک رات ہے کسی دوسرے مہینہ میں لیلۃ القدر نہیں ہوسکتی۔

علامہ شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں:

لیلة المبارکة سے مراد شب قدر ہے اس سے مراد پندرہ شعبان کی رات نہیں اس لیے کہ سورہ دخان والی آیت میں اگرچہ اس رات کو مجمل ومبہم رکھا مگر سورہ بقرہ کی آیت میں اس رات کو واضح کردیا ہے کہ یہ رات رمضان کے مہینہ میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡآنُo

''رمضان کا مہینہ ایک بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔''

پھر اس کو سورہ قدر میں مزید واضح کردیا گیا ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِo (القدر: ۱)

''ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔''

ان واضح دلائل کے ہوتے ہوئے اختلاف اور اشتباہ باقی نہیں رہ جاتا کہ لیلۃ القدر سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے، پندرہ شعبان کا روزہ اور رات کی عبادت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ شعبان کا روزہ

ماہ شعبان بڑی عظمت والا ہے اور اس کی فضیلت بزرگی اس لیے مسلم ہے کہ یہ ماہ رمضان کے مقدس و متبرک مہینہ کے لیے گویا بطور تمہید ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأیت النبی ﷺ فی شھر اکثر صیاما منه فی شعبان کان یصومه الا قلیلاً بل کان یصومه کله. (صحیح بخاری کتاب الصوم باب صوم شعبان ۴/۲۶۷، صحیح مسلم کتاب الصوم باب صیام النبی ﷺ فی غیر رمضان ۴/۲۹۳، سنن أبی داؤد کتاب الصوم، باب کیف یصوم النبی ﷺ ۲/۳۲۴)

''میں نے نبی ﷺ کو کسی ماہ میں شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے نہیں دیکھا اس ماہ میں چند دنوں کے علاوہ بقیہ دنوں میں روزہ رکھتے بلکہ پورے شعبان کا روزہ رکھتے۔''

امام ترمذی رحمہٗ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں ابن مبارک کا کلام نقل کیا ہے کہ کلام عرب میں ماہ کے اکثر حصہ کا اطلاق پورے مہینہ پر بھی کیا جاتا ہے تو حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس ماہ کے اکثر دنوں کا نفلی روزہ رکھتے تھے۔

(سنن الترمذی مع التحفة ۳/۳۶۱)

عن أم سلمة قالت ما رأیت النبی ﷺ یصوم شھرین متتابعین الا شعبان ورمضان. (سنن ترمذی مع التحفة کتاب الصوم باب ماجاء فی وصال شعبان بر مضان ۳/۳۶۰، رقم الحدیث ۷۳۳)

''ام سلمیٰ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سوائے شعبان اور رمضان کے دو متواتر مہینوں کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔''

رسول اللہ ﷺ شعبان کے چاند کو بڑی توجہ سے دیکھتے اور فرمایا کرتے تھے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احصوا هلال شعبان لرمضان. (ترمذی بحوالۂ مشکوٰۃ المصابیح محقق ۶۱۶/۱، رقم الحدیث ۱۹۷۵، سنن الترمذی مع التحفة أبواب الصیام باب ماجاء فی احصاء هلال شعبان لرمضان ۲۹۹/۳، رقم الحدیث ۶۸۲)

''شعبان کے چاند اور تاریخوں کا حساب رکھو تاکہ رمضان کے چاند اور تاریخوں میں گڑبڑ نہ ہو۔''

لیکن واضح رہے کہ ہمارے لیے حکم صرف نصف شعبان تک روزہ رکھنے کا ہے نصف شعبان کے بعد ہمارے لیے روزہ رکھنا منع ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اذا انتصف شعبان فلا تصوموا. (سنن أبی داؤد کتاب الصوم باب کراهیة ذلک ۳۰۱/۲، سنن الترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی کراهیة الصوم فی النصف الباقی من شعبان ۳۶۲/۳، رقم الحدیث ۷۳۵)

''جب شعبان آدھا گزر جائے تو روزہ مت رکھو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ شعبان تک یعنی پہلی شعبان سے پندرہ شعبان تک جتنے چاہے روزے رکھ سکتے ہیں اور پندرہ شعبان کے بعد روزہ مت رکھو۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ شعبان اور رمضان دونوں مہینوں کے متواتر روزے اکثر لوگوں کے لیے مشکل ہیں، اس لیے ان کو چاہیے کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھیں۔

پندرہ شعبان کا روزہ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لکن الذی علیه کثیر من اهل العلم او اکثرهم من اصحابنا وغیرهم علیٰ تفضیلها وعلیه یدل نص احمد لتعدد الاحادیث الواردة فیها وما یصدق ذلک من الآثار السلفیة وقد روی بعض فضائلها فی المسانید والسنن وان کان قد وضع فیها اشیاء آخر فاما صوم یوم النصف مفردا فلا اصل له بل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افراده مكروه و كذلك اتخاذه موسما تصنع فيه الاطعمة و تظهر فيه الزينة وهو من المواسم المحدثة المبتدعة التى لا اصل له. (اقتضاء الصراط المستقيم لابن تيميه، ص ۳۰۲، مطبعة الحكومة المكرمة ۱۳۸۹ھ)

''البتہ بیشتر اہل علم اور ہمارے اکثر اصحاب وغیرہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ پندرہویں شعبان کی فضیلت ہے۔ امام احمد سے مروی قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ اس سلسلے میں منقول احادیث بہت سی ہیں اور سلف کے آثار بھی ہیں، مسانید اور سنن میں اس کے بعض فضائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ہاں ان میں بہت موضوعات میں موجود ہیں، البتہ صرف پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنے کی روایت بے اصل ہے، بلکہ محض اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اس دن کو ایسے تہوار کے طور پر منانا کہ جس میں خاص کھانے تیار کیے جائیں اور زیب و زینت کا اظہار کیا جائے تو یہ ان بدعات میں سے ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔''

پندرہ شعبان کا روزہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ محدث شمس الحق ڈیانوی شارح سنن ابوداؤد فرماتے ہیں:

''الحاصل ماہ شعبان کا مہینہ عظمت و بزرگی کا مہینہ ہے اور اس میں روزہ رکھنا مسنون ہے، مگر روزہ کے لیے کوئی تاریخ دن معین و مقرر کرنا بالخصوص پندرہ شعبان کا روزہ احادیث سے ثابت نہیں، بلکہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں میں جن کو ایام بیض کہتے ہیں ان میں روزہ رکھے اور چاہے تو اس میں اضافہ کرے، کیونکہ اس ماہ میں کثرت صیام ثابت ہے اور اس مہینہ میں پندرہ شعبان کی رات بالخصوص عظمت و بزرگی کی رات ہے۔ اس میں قیام لیل کسی ہیئت خاص کے بھی مسنون ہے اور موجب اجر وثواب ہے۔''

بعض علماء نے پندرہ شعبان کے روزہ کا ثبوت اس حدیث سے دیا ہے:

اما سمعت من سرر شعبان.

اس کا جواب یہ ہے کہ ''سرر'' کا ترجمہ نصف شعبان صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے مہینہ کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آخری دن مراد ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے:

باب الصوم من آخر الشهر. (صحیح بخاری كتاب الصوم باب الصوم من آخر الشهر ۴/ ۲۸۸-۲۸۹)

اس باب میں یہی حدیث سر رشعبان کا ذکر کیا ہے۔

علامہ محدث عبید اللہ رحمانی مبارکپوری فرماتے ہیں:

الحاصل انه ليس في صوم يوم ليلة النصف من شعبان حديث مرفوع صحيح أو حسن أو ضعيف خفيف الضعف ولا اثر قوى أو ضعيف.

(مرعاة المفاتيح ۴/۳۴۴)

"پندرہ شعبان کے بارے میں کوئی مرفوع حدیث صحیح یا حسن یا ایسی ضعیف روایت جس کا ضعف معمولی ہو مروی نہیں ہے اور نہ کوئی اثر قوی یا ضعیف ہی موجود ہے۔"

پندرہ شعبان کی شب میں قبرستان جانا

پندرہ شعبان کی رات میں قبرستان جانے والی حدیث سخت ضعیف ہے۔ آپ ﷺ کا پندرہ شعبان کو بقیع قبرستان جانے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کی تلاش میں قبرستان جانے کا واقعہ بڑی شد ومد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، کیونکہ صرف یہی حدیث فضائل شب نصف شعبان کے متعلق کتب ستہ میں ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے والے کبھی بھی اس روایت کے متعلق امام ترمذی کا وہ قول نقل نہیں کرتے ہیں جو انھوں نے درج کیا ہے اگر امام ترمذی کا قول بیان کر دیا جائے تو البقیع کے اس واقعہ کی پوری عمارت زمین بوس ہو جائے۔

امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ نے یہ واقعہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح نقل کیا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک شب میں نے رسول اللہ ﷺ کو موجود نہیں پایا۔ میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی سو آپ ﷺ بقیع میں تھے تو فرمایا: کیا تمھیں اندیشہ تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کرے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے جانا آپ ﷺ اپنی کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اترتا ہے پندرہ شعبان کی رات میں آسمان دنیا کی طرف، اپنے بندوں کو بخشتا ہے قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے عدد سے زیادہ۔

(سنن ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان ۳/۳۶۴، رقم الحدیث ۷۳۶)

اس روایت کی سندی حیثیت خود امام ترمذی نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

میں نے محمد بن اسمٰعیل (امام بخاری) سے سنا وہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے اور کہتے تھے کہ یحییٰ بن کثیر روایت کرر ہے ہیں عروہ سے یحییٰ بن کثیر کو سماع نہیں ہے یحییٰ بن کثیر سے یہ روایت دو جگہ سے منقطع ہے اور منقطع روایت محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہے اور جو روایت دو جگہ سے منقطع ہو اسے محدثین کی اصطلاح میں معضل کہتے ہیں۔ جو انتہائی شدید قسم کی ضعیف بلکہ منکر ومردود ہوتی ہے اس لیے حافظ بدرالدین عینی ابن دحیہ اور ابن العربی مالکی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

اس روایت سے یہ استدلال کرنا کہ پندرہ شعبان کی شب میں قبرستان جانے کا اہتمام سنت اور کارثواب ہے، درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اکثر رات کو قبرستان جایا کرتے تھے اور اس کی ترغیب بھی دیتے تھے، لیکن اس عمل کو پندرہ شعبان کے ساتھ مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر پندرہ شعبان کو قبرستان جانے کی اس قدر فضیلت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ خاموشی سے اس طرح بستر سے اٹھ کر نہ جاتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کی خبر دیتے جب کہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی مطلع نہیں کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پندرہ شعبان کی شب میں تخصیص کے ساتھ قبرستان جانے کا ثبوت دور نبوی ﷺ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس کے بعد دور صحابہ میں بھی کسی ایک صحابی سے اس کا اہتمام ثابت نہیں، نہ ہی کسی تابعی اور ائمہ اربعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

زیارت قبور کی اجازت احادیث میں ملتی ہے اور اس کا مقصد بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ اس سے موت یاد آتی ہے اور عبرت حاصل کی جاتی ہے، مگر دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں قبرستان کی طرف نوجوان لڑکیاں اور عورتیں، مرد اور بوڑھے بچوں کے قافلے نکل پڑتے ہیں اور خاص کر نوجوان لڑکیاں اور عورتیں اس طرح بے پردگی اور عریاں نکلتی ہیں کہ دل و نگاہ کی عفت تار تار ہو جاتی ہے، تقویٰ پانی کی طرح بہہ جاتا ہے، اس رات قبرستان میں خوب چراغاں اور روشنی کی جاتی ہے اور ایک میلے کا سا منظر نظر آتا ہے۔ ایسے بھیڑ بھاڑ اور شور وغل کے ماحول میں کوئی کس طرح موت کو یاد کر کے عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

چراغاں کرنا مجوسی سازش

جشن عید میلاد النبی، پندرہ شعبان اور رمضان کے موقع پر چراغاں کرنا بدعت ہے۔ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی رحمۃ اللہ اپنے ایک مطبوعہ مضمون بدعت میں تغیر مذہبی کے سبب اختلاط مذاہب کے ذیل میں بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ لکھتے ہیں:

''مولود کے موقع پر یا رمضان کے زمانے میں چراغاں اب تقریباً ایک مذہبی شعار ہو گیا ہے، لیکن درحقیقت اس کا دقیق سبب یہ ہے کہ اس قسم کی روشنی کی ابتدا برامکہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اس زمانہ میں شعبان کی پندرہ شب کو ایک مبتدعانہ نماز پڑھی جاتی تھی اور اس کے لیے نہایت اہتمام کیا جاتا تھا۔ برامکہ پہلے مجوسی مذہب رکھتے تھے اور آگ مجوس کا معبود ہے۔ اس طرح انھوں نے قدیم مذہب کی محبت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آگ کو روشنی اور چراغاں کی صورت میں اسلام کا بھی ایک شعار قرار دے دیا۔"
(رسالہ الندوہ، جلد ۸، شمارہ ۱۱، ص ۸، بابت ماہ نومبر ۱۹۱۱ء)

شیخ ابن العربی فرماتے ہیں:

"مسجدوں میں خوشبو کی دھونی رکھنے کو سب سے پہلے یحییٰ بن خالد برمکی نے رواج دیا جو خلیفہ وقت کے وزیر و درباری تھے، اس سے ان کا مقصد مجوسیت کا احیاء تھا۔"
(المنکرات، ص ۷۶)

بعض مورخین نے لکھا ہے:

"برمکیوں نے ہارون رشید کو مشورہ دیا تھا کہ کعبہ شریف میں خوشبو والی انگیٹھی رکھی جائے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمان اپنی عظیم عبادت گاہوں میں آگ رکھنے سے مانوس ہوں اور اسے رواج دیں اور اس طرح رفتہ رفتہ مجوسیت کا غلبہ ہو جائے۔ ہارون رشید کو جب ان کی سازش کا احساس ہوا تو انھوں نے برمکیوں کا قلع قمع کر دیا۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسجدوں میں آگ روشن کرنا اور چراغاں کرنا سلف صالحین کا طریقہ نہ تھا، نہ وہ مسجدوں کو مزین کرتے تھے۔ یہ سب باتیں طریقۂ سلف کے خلاف ہیں اور اسی طرح پندرہ شعبان کو آتش بازی و پٹاخہ کرنا بھی غلط ہے۔

پٹاخہ پھلجھڑوں سے جیسے پُر ہے دیوالی
شب برات میں پوری ہے اس کی نقالی
میں اس تماشے میں کرتا ہوں تین شر کا شمار
ضیاع مال، ضیاع عمل، ضیاع وقار

پندرہ شعبان کا حلوہ

حلوہ کے تعلق سے جو یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دندان مبارک شہید ہو گیا تھا، اس لیے آپ کو حلوہ کھلایا گیا۔ ہم لوگ بھی اسی خوشی میں ایسا کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت جعلی اور من گھڑت ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ آپ کے دندان مبارک کی شہادت کی وجہ سے حلوہ پکایا جاتا ہے تو آپ کا دندان مبارک ماہ شوال غزوۂ احد میں شہید ہوا تھا، نہ کہ پندرہ شعبان کو اور ماہ شوال میں کوئی حلوہ نہیں پکاتا۔ حلوہ پکانے اور کھانے سے بھلا کسی کو کب انکار ہوسکتا ہے۔ حلوہ فرحت بخش اور مقوی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر روز کھانا چاہیے، لیکن شب برأت کو مخصوص عمل سمجھ کر حلوہ پکانا اور اہتمام کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ حلوہ پکانے کے لیے کوئی مخصوص دن یا تاریخ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سچ ہے:

کسی کو زخم لگے کھائے دوسرا حلوہ یہودیوں کی طرح یہ ہے من اور سلویٰ

روحوں کا عقیدہ

بعض مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں ہمارے بزرگوں اور گھر کے مردہ لوگوں کی روحیں آتی ہیں اور رات بھر گھروں میں شب باشی کرکے صبح کے وقت عالم ارواح کی طرف رخت سفر باندھتی ہیں، اس لیے ہم ان کی روحوں کا استقبال کرنے کے لیے گھروں کو سنوارتے، روشنیوں سے سجاتے اور ان لوگوں کا پسندیدہ کھانا جو ان کو زندگی میں پسند رہی ہوں، اہتمام کرتے ہیں اور ایسا ہم ان کو ایصال ثواب کے لیے کرتے ہیں تو یہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ واضح رہے کہ کبھی بھی مومنین یا کافروں کی روحیں دنیا میں واپس نہیں آتیں مومنین کی روحیں علیین اور کافروں کی روحیں سجین میں رہتی ہیں۔ مومنین کی روحیں جنت کے عیش و آرام کو چھوڑ کر یہاں کیوں آنے لگیں اور جہنمیوں کو جہنم سے چھٹکارا کہاں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (المومنون: ۱۰۰)

''مرنے کے بعد وہ ایسے عالم برزخ میں ہیں کہ وہ قیامت تک دنیا میں پلٹ کر نہیں آسکتے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھانا کھلا کر ایصال ثواب کرنے کا ثبوت کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے، بلکہ یہ کافرانہ عقیدہ ہے کہ مرنے پر بارہ برہمن کھلاتے، حلوہ پوری پکا کر کوؤں کو کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پُرکھوں کو کھلاتے ہیں۔

روح ملانے کا ختم

بعض مسلمانوں میں یہ غیر اسلامی عقیدہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو شخص شب برأت سے پہلے مرجاتا ہے اس کی روح روحوں میں نہیں ملتی بلکہ آوارہ بھٹکتی رہتی ہے۔ پھر جب شب برأت آتی ہے تو روح کو روحوں میں ملانے کا ختم دلایا جاتا ہے، عمدہ قسم کے کھانے، میوے پھل وغیرہ مجلس میں رکھ کر امام مسجد ختم پڑھتے ہیں۔ اور روحوں کو روحوں میں ملا دیتے ہیں اور کھانے، میوے، پھل وغیرہ اور قیمتی کپڑے اٹھا کر گھر لے جاتے ہیں۔ میت کے گھر والے شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کے مرنے والے رشتہ دار کی روح روحوں میں شامل ہوگئی اور اگر نہ ہوتی تو اس کی بددعا سے گھر والوں پر تباہی آتی۔ سچ ہے:

ع یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

روح ملانے کا ایک دلچسپ واقعہ

ایک گاؤں میں روح کو روحوں میں ملانے کا ختم دلایا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس گاؤں میں ایک زمین دار چودھری فوت ہوگیا۔ جب ۱۵ ر شعبان کی رات آئی تو بڑی دھوم دھام سے چودھری صاحب کی اولاد نے روح ملانے کے ختم کا اہتمام کیا۔ قیمتی کپڑوں کے دس بارہ جوڑے، پاپوش کے بھی اتنے، انواع واقسام کے کھانے، بہت قیمتی برتن وغیرہ ختم میں رکھے گئے اور برادری اکٹھی ہوئی۔ میاں صاحب نے ختم کہنا شروع کیا جب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تو ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے کے بجائے انھیں یوں ہی چھوڑ دیا۔ اور ایک لمبی سانس لے کر کہا آہ! روح روحوں میں ماننا نہیں چاہتی۔ یہ سن کر چودھری صاحب کے سب گھر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والے گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ اگر روح روحوں میں نہ ملی تو ہم پر کوئی وبال ضرور آئے گا۔ میاں جی جس طرح ہوسکے روح کو روحوں سے ملا دو۔ میاں جی نے پھر بہت کچھ پڑھا اور ہاتھ اٹھا کر منہ پر نہ پھیرے، یونہی چھوڑ دیا۔ روح روحوں میں نہیں ملنا چاہتی، میاں صاحب نے کہا۔ سب گھر والے پریشان ہوگئے اور رو رو کر کہنے لگے کہ میاں جی اللہ کے واسطے روح ملانے کی کوشش کرو۔ پھر میاں جی نے کچھ پڑھا اور آسمان کی طرف دیکھا اور کہا چودھری صاحب کی روح کہتی ہے کہ اس کے ختم میں جب تک اعلیٰ نسل اور صحت مند بھینس لا کر نہ رکھو گے میں روحوں میں نہیں ملوں گی۔ گھر والے میاں صاحب کی فرمائش کے مطابق ایک صحت مند نوجوان اچھی نسل کی دودھ دینے والی بھینس کھول کر لے آئے اور اسے ختم کی دوسری چیزوں میں شامل کر دیا۔ اس بار میاں جی نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور جلد ہی خوشی سے منہ پھیر کر کہا: مبارک ہو، روح روحوں میں مل گئی ہے۔ گھر والے بہت خوش ہوئے اور ختم کی سب چیزیں اٹھا کر مع بھینس میاں صاحب کے گھر چھوڑ آئے۔ قرآن مجید نے سچ کہا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (التوبۃ: ۳۴)

''اے ایمان والو! یقیناً بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کے مال باطل طریقہ پر کھا جاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔''

عیسائیت کی پاپائیت، ہندوؤں کی برہمنیت اور مسلمانوں کی ملائیت تینوں کا ایک ہی مزاج ہے۔ سچ ہے:

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرا

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رمضان المبارک کی فضیلت

حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

ماہ رمضان کے استقبال میں اور اس کی خصوصیات و فضائل کے ذکر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی یہ حدیث عموماً بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ ایسا مہینہ جس میں ایک رات (شب قدر) ہے جو اپنے فضائل و برکات کے لحاظ سے ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو فرض کیا ہے اور اس کی رات کے قیام (تراویح) کو نفل ٹھہرایا ہے جس نے اس مہینہ میں کسی نیکی کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کیا وہ ایسا ہے جیسے کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا ہو۔ اور جس نے اس ماہ میں ایک فرض ادا کیا ہو وہ ایسا ہے جیسے کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے ہوں۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ کہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کا مہینہ ہے، اس میں روزہ دار کی روزی بڑھا دی جاتی ہے۔ جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا اس کے لیے یہ عمل بخشش اور جہنم سے رہائی کا ذریعہ ہوگا اور روزہ دار کے مثل اس کو ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کا ثواب کچھ کم کیا جائے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہی ثواب اس کو بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو آسودہ کیا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک قطعاً پیاس نہ لگے گی۔ اس مہینہ کا پہلا حصہ رحمت الٰہی کا موجب، درمیانی حصہ باعث مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا سبب ہے اور جس نے اس ماہ میں اپنے خادم کی محنت ومشقت میں تخفیف کی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور اسے جہنم سے نجات دے گا۔"

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے بعض راویوں پر جرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لیس یروی ھٰذا من وجہ یثبت

"یہ حدیث کسی ثابت طریق سے مروی نہیں ہے۔"

اس حدیث کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے جو ضعیف ہے اور اس کا شاگرد یوسف بن زیاد ہے جو اس سے زیادہ ضعیف ہے اور اس کی متابعت ایاس بن ابی ایاس نے کی ہے جو مجہول ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۲۰۲/۳، طبع پاکستان)

مشکوٰۃ میں اوپر ذکر کی ہوئی حدیث سلمان کے بعد حضرت ابن عباس سے مروی یہ حدیث منقول ہے کہ ماہ رمضان میں اللہ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے ہیں اور ہر سائل کو عطا کرتے ہیں۔

علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی تعلیق مشکوٰۃ (۶۱۳/۱) میں اس حدیث کی بابت لکھا ہے کہ اسنادہ ضعیف جدا اس کی سند بہت ضعیف ہے اور مشکوٰۃ میں اس ذکر کردہ حدیث ابن عباس کے بعد ابن عمر سے مروی یہ حدیث مذکور ہے جو رمضان کے فضائل میں عموماً بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رمضان کے لیے جنت شروع سال سے آخر سال تک سنواری جاتی ہے جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش معلی کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جو جنتی درختوں کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتوں سے لگتی ہوئی حوران بہشتی پر سے گزرتی ہے تو وہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرنے لگتی ہے کہ خدایا اپنے بندوں میں سے ہمارے لیے خاوند مقرر فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سب سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

اس حدیث کی حالت بھی بڑی سقیم ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مرعاۃ شرح مشکوٰۃ۔

رمضان کی فضیلت میں صحیح احادیث کا خاصا ذخیرہ ہے اس کی فضیلت بتانے کے لیے ضعیف روایات کا سہارا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

افطار کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ. (ارواء الغلیل ۴/۳۶-۳۹)

جس حدیث میں یہ دعا منقول ہے، وہ ضعیف ہے، بلکہ یہ دعا پڑھنی چاہیے:

ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ.

(ابو داؤد ۲/۲۷۸، رقم الحدیث ۲۳۴۸، مستدرک ۱/۴۲۲، دار قطنی ۲/۱۸۵)

''پیاس دور ہوگئی رگیں تر ہوگئیں اور اجر وثواب انشاء اللہ متحقق ہوگا۔''

شب قدر کی فضیلت

رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات شب قدر ہے۔ شب قدر کی بڑی فضیلت ہے۔ اسی رات میں قرآن اتارا گیا۔ شب قدر کو تلاش کرنے اور اس میں جاگ کر عبادت ودعا کرنے کا حکم ہے۔ شب قدر اکیس ۲۱ تیئس ۲۳ پچیس ۲۵ ستائیس ۲۷ اور انتیس ۲۹ رمضان کی راتوں میں سے کسی ایک میں آتی ہے۔ اس لیے ان طاق راتوں میں قرآن مجید کی تلاوت اور تسبیح وتہلیل، مناجات، دعا اور عبادت میں ان قیمتی لمحات کو صرف کرنا چاہیے اور اس کا حال یہ ہونا چاہیے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ کسی سے کام نہ واسطہ مجھے کام تیرے ہی کام سے
ترے ذکر سے تری فکر سے تری یاد سے ترے نام سے

ہمارے بعض مسلمان بھائی صرف ستائیس کی شب کو عبادت کے لیے مخصوص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شب قدر صرف ستائیسویں رات ہے حالانکہ ستائیسویں کی شب کا کوئی تعین نہیں، نہ شب قدر اس کے ساتھ مختص ہے۔ اس لیے رضائے مولیٰ وحصول فضائل کے لیے رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں جاگنا اور ان کو ذکر وعبادت تلاوت قرآن ودعا وغیرہ میں بسر کرنا چاہیے۔

تراویح کی غلطیاں

ماہ رمضان کی راتوں میں نماز تراویح سنت ماثورہ ہے۔ عام مسجدوں میں بہت سے ناواقف امام اسے اتنی جلدی جلدی پڑھتے ہیں کہ نماز کے ارکان میں خلل پیدا ہو جاتا ہے مثلاً رکوع وسجدے میں اطمینان نہیں ہوتا اور قرأت میں حروف ادا نہیں ہوتے۔ اب تو فیشن بن گیا ہے اور حفاظ کرام میں دوڑ ہوتی ہے کہ کون کتنے دن میں قرآن ختم کرے گا۔ کوئی امام صاحب پانچ دن میں پورا قرآن ختم کر ڈالتے ہیں، کوئی دس دن میں، کوئی پندرہ دن میں جب کہ حدیث میں آتا ہے کہ رکوع وسجدے اطمینان وسکون سے ادا کیے جائیں اور قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ جلدی جلدی قرآن پڑھنے سے شیطان عبادات کا اجر ضائع کرانے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے مصلّی پر واجب ہے کہ نماز کی ظاہری صورت یعنی قرأت، قیام، رکوع وسجدہ وغیرہ اطمینان سے کرے اور ساتھ ہی اس کی باطنی صورت یعنی خشوع، دل کی حضوری، کمال اخلاص اور قرأت ودعا پر غور وفکر کا پورا لحاظ رکھے۔

جمعۃ الوداع کی فضیلت اور قضائے عمری

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ بعض مسلمان جو پورے سال عشر وزکوۃ صدقہ وخیرات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذکر و عبادت سے کوسوں دور رہتے ہیں اور پورے ماہ رمضان میں روزے نہیں رکھتے ہیں، وہ کم از کم جمعۃ الوداع کے دن ضرور روزہ رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض مسلمان جو کبھی فرض نمازوں کی پابندی نہیں کرتے، وہ اس روز پانچوں وقت کی فرض نمازیں باجماعت پڑھتے نظر آئیں گے۔ اس اچانک اور یک روزہ تبدیلی کی وجہ جمعۃ الوداع کی مصنوعی اور خودساختہ فضیلت کی تشہیر ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ کے بابت غازی عزیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حق ہے کہ ہفتہ کے تمام دنوں میں یوم الجمعہ کو خصوصی فضیلت واہمیت حاصل ہے[1] جیسا کہ بیشتر احادیث میں وارد ہے۔ بعض جگہ اسے افضل الایام[2] بعض جگہ سید الایام[3] اور بعض جگہ خیر یوم طلعت علیہ الشمس[4] وغیرہ کہا گیا ہے۔'' (ماہنامہ محدث بنارس، ۱۹۸۸ء)

ماہ رمضان میں جتنے ایام جمعہ پڑتے ہیں ان کی فضیلت دوسرے مہینوں میں پڑنے والے ایام جمعہ سے اس لحاظ سے تو برتر ہوسکتی ہے کہ ماہ صیام میں خود انتہائی بابرکت بلکہ

---

[1] زاد المعاد لامام ابن قیم الجوزیہ ۱/۲۰، طبع مطبعۃ السنۃ المجدیۃ بمصر۔

[2] صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ للالبانی ۱/۲۷۴، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ۴/۴ کشف الخفا للعجلونی ۱/۱۷۷، المعجم الکبیر، للطبرانی بحوالۂ مجمع الزوائد ۲/ ۱۶۵، سنن ابی داؤد، مع عون المعبود ۱/ ۴۰۵، صحیح مسلم ۳/ ۶، المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۲/۵۴۴، مسند احمد ۲/ ۴۵۷۔

[3] المعجم الکبیر للطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد للھیثمی ۲/۱۶۴

[4] فتح الباری ۸/۲۷۱، صحیح مسلم کتاب الجمعۃ، حدیث ۱۷-۱۸، سنن أبی داؤد مع عون المعبود ۱/۴۰۴، جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۱/۳۵۴-۳۵۵، سنن نسائی مع تعلیقات السلفیہ ۱/۱۶۲-۱۶۸، سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، مسند احمد ۲/۲۷۲، مسند طیالسی، حدیث ۲۳-۳۱-۶۲، وصحیح ابن حبان بحوالہ زاد المعاد لابن قیم الجوزیہ ۱/۲۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی زبان میں اول عشرہ سراپا رحمت دوسرا سراپا مغفرت اور آخری عشرہ سراپا نجات ہوتا ہے۔ پس اس ماہ مبارک میں پڑنے والے ایام جمعہ میں یوم الجمعہ کی اپنی اور ماہ رمضان کی اضافی فضیلتیں اور برکات یکجا ہوجاتی ہیں۔ مگر ماہ صیام میں پڑنے والے کسی ایک جمعہ کو دوسرے جمعہ پر فضیلت دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو فضیلت ماہ رمضان میں پڑنے والے جمعہ کو حاصل ہے وہی آخری جمعہ (جمعۃ الوداع) کو یکساں طور پر حاصل ہے۔

قضائے عمری کے اس تصور کی ابتدا کب کہاں اور کس طرح اور کس کے ہاتھوں میں ہوئی یہ قطعیت کے ساتھ کہنا تو مشکل ہے، لیکن اگر اسلام اور اسلامی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف عہد رسالت، عہد خلفائے راشدین، عہد صحابہ اور تابعین بلکہ اسلام کی اولین چھ صدیوں میں اس کا کہیں سراغ نہیں ملے گا، چناں چہ ان روایات کے قطعی طور پر باطل اور موضوع ہونے کا اعتراف خود مسلک حنفیہ کے بعض اکابر و اساطین نے بھی اپنی تصانیف میں کیا ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس سلسلہ کی پہلی روایت اس طرح ہے:

من صلی فی آخر الجمعة من رمضان الخمس الصلوٰت المفروضة فی الیوم واللیلة قضت عنه ما أخل به من صلاة سنة.

”جو کوئی رمضان کے آخری جمعہ میں شب و روز کی پانچوں فرض نمازیں پڑھ لے تو اس پر سے سال بھر میں چھوٹی ہوئی تمام نمازیں معاف ہوجاتی ہیں۔“

علامہ محمد شوکانی (۱۲۵۰م) مذکورہ بالا روایت کے متعلق **الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ** میں تحریر فرماتے ہیں:

”اس امر میں کوئی اشکال نہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ احادیث موضوعہ پر تصنیف کی جانے والی کتب میں سے مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں ملتا، لیکن ہمارے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عصر میں شہر صنعاء کے فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث بہت شہرت یافتہ ہے۔ اوران میں کثیر تعداد اس پر عمل پیرا بھی ہے مجھے علم نہیں کہ کس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے، فقبح الله الكاذبين۔" (الفوائد المجموعة للشوكاني، ص ۵۴. طبع مطبعة السنة المحمدية بمصر ۱۹۷۸ء)

اب اس سلسلہ کی دوسری حدیث اس طرح ہے:

من قضى صلاة من الفرائض فى آخر جمعةٍ من شهر رمضان كان ذلك جابرا لكل صلاة فائتة فى عمره الى سبعين سنة.

"جو شخص ماہ رمضان کے آخری جمعہ میں کوئی فرض نماز پڑھ لے تو وہ اس کی عمر بھر میں ستر سال تک چھوٹی ہوئی نمازوں کو جوڑنے والی ہوگی۔" (یعنی ان سب کے بدلے کافی ہوگی)

اس روایت کے متعلق علامہ نور الدين على بن محمد سلطان الحنفى المعروف بالملا على قارى، "الاسرار المرفوعة فى اخبار الموضوعة" المعروف بالموضوعات الكبرىٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ قطعی طور پر باطل ہے اور یہ اجماع کے قطعی منافی ہے کیونکہ عبادات میں سے کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو کئی سال کی عبادت کے قائم مقام ہو سکے۔ صاحب النہایہ یا مصنف شرح ہدایہ کا اس کا نقل کرنا معتبر نہ ہوگا، کیونکہ وہ محدثین میں سے نہیں ہیں اور نہ انھوں نے مخرجین میں سے کسی کی طرف اس حدیث کی سند و نسبت بیان کی ہے۔"

(الاسرار المرفوعة للقارى ص ۲۴۲، طبع دار الكتب العلمية بيروت ۱۹۸۵ء)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی نے كشف الخفاء ومزيل الالباس عما أشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس (۲/۳۵۷) میں ملا علی قاری کی مذکورہ عبارت نقل کرتے ہوئے ان سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔

علامہ محمد درویش حوت البیروتی "اسنى المطالب فى احاديث مختلفة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المراتب" میں فرماتے ہیں: "اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔"

(اسنی المطالب للحوت بیروتی، ص ۳۰۵، طبع دار الکتاب العربی ۱۹۸۳ء)

شاہ عبدالعزیز دہلوی اس روایت کو عقل ونقل اور قواعد شرعیہ کے خلاف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "واضح رہے کہ حدیث کے موضوع اور راوی کے جھوٹے ہونے کی چند علامات ہیں۔ روایت عقل وشریعت کے مقتضی کے خلاف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کرتے ہوں، جیسا کہ قضائے عمری یا اسی قسم کی اور باتیں الخ۔"

(العجالة النافعة للشيخ دهلوى بحوالة الآثار المرفوعة، ص ۸۵)

مولانا عبدالحئی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

"ملا علی قاری نے اپنی موضوعات الصغریٰ والکبریٰ میں اسے قطعی باطل قرار دیا ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاری کی مندرجہ بالا مکمل عبارت نقل فرماتے ہیں۔"

پھر تھوڑا آگے چل کر مزید تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے اوراد و وظائف کی کتب میں مختلف، مختصر اور مطول الفاظ کے ساتھ پائی جانے والی اس حدیث کے وضع کیے جانے کے ثبوت میں دلائل عقلیہ ونقلیہ کو جمع کرتے ہوئے ایک مستقل رسالہ بعنوان "ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعه رمضان" لکھا ہے جو لائق مراجعت ہے۔" (الآثار المرفوعة للكهنوى ص ۸۵-۸۶)

محدث دوراں علامہ ناصر الدین البانی نے ملا علی قاری اور مولانا عبدالحئی لکھنوی کی مندرجہ بالا تنقیدی عبارات کو نقل فرمانے کے بعد اس حدیث کو موضوع بلکہ باطل قرار دیا ہے۔ (صفة الصلاة النبى ﷺ للالبانى، ص ۱۵)

پس ثابت ہوا کہ جمعۃ الوداع کے دن قضائے عمری کا افسانہ قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔ علماء حنفیہ کی بعض کتب میں اس کا تذکرہ امت کے لیے کسی طرح حجت نہیں بن سکتا، کیونکہ مشہور امر ہے کہ ہمارے فقہا احادیث کی پرکھ اور نقل اخبار میں انتہائی تساہل واقع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں۔ اسی باعث فقہ کی شاید کوئی بھی ایسی کتاب موجود نہ ہو جسے ضعیف اور موضوع احادیث سے پاک کہا جا سکے۔

اس تلخ حقیقت کا اعتراف خود مولانا عبدالحئی لکھنوی نے فقہ حنفی کی کتب کے مراتب اور ان میں سے کن کتب پر اعتماد کیا جائے اور کن پر نہیں، بیان کرتے ہوئے ان الفاظ میں کیا ہے:

''ہم نے مصنفات کی ترتیب کا جو ذکر کیا ہے تو وہ بحسب مسائل فقیہہ ہے بحسب احادیث نبویہ نہیں ہے، کیونکہ کتنی ایسی معتمد کتب ہیں جن پر ہمارے فقہاء نے اعتماد کیا ہے اور وہ احادیث موضوعہ سے پاک بھی ہوں۔ یہی حال فتاویٰ کا بھی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں ہمیں وسعت نظر سے کام لینا چاہیے کیونکہ ان مصنفات کے تصنیف کنندگان ہوسکتا ہے (علم فقہ) میں کامل ہوں (حق یہ ہے کہ وہ) نقل اخبار میں متساہل تھے...الخ۔''

(النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر للعلامة لکھنوی، ص ۱۲۲-۱۲۳)

مکہ و مدینہ میں رمضان کی فضیلت

جن مقامات، ایام یا اعمال کی فضیلت احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتی ہے ان کی بابت عموماً غیر صحیح روایات کا بھی ذخیرہ ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو اس وقت تک آسودگی نہیں ہوتی ہے جب تک گھڑنے والے ان کی بابت مزید فضائل پر مشتمل کچھ احادیث اپنی طرف سے بیان نہ کردیں۔

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی فضیلت میں کسی کلام کی گنجائش نہیں، لیکن ان کے سلسلے میں مروی مندرجہ ذیل روایات صحیح نہیں ہیں۔

(۱) من ادرک رمضان بمکة فصام وقام منه ما تیسر له کتب الله له مائة الف شهر رمضان فیما سواها و کتب الله له بکل یوم عتق رقبة و کل لیلة عتق رقبة و کل یوم حملان فرس فی سبیل الله وفی کل یوم حسنة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفی کل لیلۃ حسنۃ. (سنن ابن ماجه کتاب المناسک باب صیام شهر رمضان بمکۃ ۲/ ۱۰۴۱، رقم الحدیث ۳۱۱۷)

''جس نے مکہ مکرمہ میں رمضان پایا اور روزہ رکھا اور قیام اللیل کیا جتنا اسے میسر ہوا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ کے سوا کسی دوسرے مقام میں ایک لاکھ ماہ رمضان کے صیام وقیام کا جو ثواب ہوتا ہے وہ لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر دن ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب، ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھ دیتا ہے۔''

اس حدیث کو ابن ماجہ نے عن عبدالرحیم زید العمی عن ابیه عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

محدث دوراں شیخ البانی فرماتے ہیں:

''یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا سبب اس حدیث کا راوی عبدالرحیم بن زید العمی ہے، اس کو یحییٰ بن معین نے کذاب خبیث اور نسائی نے لیس ثقة ولا مامون کہا ہے۔ ابن عباس نے کہا ہے کہ یہ شخص اپنے باپ کے حوالہ سے عجیب وغریب حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے ''کتاب العلل'' میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اور عبدالرحیم بن زید متروک الحدیث ہے۔''

(ضعیفه للالبانی حدیث ۸۳۲، بحواله ضعیف و موضوع روایات، ص ۷۹)

(۲) رمضان بالمدینة خیر من الف رمضان فیما سواها من البلدان والجمعة بالمدینة خیر من الف جمعة فیما سواها من البلدان.

''مدینہ منورہ کا رمضان بہتر ہے اس کے سوا مقامات کے ایک ہزار رمضان سے اور مدینہ منورہ کا ایک جمعہ بہتر ہے اس کے سوا مقامات کے ہزار جمعہ سے۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث باطل ہے اسے طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں عبداللہ بن کثیر بن جعفر ہے جو متکلم فیہ ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ذہبی اس حدیث کو میزان الاعتدال میں ذکر کر کے فرماتے ہیں:

''پتہ نہیں ہے یہ (عبداللہ بن کثیر) کون شخص ہے اور یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی اسناد تاریک ہے۔ اس حدیث کو اس شخص سے روایت کرنے میں عبداللہ بن ایوب المخز می منفرد ہیں۔ اس حدیث کو ضیاء الدین مقدسی نے اپنی کتاب ''المختارة'' میں نقل کر کے اچھا نہیں کیا۔''

حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں بھی ذہبی کا یہ قول بطور تائید باقی رکھا ہے۔

اس حدیث کو سیوطی نے ''جامع الصغیر'' میں طبرانی اور ضیاء کے حوالے سے نقل کیا ہے جس پر مناوی نے تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن کثیر ہے جو کہ ضعیف ہے۔

ابونعیم نے اخبار ''اصبھان'' میں اس کی ایک شاہد ذکر کی ہے مگر اس کی سند بھی بہت سقیم ہے اور ابن عساکر نے بھی اسے ذکر کیا ہے مگر اس کی سند میں کذاب اور واضع الحدیث راوی بھی ہیں۔ البتہ ابن عساکر والی روایت میں یہ ٹکڑا بھی ہے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صلاۃ فی مسجدی کالف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام.

''میری مسجد (مسجد نبوی) کی ایک نماز مسجد حرام کو مستثنیٰ کر کے باقی مساجد کی ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔'' (یہ حدیث بخاری ومسلم متعدد کتب احادیث میں ہے)

مذکورہ روایات پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو: سلسلة الاحادیث الضعیفة، حدیث نمبر ۸۳۱۔

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ شوال کی بدعات

بعض مسلمان ماہ محرم اور ماہ صفر کی طرح ماہ شوال میں بھی شادی نہیں کرتے ہیں اور نہ خوشی مناتے ہیں۔ محض اس شبہ کی بنا پر کہ ماہ شوال میں شادی دو عیدوں کے درمیان پڑتی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے دور جاہلیت کی اس رسم بد کو مٹانے کے لیے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں شادی کی اور رخصتی کرائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ خوش نصیب ہوں، اس لیے اگر شوال میں شادی ورخصتی کی جائے تو فضیلت سے خالی نہیں۔ اسلام کی نظر میں کوئی دن، تاریخ، مہینہ اور ساعت منحوس نہیں، ایسا عقیدہ رکھنا خلاف شرع ہے۔ بعض لوگ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد امام اور نماز میں شامل دوسرے حضرات سے سلام ومصافحہ کرتے ہیں اور بالخصوص نماز عیدین کے بعد تو عید کی مبارکبادی کا سلسلہ مصافحہ ومعانقہ سے شروع کرتے ہیں۔ یہ صریح بدعت ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا البتہ بوقت ملاقات سلام ومصافحہ کرنا احادیث سے ضرور ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت قرآن وحدیث میں آئی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۝ (النور:٦١)

''پس جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے اہل وعیال اور اقرباء ودوست احباب کو سلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرلیا کرو یہ اللہ کی طرف سے بہترین اور بابرکت سلام (اور ہنسی خوشی سے رہنے کی دعا) ہے۔''

ارشاد نبوی ﷺ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار مجھ سے فرمایا: اے انس کامل وضو کیا کرو اس کی برکت سے عمر میں اضافہ ہوگا اور میری امت کے جس شخص سے ملو اس کو سلام کرو، اس سے تمہاری نیکیاں بہت ہو جائیں گی اور جب اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں پر سلام کرو اس سے تمہارے گھر میں بڑی بھلائی ہوگی۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب افشاء السلام من الاسلام، ۱/۱۰۳)

اور فرمایا: ''جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو علیحدہ ہونے سے پہلے ان دونوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

(سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المصافحة، ۴/۳۵۴)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مصافحہ و معانقہ کرنا ملاقات کے وقت ہے۔ عیدگاہ میں نماز کے بعد خصوصی مصافحہ و معانقہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین سے اور نہ ائمہ اسلام سے۔ تمام فقہائے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے:

یکرہ المصافحه بعد الصلاة لکل حال لأنّ الصحابة ما صافحوا ولانها من سنن الروافض. (مجالس الابرار، ص ۲۱)

''نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ صحابہ کرام نے نہیں کیا اور اس وجہ سے کہ یہ رافضیوں کی بدعت ہے۔''

شاہ محمد اسحاق دہلوی نے بھی نماز عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنے کو بدعت لکھا ہے۔ (مائة مسائل، ص ۲۴)

مولانا کفایت اللہ دہلوی تحریر فرماتے ہیں: ''نماز جمعہ و عیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور اس کو اس وقت کی خاص سنت سمجھنا مکروہ ہے۔'' (کفایت المفتی ۳/ ۲۳۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عید ملن

رہا مسئلہ عید مبارکباد و عید ملن کی مجلس رچانا تو عید گاہ میں ایک راستہ سے جانا اور راستہ بدل کر آنا سنت ہے۔ اگر راستے میں دوست، احباب اور رشتہ دار سے ملاقات ہو تو سلام و مصافحہ کر کے ان الفاظ میں مبارکباد پیش کریں۔ تقبل اللّٰہ منا و منک.

یہ ہے عید ملن اور دینی اخوت و محبت کا اسلامی طریقہ اس کے علاوہ دور حاضر میں عید ملن کا جو چلن ہے وہ سنت کے خلاف ہے۔ اسی طرح افطار پارٹی جس میں مسلم و غیر مسلم روزہ دار و غیر روزہ دار سبھی کو دعوت دی جاتی ہے، وہ سنت کے خلاف ہے۔

فول ڈے

ساری دنیا میں لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے یکم اپریل کو فول ڈے منایا جاتا ہے جس کا اسلام سے ادنیٰ بھی تعلق نہیں، یہ صرف کافروں کی نقالی ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں نے بھی اسے اپنا لیا ہے، حالانکہ یہ گناہ کا کام ہے مسلمان جس عمل پر لعن طعن کرتے تھے بعد میں خود بھی اسی میں مبتلا ہو گئے اور ہر سال یکم اپریل کو جھوٹ بولنے کا موقع قرار دے دیا۔ اسلام صرف استثنائی صورتوں میں ہی غلط بیانی کی اجازت دیتا ہے۔ مسلمانوں کو صرف جنگ کے دوران غلط بیانی کی اجازت ہے، جو لوگوں کے درمیان مفاہمت کا سبب بن سکے یا جھوٹ صرف اس وقت بولا جا سکتا ہے جب میاں بیوی کے درمیان اتفاق و مفاہمت کرانا مقصود ہو۔

مسلمانوں کو فول ڈے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ صرف کافروں کی نقالی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے غیروں کی نقالی سے منع فرمایا ہے۔

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ ذی الحجہ کی بدعات

قربانی کی فضیلت میں احادیث مرویہ

عید قرباں کے مہینے میں قربانی کی فضیلت کے تعلق سے کئی ایک احادیث دینی تحریروں اور تقریروں میں پیش کی جاتی ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند احادیث کی استنادی حیثیت واضح کی جارہی ہے۔

(۱) صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! ما هذه الاضاحی؟ اے اللہ کے رسول! یہ قربانیاں جو کی جاتی ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سنة ابیکم ابراهیم علیه السلام. تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے سوال کیا: فمالنا فیها یا رسول الله؟ پھر ہم کو اس میں کیا ملے گا اے اللہ کے رسول! فرمایا "بکل شعرة حسنة" ہر بال کے عوض ایک نیکی، صحابہ نے کہا بھیڑ کی، اون کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بکل شعرة من الصوف حسنة، اون کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث کو احمد وابن ماجہ نے روایت کیا ہے، نیز اسے بیہقی وحاکم وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے، مگر حافظ منذری الترغیب والترھیب میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رواه ابن ماجة والحاكم وغيرهما كلهم عن عائذ الله عن أبی داؤد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عن زید بن ارقم وقال الحاکم صحیح الاسناد بل واھیة عائذ الله هو المجاشعی وابو داؤد هو نفیع بن الحارث الاعمی وکلاهما ساقط.

"منذری نے حاکم کے اس دعوی کو کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ صحیح الاسناد نہیں بلکہ واہی الاسناد ہے، اس کی سند میں عائذ اللہ المجاشعی وابوداؤد نفیع بن الحارث الاعمی ہیں جو دونوں ساقط الاعتبار ہیں۔"

امام ذہبی نے بھی حاکم کے اس دعویٰ کو رد کر دیا ہے۔ عائذ اللہ کے بارے میں امام ذہبی نے ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور ابو داؤد نفیع بن الحارث کی بابت امام ذہبی فرماتے ہیں: یضع. "وہ احادیث گھڑتا ہے۔"

ابن حبان فرماتے ہیں: لا تجوز الروایة عنه. "اس سے روایت لینی جائز ہی نہیں ہے۔" (مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح باب فی الأضحیة حدیث نمبر ۲۳، والضعیفة للألبانی، حدیث نمبر ۵۲۷)

(۲) قربانی کی فضیلت میں یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم... الخ. (الحدیث)

"عید قرباں کے دن انسان کا سب سے محبوب عمل اللہ کے نزدیک قربانی کرنا ہے۔ قیامت کے دن وہ قربانی کیے ہوئے جانوروں کی سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور بیشک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنا مقام پالیتا ہے، لہٰذا لوگو! خوشی خوشی قربانی کرو۔"

اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ وحاکم وبیہقی نے اور بغوی نے بھی شرح السنہ میں روایت کیا ہے اور ان سب کی روایت ابوالمثنی سلیمان بن یزید عن ہشام بن عروہ عن ابیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عن عائشہ کے طریق سے ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے، مگر امام ذہبی نے یہ کہہ کر اسے رد کر دیا ہے کہ "قلت سليمان واه و بعضم تركه" اور منذری نے حاکم کا رد کرتے ہوئے الترغیب والترہیب میں فرمایا: "وواه كلهم من طريق ابى المثنى وهو واه وقد وثق" اور بغوی نے کہا "ضعفه ابو حاتم جدا "اور امام بخاری نے فرمایا "وهو حديث مرسل لم يسمع ابو المثنى من هشام بن عروة" غرض یہ حدیث ضعیف بھی ہے اور مرسل بھی۔

(مرعاة المفاتيح باب الأضحية، حديث ۱۸، والضعيفة للألباني، حديث ۵۲۶)

ابن العربی نے اپنی شرح ترمذی میں فرمایا ہے:

ليس فى فضل الاضحية حديث صحيح.

"قربانی کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث صحیح مروی نہیں ہے۔"

ابن العربی کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد صاحب مرعاۃ المفاتیح فرماتے ہیں:

قلت الامر كما قال ابن العربى والله تعالىٰ اعلم.

(مرعاة المفاتيح باب الاضحية)

"صورت حال وہی ہے جو ابن العربی نے بیان فرمائی ہے۔"

لہٰذا آنحضور ﷺ کا یہ فرمان بسند صحیح مروی ہے:

ما من ايام العمل الصالح احب الى الله فيهن من هذهٖ الايام يعنى عشر ذى الحجة قالوا ولا الجهاد فى سبيل الله؟ قال ولا الجهاد فى سبيل الله الا رجلا خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلك بشى. (بخاری)

"عشرہ ذی الحجہ میں نیک عمل اللہ کو سب دن سے زیادہ محبوب ہیں لوگوں نے کہا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں مگر یہ کہ کوئی راہ خدا میں جان و مال لے کر گیا اور کچھ لے کر نہ لوٹا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) قربانی کی فضیلت میں یہ حدیث بھی مروی ہیں:

عظموا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم.

''اپنے قربانی کے جانوروں کی عظمت کا خیال رکھو بے شک وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔''

ایک روایت میں ''عظمو'' کے بجائے ''استفرهوا'' ہے یعنی عمدہ جانوروں کی قربانی کرو، لیکن یہ دونوں روایتیں غیر ثابت ہیں۔ پہلی روایت کی بابت علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

هذا حدیث غیر معروف ولا ثابت. یہ حدیث محدثین کے نزدیک نہ معروف ہے نہ ثابت ہے اور دوسری حدیث کی بابت شیخ البانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے۔ (الضعیفة للألباني، ج۱، حدیث نمبر ۷۴)

(۴) **من ضحّی طیبة بهانفسه محتسباً لاضحیته کانت له حجابا من النار.**

''جس نے خوش دلی سے رضاء الٰہی کی خاطر کارِثواب سمجھتے ہوئے قربانی کی اس کے لیے قربانی جہنم سے اوٹ بن جائے گی۔''

یہ حدیث موضوع ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسے طبرانی فی الکبیر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں سلیمان بن عمرو نخعی ہے جو کذاب ہے اور ابن حبان نے اس کے بارے میں فرمایا یہ بظاہر نیک آدمی تھا مگر جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

(الضعیفة للألباني ج۲، حدیث ۵۲۹، بحوالہ ضعیف وموضوع روایات، ص ۸۷)

قربانی کی فضیلت میں مروی احادیث جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کلام سے خالی نہیں ہیں مگر قربانی کی مشروعیت واہمیت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ بعض کبار صحابہ کے علاوہ ائمہ اسلام میں سعید بن مسیّب، علقمہ، اسود، عطاء، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور، ابن المنذر، ابویوسف، محمد، داؤد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ظاہری، بخاری وابن حزم واکثر اہل علم رحمہم اللہ کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے۔ امام احمد نے فرمایا: قدرت کے باوجود قربانی نہ کرنی مکروہ ہے۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ قربانی واجب ہے اور امام محمد اسے ایسی سنت قرار دیتے ہیں جس کو ترک کرنے کی رخصت نہیں ہے اور طحاوی بھی اسی کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں جو مقیم ہو اور نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ امام مالک، اوزاعی، ربیعۃ الرائے اور لیث نے بھی صاحب قدرت پر واجب قرار دیا ہے، البتہ ان لوگوں نے مقیم کی شرط نہیں لگائی ہے۔

علامہ شوکانی بھی وجوب کے قائل ہیں وہ اپنی کتاب "السیل الجرار" میں وجوب قربانی کے دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وبهذا تعرف ان الحق ماقاله الاقلون من كونها واجبة ولكن هذا الوجوب مقيد بالسعة فمن لاسعة له لا اضحية عليه.

''ان دلائل سے معلوم ہوا کہ کم تعداد اہل علم نے جو کہا ہے کہ قربانی واجب ہے تو یہی حق ہے مگر قربانی بشرط گنجائش وقدرت واجب ہے پس جس شخص کو قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔'' (مرعاۃ)

حجر اسود اللہ کا ہاتھ ہے

حج کے موضوع پر لکھی جانے والی بعض کتابوں اور تحریوں میں حجر اسود کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے "**الحجر الاسود يمين الله فى الارض يصافح بها عباده**" حجر اسود زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے، مگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی اسحاق بن بشیر کاہلی ہے جسے ابوبکر ابن ابی شیبہ وموسی بن ہارون وابوزرعہ نے جھوٹا قرار دیا ہے اور ابن عدی ودار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قطنی نے کہا ہے کہ اس شخص کا شمار ان لوگوں میں ہے جو حدیثیں گھڑا کرتے ہیں۔

ابن الجوزی نے اس حدیث کی بابت فرمایا: "حدیث لا یصح" یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن العربی نے کہا: "ھذا حدیث باطل فلا یلتفت الیه" یہ حدیث باطل ہے اور ناقابل التفات ہے۔

ابن فاعوس حنبلی نے اس حدیث کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے تو شیخ البانی فرماتے ہیں: جب یہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے تو اس کا مفہوم بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تفسیر و تاویل کی ضرورت تو صحیح حدیثوں کے لیے ہوتی ہے، غیر ثابت روایتوں کے لیے تو بس اس کے ضعف پر تنبیہ کر دینی کافی ہے۔ (الضعیفة، ج۱، ص۲۲۳)

حج اور زیارت قبر نبوی

مدینہ منورہ کا سفر اگر کوئی ثواب کی نیت سے کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے ارادے سے مدینہ شریف کا سفر کرے اور وہاں جائے تو مستحب ہے کہ قبر نبوی و مسجد قبا کی بھی زیارت کر لے، البتہ اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ حج کا کوئی تعلق مدینہ شریف کے سفر سے نہیں ہے اور یہ جو حدیث آئی ہے کہ من حج البیت ولم یرزنی فقد جفانی. "جس نے حج بیت اللہ کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔" تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے حافظ ذہبی، صنعانی، زرکشی، ابن الجوزی اور شوکانی سب نے موضوع قرار دیا ہے۔

اسی طرح یہ حدیث بھی موضوع ہے: "من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زار فی حیاتی" جس نے حج کیا پھر (مدینہ شریف جا کر) میری قبر کی زیارت کی میری موت کے بعد تو اس نے گویا میری زیارت کی میری زندگی میں۔" زیارت قبر نبوی سے متعلق یہ حدیث بھی موضوع ہے: من زارنی وزارا بی ابراھیم فی عام واحد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دخل الجنة. ''جس نے ایک سال کے اندر میری اور میرے باپ ابراہیم کی زیارت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' یہ اور اس طرح کہ سب حدیثیں غیر ثابت ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''زیارت قبر نبوی سے متعلق اس طرح کی سب حدیثیں ضعیف ہیں اور ان احادیث کو انھیں حضرات نے روایت کیا ہے جو ضعیف روایات نقل کرتے ہیں جیسے دارقطنی و بزار وغیرہ۔'' (الضعیفة، ج ۱، حدیث نمبر ۴۵ تا ۴۷)

حافظ عقیلی نے کہا: **لا یصح فی هذا الباب شیء** اس بارے میں کوئی بھی بات صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ نیز شیخ عبدالعزیز باز رحمہ اللہ زیارت قبر نبوی سے متعلق ان مرویات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فهذه الاحادیث واشباهها لم یثبت منها شئی عن النبی ﷺ.

''یہ اور اس موضوع کی اس جیسی دوسری حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔''

(التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرة والزیارة علی ضوء الکتاب والسنة، ص ۱۱۷)

پیدل سفر حج کی فضیلت

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ پیدل حج کیا جائے تو حج کا ثواب زیادہ ملتا ہے اور ان کے اس خیال کی بنیاد درج ذیل حدیثیں ہیں:

(۱) طبرانی نے **الکبیر** (۱۶۵/۳) میں اور ضیاء مقدسی نے **المختارة** (۲۰۴/۲) میں بطریق یحییٰ بن سلیم عن محمد بن مسلم الطائفی عن اسماعیل بن امیہ عن سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان للحاج الراکب بکل خطوة تخطوها راحلته سبعین حسنة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والماشی بکل خطوة یخطوھا سبع مائة حسنة.

"بے شک سواری پر سفر حج کرنے والے کو سواری کے ہر قدم کے عوض ستر نیکی ملتی ہے اور پیدل سفر حج کرنے والے کو ہر قدم کے عوض سات سو نیکی ملتی ہے۔"

مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ علامہ البانی فرماتے ہیں:

ھو ضعیف لا تقوم بہ حجة. (حجة النبی للألبانی)

"یہ حدیث ضعیف ہے اور قابل حجت نہیں ہے۔"

اس کی سند میں یحییٰ بن سلیم اور محمد بن مسلم طائفی راوی ہیں جن کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، نیز اس کی سند میں اور متن میں اضطراب ہے۔

(الضعیفة للألبانی، حدیث نمبر ۴۹۶)

(۲) دوسری حدیث جسے طبرانی نے 'الاوسط' (۱/۱۱۱-۱۱۲) میں محمد بن المحسن العکاشی عن ابراھیم عن ابی الواحد بن قیس کے طریق سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ فرمایا:

للماشی اجر سبعین حجة وللراکب ثلاثین حجة.

"پیدل سفر حج کرنے والے کو ستر حج کا ثواب ملتا ہے اور سواری پر حج کرنے والے کو تیس حج کا ثواب ملتا ہے۔"

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کا راوی محمد بن محسن العکاشی جو حقیقت میں محمد بن اسحاق بن ابراہیم ہے اور اپنے جد اعلیٰ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، واضع الحدیث اور کذاب ہے۔ اسے یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے کذاب اور امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے اور ابن حبان و دارقطنی نے اسے واضع حدیث قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے فرمایا:

شیخ یضع الحدیث علی الثقات لایحل ذکرہ الا علی سبیل القدح فیہ. اور دارقطنی نے فرمایا: متروک یضع. (تھذیب التھذیب)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ شخص ثقہ راویوں کے حوالہ سے گھڑتا تھا اس کا ذکر ہی جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر جرح مقصود ہو نیز یہ متروک واضع حدیث راوی ہے۔''

(۳) تیسری حدیث ہے: **من حج من مكة ماشيا حتى يرجع الى مكة كتب الله له بكل خطوة سبع مائة كل حسنة مثل حسنات الحرم قيل وما حسنات الحرم؟ قال لكل حسنة ماة الف حسنة.** (اخرجه الطبرانی فی الكبير (۳/۱۶۹) وفی الاوسط (۱/۱۱۲) والدولابی فی الكنى (۲/۱۳) والحاكم (۱/۴۶۱) والبيهقی (۱۰/۷۸) من طريق عيسیٰ بن سوادة عن اسماعيل بن أبی خالد عن زادان عن ابن عباس مرفوعا وقال الطبرانی لم يروه عن اسماعيل الاعيسی.)

''جس نے مکہ سے پیدل جا کر حج کیا اور پیدل ہی مکہ واپس ہوا اس کے لیے ہر قسم کے عوض اللہ تعالیٰ سات سو نیکیاں لکھتا ہے جن میں سے ہر نیکی حسنات حرم کے برابر ہوتی ہے۔ دریافت کیا گیا: حسنات حرم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: حسنات حرم والی ہر نیکی ایک لاکھ کے برابر ہوتی ہے گویا مکہ سے پیدل جا کر حج کرنے والے کو سات کروڑ نیکیاں ملتی ہیں۔''

مگر یہ حدیث ضعیف ہے، اگرچہ بعض حضرات نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کا راوی عیسیٰ بن سودہ بہت ضعیف ہے۔ اسے ابو حاتم اور امام بخاری نے منکر الحدیث اور یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے اور امام بخاری جسے منکر الحدیث کہتے ہیں اس سے روایت لینی جائز نہیں ہے، اس کی ایک متابع ہے مگر اس کی حالت بھی سقیم ہے۔

(الضعيفة للألبانی، حدیث نمبر ۴۹۵)

القصہ مختصر پیدل سفر حج کی فضیلت کے ثبوت پر مشتمل یہ سب روایتیں ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پیدل سفر حج کرنا افضل ہو، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر سفر حج فرمایا۔ اگر پیدل سفر حج افضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے لیے پیدل ہی سفر حج پسند فرماتا اور آپ اسی کو اختیار فرماتے مگر آپ ﷺ نے سواری پر حج کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور یقیناً رسول اللہ ﷺ کا اختیار فرمایا ہوا طریقہ ہی افضل و بہتر ہے۔ اسی بنا پر جمہور علماء کے نزدیک سواری پر سفر حج کرنا افضل ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

قال مالک و شافعی وجمهور العلماء الركوب افضل اقتداء النبی ﷺ ولانه اعون له علی وظائف مناسكه لانه اكثر نفقة وقال داؤد ما شیئا افضل المشقة وهذا فاسد لان المشقة ليست مطلوبة. (نووی شرح مسلم باب حجة النبی ا/۳۹۵، طبع هند بحواله ضعیف وموضوع روایات، ص۹۵)

"امام مالک وشافعی وجمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ سواری پر حج کرنا رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں افضل ہے اور اس لیے بھی کہ سواری ادائیگی حج میں معاون ہوتی ہے۔ نیز اس سے راہ خدا میں زیادہ خرچ کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ پیدل سفر حج افضل ہے کیونکہ پیدل سفر کرنے میں تکلیف ومشقت زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں یہ نظریہ فاسد ہے کیونکہ مشقت (عنداللہ) کوئی مطلوب شے نہیں ہے۔"

ہر حج حج اکبر ہے

عوام میں مشہور ہے کہ جس سال وقوف عرفہ (عرفہ میں ٹھہرنا) جمعہ کے دن واقع ہو صرف وہی حج اکبر ہے۔ قرآن وحدیث اور مفسرین کے اقوال کی روشنی میں اس کی کچھ اصلیت نہیں ہے۔

ہاں ایک ضعیف روایت میں جمعہ کے دن کے حج کی فضیلت آئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

افضل الایام یوم عرفة واذ وافق یوم جمعة فهو افضل من سبعين حجة فی غير يوم جمعة. (مجمع الزوائد ا/۱۶۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''طلحہ بن عبید اللہ بن کرز (تابعی) مرسل روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کا دن سب دنوں سے افضل ہے اور جب عرفہ ۹ر ذی الحجہ، جمعہ کے دن پڑے تو اس دن کا حج ستر حج سے ثواب میں بڑھ کر ہوتا ہے۔''

اس روایت میں جمعہ والے دن کے حج کی فضیلت ہی آئی ہے مگر یہ نہیں بتلایا گیا کہ اس کو حج اکبر کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ روایت مرسل ہے چنانچہ اس کا ذکر اثناء روایت ہی میں موجود ہے اور مرسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس راوی نے اس حدیث کو نہ تو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور نہ اس کو آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہے، اس لیے یہ حدیث ضعیف و ناقابل احتجاج ہے۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث بایں الفاظ یوں مذکور ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جمروں کے درمیان قربانی کے دن یعنی دسویں تاریخ کو ٹھہر گئے اور فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یوم النحر. قربانی کا دن ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔

الحاصل جمعہ کے دن کے حج کو حج اکبر کہنا درست نہیں ہے۔

محقق دوراں حافظ صلاح الدین یوسف فرماتے ہیں: (حاشیہ تفسیر احسن البیان ۲/۲۴۴)

صحیح بخاری و صحیح مسلم اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ یوم حج اکبر سے مراد یوم النحر ذی الحجہ کا دن ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۶۵۵، صحیح مسلم رقم الحدیث ۹۸۲، ترمذی رقم الحدیث ۹۵۷)

. اسی دن منیٰ میں اعلان برأت سنایا گیا۔ ۱۰ر ذی الحجہ کو حج اکبر کا دن اس لیے کہا گیا ہے کہ اس دن حج کے سب سے زیادہ اور اہم مناسک ادا کیے جاتے ہیں اور عوام عمرے کو حج اصغر کہا کرتے تھے، اسی لیے عمرے سے ممتاز کرنے کے لیے حج کو حج اکبر کہا گیا۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جو حج جمعہ والے دن آئے وہ حج اکبر ہے، یہ بے اصل بات ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد شفیع مفتی لکھتے ہیں:

''قرآنی اصطلاح میں ہر سال کا حج حج اکبر ہی ہے عوام میں جو مشہور ہو گیا کہ جس سالِ عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی حج حج اکبر ہے، اس کی اصلیت میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ اتفاقی طور پر جس سال رسول اللہ ﷺ کا حجۃ الوداع ہوا تھا اس میں عرفہ بروز جمعہ ہوا تھا۔ یہ اپنی جگہ فضیلت ضرور ہے، مگر اس آیت کریمہ:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ. (توبہ: ۳) کے مفہوم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

(معارف القرآن ۴/۳۱۴-۳۲۵)

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

''حج اکبر اس لیے کہا گیا ہے کہ عمرہ حج اصغر اور یوم حج، حج اکبر ہے۔ دسویں تاریخ عید الاضحیٰ کا دن یا نویں تاریخ عرفہ کا دن مراد ہے۔'' (تفسیر القرآن ۲/۱۴۵)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں:

''حج اکبر کا لفظ حج اصغر کے مقابلے میں ہے۔ اہل عرب عمرے کو چھوٹا حج کہتے تھے، اس کے مقابلے میں جو ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں ہوتا ہے، حج اکبر کہلاتا ہے۔''

(ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، ص۴۹۷)

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ علم غیب

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام علم فقط ذات الٰہی کے لیے خاص ہے، عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔ انبیاء کرام کو کسی بھی چیز کا علم اس وقت حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ ان پر وحی نازل نہ ہو جائے۔ انبیاء کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا اعتراف عظمت نہیں، بلکہ انتہائی گمراہی اور ضلالت ہے۔ سیرت رسول اللہ ﷺ کے واقعات وحقائق کے روشن دلائل کے خلاف ہے اور نہ صرف یہ کتاب وسنت کی مخالفت ہے بلکہ یہ فقہ حنفی کے بھی خلاف ہے۔

بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو ہر اس واقعہ کا علم ہے جو ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔ ان کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں، سارا عالم ان کی نظر کے سامنے ہے، وہ دلوں کے حالات جاننے والے، ہر راز سے باخبر اور تمام مخلوقات سے واقف ہیں۔ انھیں قیامت کا علم ہے اور آنے والے دن کے حالات کی اطلاع ہے، مادر رحم میں جو کچھ ہے اس سے آشنا ہوتے ہیں۔ ہر حاضر غائب پر ان کی نظر ہوتی ہے، غرضیکہ دنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ نگاہ اولیاء سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بریلوی حضرات کتاب وسنت کے برعکس یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء پیدائش کے وقت ہی عارف باللہ ہوتے ہیں اور علم غیب رکھتے ہیں۔ (مواعظ نعیمیہ لاحمد یار، ص۱۹۲)

ایک معتقد ارشاد فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں، یہ روح عرش اور اس کی بلندی وپستی دنیا وآخرت جنت ودوزخ سب پر مطلع ہے، کیونکہ یہ سب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی ذات جمع کمالات کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں: "جناب رسالت مآب ﷺ کا علم تمام معلومات غیبیہ ولدنیہ پر محیط ہے۔" (الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی نعیم الدین مرادآبادی، ص۱۴)

امام بریلویت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات پر جھوٹ باندھتے ہوئے فرماتے ہیں: "صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔" (خالص الاعتقاد، ص۲۸)

اب سنئے قرآنی آیات، جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، اس کی مخلوق کا کوئی فرد بھی اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں شریک اور ساجھی نہیں ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ (النمل: ٦٥)

"آپ کہہ دیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہے۔"

اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

(الفاطر: ۳۸)

"بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے وہ تو سینوں تک کی باتیں جانتا ہے۔"

اور فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

(الحجرات: ۱۸)

"یقیناً اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ ۝ (ھود: ۱۲۳)

"اور اللہ ہی کا ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور ہر معاملہ کو اسی کی طرف پلٹنا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے نبی کو حکم فرمایا:

اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَo(یونس: ۲۰)

’’غیب کا تعلق اللہ ہی سے ہے اچھا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔‘‘

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍo (انعام: ۵۹)

’’اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کی اس کے سوا کسی کو خبر نہیں اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے۔ جو پتّا بھی گرتا ہے اسے اس کی خبر رہتی ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی بھی دانہ اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو ایک واضح کتاب میں موجود نہ ہو۔‘‘

غیوب خمسہ کا علم

قرآن مجید کی صریح مخالفت کرتے ہوئے بریلویت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو ان پانچ مخفی امور کا بھی علم تھا، جو قرآنی آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌo (لقمان: ۳۴)

’’بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی پانی برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہوتا ہے، کوئی شخص نہیں جانتا کل وہ کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس زمین میں وہ مرے گا اللہ جاننے والا باخبر ہے۔‘‘

قیامت کب اور کس وقت آئے گی اللہ ہی جانتا ہے۔ علامات قیامت بتادی گئیں، مگر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقوع قیامت کا لمحہ صرف اللہ کو معلوم ہے۔ کرہ ارض پر بارش کب ہوگی کتنی اور کہاں ہوگی، یہ علم بھی اللہ ہی کو ہے، نہ نبی جانتا ہے، نہ ولی، نہ علماء اور نہ سائنسداں، محکمہ موسمیات ہوائی پیشین گوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ کہتے کچھ ہیں ہوتا کچھ ہے۔ یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا، کہ موت کہاں اور کب آئے گی اور کس عنوان سے آئے گی اور کس مقام پر آئے گی۔ ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے چاند کی تسخیر کا دعویٰ کرنے والے سائنس داں اور فلاسفر بھی موت کا علاج کیا تلاش کرتے، موت کا وقت بھی معلوم نہ کر سکے ؎

صدیوں فلاسفہ کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

قرآن مجید نے ان نظریاتی گمراہیوں کا سد باب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔ چابی نہیں چابیاں ہیں، مفتاح نہیں مفاتیح ہیں، تا کہ کوئی عجمی فنکار یہ نہ کہہ سکے کہ بڑی چابی تو اللہ کے پاس ہے، مگر چھوٹی چابیاں اللہ کے پیاروں کے پاس ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ جو کچھ صحراؤں میں ہے، دریاؤں میں ہے، خشکی میں ہے، تر میں ہے، بر میں ہے، بحر میں ہے اور کرۂ ارض پر ہے۔ درختوں سے جھڑنے والا کوئی پتّا ایسا نہیں جو اللہ کے علم میں نہ ہو۔ دھرتی کے سینے سے اگنے والا کوئی دانہ ایسا نہیں جو اس کے علم سے باہر ہو۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہے، اس کتاب مبین میں اس کا علم موجود ہے۔ گردش لیل ونہار اور سلسلہ خزاں و بہار زندگی کے ہنگاموں اور موت کے سناٹے پر صرف اسی مختار کل کا تصرف ہے اور وہ کون ہے، صرف اللہ ہی ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو علام الغیوب کہا وہ وحی کا منکر ہو گیا، جس نے پیغمبر کی بشریت وانسانیت کا انکار کیا وہ رسالت کا منکر ہو گیا، جس نے پیغمبر کو ہر جگہ ہر وقت موجود مانا (جیسے کہ اللہ ہے) وہ معراج کا منکر ہو گیا اور جس نے پیغمبر اقدس کو مختار کل مانا، وہ شفاعت کا منکر ہو گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلی وضاحت

وحی اللہ کی طرف سے پیغمبر کی طرف آفاقی علوم کی آمد کا ذریعہ ہے اور بتایا اسی کو جاتا ہے جو پہلے نہ جانتا ہو، قرآن مجید نے وضاحت کر دی:

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَاالْكِتَابُ وَالْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْراً نهدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا.

ہم نے آپ کو وہ باتیں بتائیں جنہیں آپ نہیں جانتے تھے۔ایمان وکتاب کو نور (روشنی) بنا کر ہم نے آپ کے قلب میں اتارا۔اب اگر کوئی کہے کہ نبی ﷺ کو اطلاع کی ضرورت نہیں کیوں کہ وہ عالم ماکان وما یکون ہے اور عالم الغیب ہے تو وحی کا انکار ہوا یا نہیں؟

دوسری وضاحت

مخلوق تین قسم کی ہیں: نوری، ناری اور خاکی۔نوریوں میں کوئی نبی یا رسول نہیں نوری تو انبیاء ورسل کے رضا کار اور خدام ہیں، ناریوں میں سے کسی کو نبوت ورسالت ہرگز نہیں ملی۔از آدم تا رحمۃ العالمین ﷺ جتنے بھی انبیاء ورسل آئے، سب خاکی مخلوق میں سے تھے یعنی اولاد آدم میں سے تھے۔اب اگر کوئی نبی ﷺ کی بے داغ بشریت وانسانیت کا انکار کرتا ہے تو گویا اس نے رسالت کا انکار کیا، کیونکہ کوئی غیر بشر نبی یا رسول بنایا ہی نہیں گیا۔

تیسری وضاحت

آنحضرت ﷺ مکہ میں ام ہانی کے یہاں آرام فرما تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کو عرش پر بلایا۔ جو پہلے فرش پر تھے وہ بحمد اللہ عرش پر پہنچے، جہاں نوریوں کے سردار کے پر جلتے ہیں، وہاں انسانوں کے سردار نے قدم رکھے۔اگر کوئی کہتا ہے کہ وہ تو ہر وقت ہر جگہ موجود تھے، ہیں اور رہیں گے تو معراج کا انکار ہو گیا جو ہر جگہ موجود ہو اس کا آنا کیا اور جانا کیا؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چوتھی وضاحت

اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ مختار کل ہیں (جیسا کہ اللہ کی ذات ہے) تو شفاعت کا انکار ہو گیا، کیونکہ جس کے پاس سب کچھ ہو وہ کیوں مانگے گا، حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ انکساری اور رقت سے معمور سجدہ فرمائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: سر اٹھاؤ تم مانگو میں عطا کروں۔ آپ ﷺ مانگنے والے ہیں، اللہ داتا ہے۔ مانگی وہ چیز جاتی ہے جو اپنے پاس نہ ہو اور جو چیز اپنے پاس موجود ہو اسے مانگا نہیں جاتا۔ اللہ کی اجازت کے بغیر تو شفاعت کا مجاز بھی کوئی نہ ہوگا۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. (المومن:١٦) کی صدائے جبروت گونج رہی ہوگی، لاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کا عالم ہوگا کہ ایسے میں رحمۃ للعالمین ﷺ شفاعت کا تاج پہن کر آئیں گے وہ اللہ سے التجا کریں گے اور اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے، لیکن اگر کوئی یہ کہے:

حضور ﷺ تو مختار کل ہیں تو فرمایئے شفاعت کا کیا مفہوم ہوگا؟

اسی طرح کی بہت سی آیات قرآنیہ ہیں اور حضور ﷺ نے اپنے فرمان میں واضح کر دیا ہے کہ یہ غیبی امور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔ چنانچہ مشہور حدیث جبرئیل علیہ السلام اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ؐ سے قیامت کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ نے جواب دیا: "ماالمسئول عنها باعلم من السائل وسأخبرک عن اشراطها واذا ولدت الامة ربها الخ" پھر آپ نے یہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ. (لقمان: ۳۴)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔ اللہ کے علاوہ ان کو کوئی نہیں جانتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۲) آنے والے کل کے واقعات؟ (۳) بارش کب ہوگی؟ (۴) موت کب اور کہاں آئے گی؟ (۵) قیامت کب قائم ہوگی؟

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۸/۶۵۹، رقم الحدیث ۴۷۷۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان والاسلام والاحسان ۱/۱۸۰-۱۸۱، رقم الحدیث ۶۵ ۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے:

(۱) وقت قیامت (۲) نزول بارش (۳) رحم مادر میں کیا ہے؟ (۴) واقعات مستقبل (۵) مقام موت۔ (مسند احمد، ابن کثیر، فتح الباری ۸/۶۶۰)

آیات قرآنیہ اور اس مفہوم کی بہت ساری احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں، مگر بریلوی حضرات تعلیمات نبویہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے بالکل اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں۔

احمد رضا خاں بریلوی غیوب خمسہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کو نہ صرف یہ کہ خود ان باتوں کا علم ہے بلکہ آپ جسے چاہیں عطا کر دیں۔" (خالص الاعتقاد بریلوی، ص۱۴)

ایک اور بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

"وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" سے مراد نبی ﷺ ہیں ہر چیز کو جانتے ہیں۔

(تسکین الخواطر کاظمی بریلوی، ص۵۲-۵۳)

ملاحظہ فرمائیے، قرآن مجید کی تحریف کرتے ہوئے ان مدعیان علم وفضل کو ذرا سا بھی خوف خدا محسوس نہیں ہوتا۔ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

غیوب خمسہ کا علم فقط نبی ﷺ تک محدود نہیں ہے، بلکہ آپ کی امت میں سے بہت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے دوسرے افراد بھی اس صفت الٰہیہ میں آپ کے شریک ہیں، چنانچہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نقل کرتے ہیں:

''قیامت کب آئے گی؟ پانی کب اور کہاں اور کتنا برسے گا؟ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ فلاں کہاں مرے گا؟ کل کیا ہوگا؟ یہ پانچوں غیب جو آیات کریمہ میں مذکور ہیں، ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ پر مخفی نہیں اور یہ چیزیں کیوں کر حضور ﷺ سے پوشیدہ ہو سکتی ہیں، حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ غوث کا کیا کہنا، پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہاں کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شئے انھیں سے ہے۔'' (خالص الاعتقاد، ص۵۳-۵۴) -**العیاذ باللّٰہ.**

ملاحظہ فرمایئے، حضور ﷺ عالم الغیب ہیں اور اس کی دلیل نہ قرآنی آیت نہ حدیث نبوی بلکہ دلیل اور حجت یہ ہے کہ اولیاء کرام کو غیب کا علم ہے اور چونکہ اولیاء غیب داں ہیں، اس لیے نبی کریم ﷺ بھی عالم غیب ہیں۔ یہ ہیں وہ منطقی دلائل جن پر ان کے عقائد کی تعمیر کھڑی ہے۔ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ۝ (العنکبوت: ۴۱) ''اور یہ حقیقت ہے کہ سب گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔''

کس قدر دکھ افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کی خرافات کی نشر و اشاعت کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے اپنے آپ پر علم و معرفت کا لیبل چسپاں کرنے میں ذرا سی بھی خفت محسوس نہیں کرتے، حالانکہ انبیاء و رسل کے واقعات و شواہد اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ انھیں غیب کا علم نہیں تھا۔ قرآن صاف صاف کہہ رہا ہے کہ غیب کی کنجیاں صرف اللہ کے پاس ہیں۔ خزانے بھی اسی کے پاس ہیں، کوئی اس کا کچھ بھی شریک نہیں۔ قرآن کے کتنے مقامات پر اللہ نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ کہہ دیں میں نہیں جانتا، مجھے غیب کا علم نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہوتا تو آپ ہر حادثے کا پہلے سے مداوا کر لیتے مگر آپ کے ستر صحابہ کو دھوکے سے لے جا کر شہید کیا گیا۔ آپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کو اس حادثہ سے گہرا صدمہ پہنچا آپ دھوکہ دے کر شہید کرنے والے افراد وقبائل پر بددعائیں کرتے رہے۔ (اگر آپ ﷺ کو پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ الزام آئے گا کہ آپ نے نعوذ باللہ قصداً ستر قرّاء کو شہید ہونے کے لیے بھیج دیا۔

غزوہ بنوالمصطلق ۵ھ سے واپسی کے موقع پر منافقین نے ابن اُبی کی قیادت میں طے شدہ منصوبہ کے تحت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف سنگین الزام لگایا۔ رسول اللہ ﷺ نہایت ہی افسردہ اور کبیدہ خاطر ہوکر حجرۂ عائشہ میں تشریف لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرے پر رنج واندوہ کے نقوش دیکھے، اجازت لے کر اپنے والدین کے پاس چلی آئیں کہ معلوم کریں کیا معاملہ ہے؟ صدیق اکبر کی آنکھیں اشکبار تھیں اور والدہ محترمہ غم سے نڈھال تھیں، ام مسطح کی زبانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین کے اس تازہ ترین حربے کا علم ہوا۔ شدت احساس میں بخار ہوگیا، مصلی اٹھایا گھر کے اس کونے کی طرف چل دیں، جہاں مکمل تنہائی تھی۔ ماں نے کہا بیٹی کدھر؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زاروقطار روتے ہوئے عرض کیا: اللہ کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے جارہی ہوں۔ اب وہی اس کیس کا فیصلہ فرمائے گا۔ آخر کار آپ ﷺ مہینہ بھر پریشان رہے تحقیق کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیات برأت نازل فرمائیں۔

اسی طرح حدیبیہ کے موقع پر شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی غلط خبر ملی۔ آپ ﷺ نے انتقام کے لیے بیعت لی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ پر جادو ہوا۔ یہ بات آپ کو اس وقت معلوم ہوئی جب فرشتوں نے اطلاع دی۔ مختلف موقعوں پر دشمنوں کی جاسوسی کے لیے صحابہ کو روانہ فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ دشمنوں کی نقل وحرکت اور منصوبوں کو جاننا چاہتے تھے، کیوں کہ آپ کو ان کا علم نہیں ہوتا تھا۔ کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ صحابہ سے پوچھا کس نے میرے پیچھے نماز میں جہراً قرأت کی؟ کس نے فلاں دعا پڑھی؟ کس نے چھینک آنے پر دوران صلوٰۃ الحمدللہ کہا؟ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جوتے میں گندگی لگی ہوئی تھی، آپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کو علم نہیں تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتایا تب آپ ﷺ نے دوران نماز جوتے اتار دیے۔ یہودیہ عورت نے کھانے میں زہر ملایا، آپ ﷺ کو علم نہیں تھا، آپ کے ساتھی صحابی نے کھالیا اور انتقال کر گئے، جب کہ آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دے کر روک دیا۔ اگر آپ غیب داں ہوتے تو اپنے صحابی کو بھی کھانے سے باز رکھتے۔ کتاب وسنت اور سیرت کے بے شمار دلائل وواقعات ثابت کرتے ہیں کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے اور صحابہ وتابعین نیز ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ کو جو عالم الغیب جانے وہ جھوٹا اور کافر ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کا یہ معاملہ ہے تو کسی اور شخصیت کا کیا مقام؟

انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ جو بتلایا بس وہ اتنا ہی جانتے تھے اور وحی آنے پر وہ باتیں امت کو بتلاتے تھے۔ جیسے جنت وجہنم حشر ومیزان عمل، برزخ کے احوال وغیرہ وحی کی ان خبروں کو ماننا غیب پر ایمان کہلاتا ہے، یعنی وحی کے ذریعہ مومنین کو غیب کا علم ہوتا ہے جس پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے جو پیشین گوئیاں فرمائیں نیز کبھی کسی صاحب قبر کی حالت بتائی، کبھی کسی ایسے واقعہ کی اطلاع دی، جہاں آپ ﷺ موجود نہ تھے تو یہ سب کچھ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر ہوتی تھی۔ خود آپ نے کبھی غیب دانی کا دعویٰ یا اثبات نہیں فرمایا۔

انبیاء واولیاء کی شان میں غلو سے کام لینا اور ان کے لیے وہ صفات اختیارات ثابت کرنا جو فقط رب کائنات کے ساتھ ہی مخصوص ہیں، ان کا احترام نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے صریح بغاوت ہے، کیونکہ آپ سے پہلے کی امتیں اور قومیں اپنے نبیوں اور بزرگوں کے بارے میں غلو کی وجہ سے گمراہ ہوئیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور رسول اللہ ﷺ اپنی شفقت ورحمت کی وجہ سے یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ایسی چیز مشروع قرار دیں، جس سے امت محمدیہ بھی اپنے نبی کے بارے میں غلو کا شکار ہو اور ضلالت وگمراہی کے دلدل میں پھنسے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں غلو سے روکا اور فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبدالله ورسوله.

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم ۵۹۱/۶،رقم الحدیث ۳۴۴۵)

''جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں مبالغہ آرائی کی اس طرح تم لوگ میرے بارے میں مبالغہ آرائی نہ کرنا۔ میں صرف ایک بندہ ہوں اس واسطے مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔''

خاص طور سے اپنی قبر پر عید اور جشن وعرس منانے سے آپ نے منع کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علیّ فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم. (ابو داؤد ۵۳۴/۲،رقم الحدیث ۲۰۴۲)

''اپنے گھروں کو تم قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو تم عید (جشن کا مقام) نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو اس لیے کہ تم چاہے جہاں ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔''

جب مدینہ منورہ میں ایک لڑکی نے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم تھا:

''ہمارے اندر ایسا نبی موجود ہے جو آنے والے کل کے واقعات کو جانتا ہے'' تو یہ سن کر آپ نے فوراً اسے ٹوکا اور اس شعر کو دوبارہ پڑھنے سے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ ''لَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ اِلَّا اللّٰه'' ہونے والے واقعات کی خبر اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کسی کو نہیں۔ (سنن ابن ماجه کتاب النکاح باب الغناء والدف ۶۱۱/۱،رقم الحدیث ۱۸۹۷)

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے ان واضح بیانات کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ تمام انبیاء کرام بلکہ تمام بزرگان دین بھی غیب جانتے ہیں تو آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس کا شریعت اسلامیہ سے کیا تعلق ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ بشریت ﷺ

بریلوی حضرات کے بہت سے ایسے عقائد ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں۔اس کے باوجود بھی یہ لوگ خود کو اہل سنت کہلانا پسند کرتے ہیں اور اس میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے، چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور کا حصہ ہیں۔دراصل یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو دائرہ انسانیت سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں، اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ تو لباس بشر میں نورٌ من نور اللہ ہیں، حالانکہ انبیاء ہی تو وہ کامل اکمل انسان ہوتے ہیں جن سے انسانیت کے وقار کا معیار قائم ہوتا ہے۔جنہیں انبیاء ورسل کی بے داغ بشریت سمجھ میں نہیں آتی، وہ دراصل خود بشر نہیں اور مقام بشر سے ناآشنا ہیں ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی کو بھائی کہنا بڑی سنگین گستاخی ہے، حالانکہ یہ قرآنی تعلیمات سے بے خبری کی دلیل ہے۔قرآن کہتا ہے: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا○ (العنکبوت: ۳۶)، وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا. (ھود: ٦١) وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا.(ھود: ۵۰) یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اخاہم اخاہم کا تکرار کرتے ہوئے فرمایا: مدین والوں کا شعیب بھائی، ثمود کا صالح بھائی اور عاد کا ہود بھائی، جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو قوم کا بھائی کہنا گستاخی نہیں، بلکہ اللہ نے سب سے پہلے یہ نسبت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پسند فرمائی ہے۔

بریلوی حضرات آپ ﷺ کو دائرۂ انسانیت سے خارج کر کے نوری مخلوق میں داخل کر دیتے ہیں، یہ غیر عقلی اور غیر منطقی عقیدہ ہے اور عام آدمی کی سمجھ سے بالا تر ہے۔ شریعت اسلامیہ سادہ اور عام فہم شریعت ہے، اس قسم کے نا قابل فہم اور خلاف عقل عقائد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

قرآنی آیات میں اس بات کی واضح تصریح موجود ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے اور اسی طرح قرآن ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ کفار، سابقہ انبیاء ورسل کی رسالت پر جو اعتراضات کرتے تھے، ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر کو اپنی ترجمانی کے لیے منتخب فرمالیا ہو اور اس کے سر پر تاج نبوت رکھ دیا ہو، اس کام کے لیے ضروری تھا کہ اللہ نوری مخلوق میں سے کسی فرشتے کو منتخب فرماتا، تو گویا انبیاء ورسل کی بشریت کو اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہدایت میں مانع قرار دیا ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی بشر رسول نہیں ہوسکتا، کفار کا عقیدہ تھا، فرق صرف اتنا ہے کہ کفار کہتے تھے کہ بشریت رسالت کے منافی ہے۔ بہر حال اس حد تک دونوں شریک ہیں کہ بشریت و رسالت کا اجتماع ناممکن ہے۔ اب اس سلسلہ میں قرآن مجید کی آیات ملاحظہ فرمائیں:

پیغمبروں نے اپنی بشریت کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی تردید کی:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۝ (ابراھیم: ۱۱)

''ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم واقعی ہیں تو بس تمہارے جیسے آدمی لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔''

مَاهٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ٥ (المومنون: ۳۳-۳۴)

''یہ تو بس تم ہی جیسا ایک بشر ہے جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ بھی کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ بھی پیتا ہے۔ اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت کی تو یقیناً تم گھاٹے میں پڑ گئے۔''

اور اصحاب ایکہ نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کو اسی طرح کہا تھا:

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ٥ (شعراء: ۱۸۶)

''اور تو بس ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے اور ہم تو تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ٥ (الکهف: ۱۱۰)

''کہہ دو میں تو محض تم ہی جیسا ایک بشر ہوں میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس اکیلا معبود ہے۔''

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ٥

(آل عمران: ۱۶۴)

''بے شک اللہ نے اہل ایمان پر بڑا احسان کیا جب کہ ان میں خود ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا۔''

قرآن مجید واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشر تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان احکام کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے، ان افعال و اقوال سے جو بطور بشریت ثابت ہوتے، ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھانے کی سعی فرماتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا: میں بشر ہوں، میرے پاس تنازعات پیش ہوتے ہیں، کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنی درخواست بہتر انداز میں پیش کرنے والا ہوتا ہے، جس سے گمان ہوتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی مسلمان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصے میں اس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے، اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب اثم من خاصم فی باطل ۵/ ۱۳۵، رقم الحدیث ۲۴۵۸)

بریرہ لونڈی سے آپ ﷺ نے مغیث اس کے شوہر کی سفارش کی جس سے بوجہ آزادی (حریت) وہ علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ حکم دے رہے ہیں؟ فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی مجھے مغیث کی حاجت نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الطلاق باب شفاعة النبی فی زوج بریرة ۹/۵۱۰، رقم الحدیث ۵۲۸۳)

اہل مدینہ کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس کی کیا ضرورت ہے۔ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی، فرمایا: دنیا کے کام تم مجھ سے بہتر جانتے ہو، جب میں کوئی کام دین کا بتایا کروں تو اس کی پیروی کیا کرو۔

اس مسئلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ بھی سن لیجیے:

رسول اللہ ﷺ بشر کے سوا کوئی دوسری مخلوق نہ تھے، اپنے کپڑے دھوتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔

یہ ہیں قرآنی تعلیمات وارشادات نبویہ۔ بریلوی حضرات انبیاء ورسل کی نبوت و رسالت کا انکار تو نہ کر سکے، مگر انھوں نے کفار ومشرکین کی تقلید میں ان کی بشریت سے انکار کر دیا، حالانکہ انسانیت کو رسالت کے قابل نہ سمجھنا انسانیت کی توہین ہے اور اس عقیدے کے بعد انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا تصور باطل ہو جاتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان ساری مخلوق سے افضل بھی ہو، پھر اس میں نبوت ورسالت کی صلاحیت بھی موجود نہ ہو، مگر بریلویت چونکہ ایسے متضاد اور خلاف فطرت عقائد کے مجموعے کا نام ہے، جنہیں سمجھنا عام انسان کے بس سے باہر ہے، اس لیے اس کے پیروکاروں کے ہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کے عقائد اکثر ملیں گے۔

قرآن وحدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بشر تھے۔ رسول اللہ ﷺ دوسرے انسانوں کی طرح اپنے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر پیدا ہوئے۔ اپنی والدہ آمنہ کے گود میں پلے، حلیمہ سعدیہ کا دودھ نوش فرمایا۔ ابوطالب کے گھر پر پرورش پائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہؓ، زینبؓ اور حفصہؓ اور دوسری ازاوج مطہرات سے شادی فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے جوانی کے ایام گزارے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، جنگوں میں شرکت فرمائی۔ آپ کے یہاں ابراہیم، قاسم، زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم اور فاطمہ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، آپ کے سسر تھے۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، آپ کے داماد تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ آپ کے چچا تھے۔ عبدالمطلب آپ ﷺ کے دادا تھے۔ حضرت صفیہ اور اروی آپ کی پھوپھیاں تھیں اور دوسرے اعزہ واقارب تھے۔

ان ساری باتوں کے باوجود آپ ﷺ کی بشریت اور آپ ﷺ کے انسان ہونے سے انکار کس قدر عجیب اور کتنی غیر منطقی بات ہے۔ کیا مذہب اسلام اس قدر متضاد اور بعید از قیاس عقائد کا نام ہے؟ ان نظریات وعقائد کی طرف دعوت دے کر آپ غیر مسلموں کو کس طرح قائل کر سکیں گے؟ کیا یہ عقائد دین اسلام کی نشر واشاعت میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ للہ کچھ تو غور کیجئے۔

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ

توحید کا اہم تقاضا استعانت باللہ ہے، لیکن استعانت کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ اللہ سے مانگا جائے، بلکہ یہ بھی اسی میں شامل ہے کہ کسی وسیلہ کے بغیر اس سے مانگا جائے۔ اس معاملہ میں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ جادۂ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ اس میں کچھ مسلمان وہ ہیں، جو اللہ کے بجائے اولیاء اور بزرگان دین سے براہ راست مانگتے ہیں، کیونکہ ان کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے زمین و آسمان پر حاکم و متصرف ہیں۔ یہ کھلا ہوا کفر و شرک ہے اور اس کی تردید کے لیے کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے لوگ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

ایک بڑی تعداد ان مسلمانوں کی ہے جو مانگتے تو اللہ سے ہیں، لیکن نبی یا ولی کے وسیلے سے مانگتے ہیں، مثلاً یوں دعا کرتے ہیں:

''اے اللہ! تو اپنے محبوب ﷺ یا فلاں نبی یا ولی کے وسیلے سے ہماری دعا قبول فرما اور ان کے طفیل میں ہماری تکالیف دور کردے یا فلاں حاجت پوری کردے۔''

اور بعض لوگ اس طرح دعا کرتے ہیں:

''اے فلاں بزرگ یا ولی! آپ اللہ کے محبوب بندے ہیں، اللہ کے ہاں آپ کا مقام و مرتبہ بلند ہے۔ آپ اللہ سے ہمارے حق میں سفارش کردیں تو ہماری مشکل حل ہوجائے، کیونکہ وہ آپ کی سنتا اور مانتا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دعا کے یہ سارے طریقے غیر شرعی ہیں۔ کسی کے وسیلہ سے دعا مانگنا تو اس لیے غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کسی وسیلے سے مانگنے کی تعلیم نہیں دی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَo (البقرۃ: ۱۸۶)

’’جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو انھیں بتادو کہ میں ان سے بالکل قریب ہوں۔ جب کوئی پکارتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہوں پس ان کو چاہیے کہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ راہ راست پالیں۔‘‘

مذکورہ بالا آیت میں کسی وسیلہ اور واسطہ کا ذکر نہیں ہے کہ اللہ کو کسی کے واسطے سے پکارو بلکہ محض یہ کہا گیا ہے کہ اسے پکارو، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اسے براہ راست پکارو اگر بالواسطہ پکارنا مقصود ہوتا تو اس کی وضاحت آیت میں ضرور کر دی جاتی۔

قرآن مجید میں بہت سے انبیاء اور صلحاء کی دعائیں مذکور ہیں، مگر انھوں نے دنیا و آخرت سے متعلق ساری دعائیں براہ راست اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں۔ قرآن مجید کی یہی تعلیم ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارا جائے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا:

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًاo (الجن: ۱۸)

’’پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔‘‘

علامہ شوکانی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

فلا تدع مع الله احدا من خلقه كائنا من كان.

(فتح القدیر ۵/ ۳۰۷، طبع مصر ۱۳۸۳ھ، ۱۹۶۴ء)

’’اللہ کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو نہ پکارو۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔‘‘

وسیلہ سے دعا مانگنا سنت نبوی کے بھی خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ سے دعا نہیں مانگی حتی کہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کا بھی وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ جو کچھ مانگا اللہ تعالیٰ سے براہ راست مانگا۔ قرآن مجید میں متعدد دعائیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہیں، لیکن کسی ایک میں بھی وسیلہ کا ذکر نہیں۔ یہی طرز عمل آپ کے اصحاب کا تھا۔ اگر مخلوق کے وسیلے سے دعا مانگنے میں کوئی خیر ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ ﷺ تھے، لیکن کسی صحابی نے آپ کی زندگی میں اور نہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے وسیلے سے دعا مانگی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

لم تكن الصحابة يفعلونه في الاستسقاء و نحوهالا في حياته ولا بعد مماته لا عند قبره ولا غير قبره ولا يعرف هذا في شئى من الادعية المشهورة بينهم. (التوسل والوسيلة، ص ۵۳)

”استسقاء وغیرہ میں صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ نہ آپ کی زندگی میں اور نہ وفات کے بعد، نہ قبر کے پاس اور نہ کسی اور جگہ۔ ان کے ہاں جتنی دعائیں مشہور ہیں کسی میں بھی اس قسم کی بات موجود نہیں ہے۔“

دعا کا وہ طریقہ جس میں اولیاء اور بزرگان دین کو اللہ کے یہاں سفارشی سمجھ کر ان کو وسیلہ بنایا جاتا ہے، سراسر ایک مشرکانہ طریقہ ہے۔ قرآن حکیم کی ایک سے زیادہ آیات میں ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو صرف زمین وآسمانوں کا خالق نہیں مانتے تھے، بلکہ اسی کو پانی برسانے والا اور زندگی وموت کا اختیار رکھنے والا روزی رساں اور پناہ دہندہ بھی سمجھتے تھے۔ (یونس: ۳۱)

ان کا شرک صرف یہ تھا کہ انھوں نے بعض مخلوقات کو اپنا کارساز (ولی) بنالیا تھا لیکن یہ کارسازی بھی براہ راست نہ تھی، یعنی ان کا عقیدہ یہ نہیں تھا کہ ان کے اولیاء براہ راست ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے ہیں، بلکہ وہ ان کو اللہ کے دربار میں اپنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سفارشی مانتے تھے کہ وہ اللہ تک ان کی رسائی کردیں گے۔ یعنی اللہ سے کہہ کر ان کی حاجت پوری کردیں گے، جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌO (زمر: ۳)

''اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے علاوہ اور کارساز بنا رکھے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔ بے شک اس چیز میں جس میں وہ اختلاف کرتے ہین (قیامت کے روز) اللہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ اللہ کسی ایسے شخص کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا جو دروغ گو اور حد سے زیادہ منکر حق ہو۔''

اب تک جو گفتگو ہم نے کی ہے اس سے کسی کے وسیلہ سے دعا مانگنے کی مکمل طور پر نفی ہوجاتی ہے لیکن قائلین وسیلہ چونکہ اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں قرآن مجید اور احادیث سے دلیلیں لاتے ہیں۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان دلائل کی غلطی بھی ان پر واضح کردی جائے۔ وسیلہ کے اثبات میں عام طور پر قرآن مجید کی درج ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَO (المائدۃ: ۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اس کا قرب ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کیا کرو، تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔''

اس آیت سے وسیلہ کے حق میں استدلال کرنا بدترین تحریف معنوی ہے۔ لغت، تفاسیر، حدیث اور سیاق آیت کسی ایک سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی کہ آیت میں وسیلہ سے اشخاص کا ذریعہ تلاش کرنا مراد ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لغت میں وسیلہ کے ایک معنی قربت کے ہیں۔ توسل الیٰ بکذا أی تقرب (ابن قتیبه غریب القرآن، ص ۱۴۳) یعنی میرے قریب ہوا۔ مفردات راغب (ص ۵۴۵) اور صحاح جوہری (۱۲۴/۵) میں بھی یہی معنی ہیں۔ لسان العرب (۷۲۴/۱۱) میں ہے:

الوسيلة المنزلة عند الملك الوسيلة الدرجة الوسيلة القريبة.

''وسیلہ بادشاہ کے ہاں منزلت درجہ اور قربت کا معنی میں آتا ہے۔''

قاموس (۶۴/۴)، اقرب الموارد (۱۴۵۲/۲) اور منجد (ص ۹۰۰) میں بھی یہی معنی لکھے ہیں۔

وسیلہ کے دوسرے معنی ذریعۂ تقرب ہیں۔ منجد میں ہے: والوسلة والوسيلة. بمعنی ذریعۂ تقرب۔ التعريفات للجرجانی (ص ۱۴۷) میں ہے: ''الوسيلة هی مايتقرب الی الغير'' جو کسی تک جانے کا ذریعہ ہو۔ صحاح (ص ۴۴۷) میں ہے: توسیل توسل نزدیکی جستن بچیزی۔ مذکورہ لغوی معانی کے مطابق ابتغوا اليه الوسيلة کے معنی ہوں گے: اللہ کی قربت تلاش کرو یا اللہ کے ہاں ذریعہ قربت ڈھونڈو۔ اس ذریعہ قربت سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ جوہری نے صحاح (۱۸۴۱/۵) میں لکھا ہے: التوسيل و التوسل واحد يقال وسل فلان الی ربه وسيلة وتوسل اليه بوسيلة ای تقرب اليه بعمل. توسیل اور توسل کے ایک ہی معنی ہیں: توسل فلان الی ربه وسيله وتوسل اليه یعنی عمل کے ذریعہ فلاں نے اپنے مالک کا قرب حاصل کیا۔ لسان العرب میں ہے:

وتوسل اليه بوسيلة اذا تقرب اليه بعمل. (لسان العرب، ۷۲۴/۱۱)

''عمل کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کیا۔''

قاموس میں ہے:

وسل الی الله توسيلا عمل عملا تقرب اليه كتوسل. (قاموس ۶۷/۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"ایسا عمل جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرلیا۔"

تاج العروس میں بھی اسی طرح ہے:

وتوسل الی ربه بوسيلة تقرب اليه بعمل. (تاج العروس ۱۵۴/۸)

"عمل کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا۔"

امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں: (مصباح ۳۳۶/۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابتغوا اليه الوسيلة. اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم وعبادت اور احکام شریعت پر عمل کیا جائے اور یہی قربت کے معنی ہیں۔ اس لغوی تشریح سے واضح ہوگیا کہ اللہ کی قربت کا ذریعہ اشخاص نہیں بلکہ اعمال نیک ہیں۔ مفسرین نے بھی وسیلہ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں:

واطلبوا القربة اليه بعمل بما يرضيه والوسيلة هي الفعيلة من قول القائل توسلت الى فلان بكذا أى تقرّب اليه منه قول عنترة. (تفسیر طبری ۲۲۶/۵، مطبوعہ مصر ۱۳۸۸ھ)

ان الرجال لهم اليک وسيلة ان ياخذوک تکحلی وتخضبی

"اللہ کے پسندیدہ عمل کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرو۔ یعنی میں نے اس کا قرب حاصل کیا۔ عنترہ کہتا ہے: بے شک مردوں کو تیری حاجت ہے، جس سے وہ تیری طرف جھکتے ہیں تو سرمہ اور مہندی لگا، یعنی وسیلہ قرب۔"

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

قال ابن عباس اى القربة اى تقربوا اليه اطاعته والعمل بما يرضيه.

(مختصر تفسیر ابن کثیر بیروت ۵۱۳/۱)

"ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وسیلہ کے معنی قربت کے ہیں، یعنی اللہ کا قرب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تلاش کرو، اطاعت اور ان اعمال سے جو اس کو محبوب ہیں۔‘‘

صاحب جلالین فرماتے ہیں:

وابتغوا اليه الوسيلة مايقربكم اليه من طاعته وابتغوا اليه الوسيلة.

(تفسیر جلالین، ص ۹۳، مطبوعہ مجیدی کانپور)

’’اس کی اطاعت کرو جو تم کو اس کے قریب کردے۔‘‘

مذکورہ تفسیری اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ علمائے تفسیر نے کسی استثناء کے بغیر وسیلہ سے عبادات واعمال صالحہ مراد لیے ہیں، نہ کہ اشخاص کا ذریعہ جیسا کہ وسیلہ کے قائلین کہتے ہیں۔ احادیث میں بھی وسیلہ کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ قائلین وسیلہ اپنے نقطۂ نظر کے احقاق میں جن احادیث کو پیش کرتے ہیں وہ بے اصل ہیں، چنانچہ وہ روایتیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے (یعنی بحق محمد جیسے الفاظ کے ساتھ) دعا کرتے ہیں جب کہ آپ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، سراسر جھوٹی روایتیں ہیں۔

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ کسی روایت میں بھی رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کو وسیلہ بنانے کا ذکر نہیں ملتا، خواہ وہ کوئی نبی ہو یا ولی۔ اس لیے کسی غائب یا مردہ شخص کے وسیلہ سے دعا کرنے کا جواز احادیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔

بعض روایتوں میں زندہ اشخاص کے وسیلہ سے دعا کرنے کا ذکر ضرور ملتا ہے، جن میں دو روایتیں قابل ذکر ہیں۔ ایک روایت وہ ہے جو ایک نابینا صحابی سے متعلق ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ سے دعا کرنے کا ذکر ہے۔ اس روایت کو ترمذی نے سنن (۱۹۷/۲) میں، حاکم نے مستدرک (۵۲۶/۱) میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن (ص ۱۰۰) میں، امام احمد نے مسند (۱۳۸/۴) میں بیان کیا ہے، لیکن یہ خبر واحد ہے اور اس کے متن میں بھی اضطراب ہے، اس لیے علماء احناف نے اسے قابل حجت نہیں مانا ہے۔ اس سلسلے میں امام بخاری نے کبیر میں جو روایت نقل کی ہے وہ صحیح ہے اور اس سے واقعہ کی صحیح نوعیت معلوم ہوتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔فرماتے ہیں:

قال شهاب حدثنا حماد بن سلمه عن ابی جعفر حظمی عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن جنيف اتی اعمیٰ النبی ﷺ فقال ادعو الله تعالى ان يردّ بصری قال او ادعک قال بل ادعو الله قال ثلاثا ثم قال توضا وصل ركعتين وقل اللهم انی اسئلک واتوجه اليک ففعل فرد بصره. (تاريخ كبير، ۳/۲۰۹)

''ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، کہا: اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری بصارت لوٹا دے۔آپ نے فرمایا: میں تمھیں ترک دعا کے لیے کہوں گا۔اس نے تین بار کہا کہ اللہ سے دعا کیجئے۔فرمایا: وضو کر اور دو رکعت نماز ادا کر اور کہہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی بینائی واپس آ گئی۔''

دوسری روایت وہ ہے جس میں ابن عباس رضی اللہ کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے اور جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں انس بن مالک سے اس طرح روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری ۱/۱۲۳، مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء)

جب قحط سالی ہوتی تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب کو دعا کے لیے کہتے اور فرماتے: اے اللہ! ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے اور تو ہم کو بارش عطا فرماتا تھا، اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔پس ہم کو بارش عطا فرما اور وہ بارش سے سیراب کر دیے جاتے۔

اس روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ کسی زندہ شخص کے وسیلہ سے جو بوقت دعا موجود ہو دعا کی جا سکتی ہے۔اس میں صاحب وسیلہ کی وہی حیثیت ہے جو عام نمازوں میں امام کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ صلاۃ میں امام اس شخص کو بنایا جاتا ہے جو سب سے زیادہ عالم اور متقی ہو، اس لیے آفات (قحط وغیرہ) میں بھی دعا کے لیے اسی شخص کا انتخاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے گا جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

اس روایت سے کسی مردہ شخص کے وسیلہ سے دعا کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ تردید ہوتی ہے۔ اگر مردہ کے وسیلہ سے دعا جائز ہوتی تو حضرت عمر فاروق اور دوسرے صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے کیوں دعا کی؟

قبروں میں کسی کے زندہ یا مردہ ہونے کا سوال نہیں ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا ان کے وسیلہ سے دعا کی جا سکتی ہے اور کیا وہ دعا کرنے والوں کی اللہ سے سفارش کرتے ہیں؟

ان دونوں باتوں کی تائید نہ تو قرآن مجید سے ہوتی ہے اور نہ ہی حدیث اور آثار صحابہ سے، اس لیے یہ بالکل غلط اور اسلام کے تصور کے سراسر منافی ہے۔ روایتوں سے جو بات ثابت ہے وہ بس یہ ہے کہ بندہ اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کر سکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی نیکی دیکھو جو تم نے اللہ کے لیے کیا ہے، تو اس کے وسیلہ سے دعا کرو۔ ایک روایت میں ہے تمھیں کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی ہے بجز اس کے کہ اللہ کو اپنے صالح اعمال کے ساتھ پکارو۔ ایک روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے اچھے اچھے اعمال سوچو اور ان کے ساتھ دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبت رفع کر دے۔ (فتح الباری، ۷/ ۳۱۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دعا کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کسی مردہ اور زندہ کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ سے براہ راست مانگا جائے اور اگر دعا میں کسی شے کا وسیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے تو وہ خود صاحب دعا کے لیے اپنے نیک اعمال ہیں۔ اس کے علاوہ دعا کا ہر طریقہ غیر شرعی ہے، بلکہ میں یہ کہوں کہ مشرکانہ ہے تو زیادہ صحیح ہوگا۔

(ماخوذ از کتاب توحید کا قرآنی تصور مطبوعہ مجمع البحوث العلمیۃ الاسلامیہ نئی دہلی)

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متفرق بدعات

تعویذ اور گنڈہ کی حقیقت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اَفَرَءَ يْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ ۝ (الزمر:۳۸)

''کہو بھلا بتاؤ تو صحیح اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔''

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من تعلق تميمة فلا اتم الله له ومن تعلق ودعة فلا ودع الله له.

(رواہ احمد والحاکم ۲۱۶/۴، وصححهٗ وافقه الذهبی)

''جو تعویذ لٹکائے اللہ اس کی مراد نہ پوری فرمائے اور جو کوڑی لٹکائے اللہ اس کو سکون وراحت نہ نصیب کرے۔''

ایک اور روایت میں ہے:

من تعلق تميمة فقد اشرك. (رواہ احمد صحیح الجامع، ۶۲۷۰)

''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الرقى والتمائم والتولة شرك. (رواہ احمد وصحیح ابی داؤد، ۳۲۸۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈہ شرک ہے۔''

ان نصوص سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ تعویذ، گنڈے، کوڑی اور گھونگے وغیرہ لٹکانا حرام ہے۔ یہ نصوص عام ہیں۔ ان کے عموم میں ہر طرح کی تعویذ گنڈے وغیرہ شامل ہیں، خواہ یہ قرآنی آیات اور اذکار مسنونہ پر مشتمل ہوں یا دوسرے کلمات، خواہ ان گرہوں میں قرآن پڑھ کر پھونکا گیا ہو یا غیر قرآن، اکثر سلف و تابعین اس سے منع فرماتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن حکیم، عبداللہ بن عباس اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین اس سے منع کیا کرتے تھے۔ یہی صحیح اور بہتر ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تعویذ لٹکانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ قرآن اور غیر قرآن کی کوئی تخصیص وارد نہیں، اگر قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہوتا تو آپ اس کی تخصیص ضرور فرماتے۔ جیسا کہ جھاڑ پھونک کے سلسلہ میں آپ نے تخصیص فرمادی ہے کہ قرآنی آیات اور ماثورہ دعائیں اور ان کلمات کے ذریعہ جو شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہوں، جھاڑ پھونک جائز ہے، لیکن تعویذ گنڈے کے سلسلہ میں ایسی تخصیص وارد نہیں۔

قرآنی آیات پر مشتمل تعویذ لٹکانے کی صورت میں قرآن کی توہین و تحقیر ہوتی ہے۔ عام طور سے لوگ طہارت اور وضو کے بغیر رہتے ہیں اور قرآنی تعویذ کے بہانے غیر قرآنی تعویذ کا دروازہ کھلتا ہے۔ جیسا کہ آج کل عام ہے اور سد ذرائع کا بھی تقاضا ہے کہ یہ چیز جائز نہ ہو، کیونکہ اس کے ذریعہ عقیدہ میں فتور اور غیر اللہ کی طرف دل کے میلان اور غیر اللہ پر اعتماد و توکل کا دروازہ کھلتا ہے اور خاص کر دور حاضر میں۔ (اعلام السنة، ص ۱۵۷)

بعض ازواج مطہرات سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اتیٰ عرافاً فسأله عن شئی لم تقبل له صلاة أربعين يوما.

(صحیح مسلم کتاب السلام باب تحریم الکهانة ۷/۴۸۴، رقم الحدیث ۱۲۵)

''جو کسی عراف کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے، اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اتیٰ عرافاً أو کاهناً فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ. (رواه احمد والبیهقی والحاکم، صحیح الجامع ۵۸۱۵)

”جو کسی عراف یا کاہن کے پاس جائے اور اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرے تو یقیناً اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔“

عراف اس شخص کو کہتے ہیں جو گم شدہ اشیاء وغیرہ کی خبر دینے کا مدعی ہو کہ وہ اپنے فن اور علم کے ذریعہ گمشدہ اور مسروقہ مال کی خبر دے سکتا ہے اور اسی طرح نجومی کو بھی عراف کہا جاتا ہے اور رمال پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو غیب اور مستقبل میں پیش آنے والی چیزوں اور مافی الضمیر باتوں کو بتلانے کا مدعی ہو۔ اس کو نجومی اور جوتشی بھی کہتے ہیں۔

ان نصوص کتاب وسنت سے یہ حقیقت ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے کہ جادو، کہانت، جوتشی، شعبدہ بازی، فال گیری، ٹونے ٹوٹکے، شگون اور مہورت سب کفریہ و شرکیہ اعمال ہیں۔ لیکن افسوس بہت سے مسلمان ان شرکیہ وکفریہ اعمال میں مبتلا ہیں اور بہت سے لوگ اسے فن ثقافت کے نام سے رائج کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس شر سے نجات بخشے اور توحید خالص پر قائم رہنے کی توفیق بخشے، آمین۔

تعویذ وگنڈے کے مفاسد

تعویذ وگنڈہ وغیرہ کے ذریعہ انسان شرک جیسے عظیم ظلم کا ارتکاب کرتا ہے اور فکری انحراف کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے ایمان کمزور پڑ جاتا ہے، اللہ پر توکل واعتماد نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور اللہ کی قدرت کاملہ کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کا سارا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعتماد تعویذ گنڈے اور دھاگے پر ہوتا ہے، اللہ کے بجائے اسی کو نافع اور ضار سمجھنے لگتا ہے۔ اس کے ذریعہ شعبدہ باز اور مکار حضرات لوگوں کے مال وعقیدہ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ اس طرح انسان مادّی اور فکری دونوں اعتبار سے زوال پذیر ہوتا ہے اور دین و دنیا دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔ انسان تعویذ کے چکر میں پھنس کر صحیح طریقہ علاج کو چھوڑ دیتا ہے، اس طرح جہالت کا شکار ہو کر در در ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے اور اسلام کی بدنامی کا سبب بنتا ہے۔

تعویذ فروشوں سے بچیے

گدی نشین کہتے ہیں کہ لڑکا لڑکی دینا ہمارے اختیار میں ہے۔ ہمارا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ ایک پیر سے سادہ لوح مرید نے درخواست کی، حضرت میرے گھر میں بچہ کی امید ہے، ایسا تعویذ لکھ دیجیے کہ بیٹا پیدا ہو، آپ کو خوش کر دوں گا۔ وہ پیر بھی کوئی معمولی فنکار نہ تھا، کہنے لگا: خوش کر دوں گا کیا ہوتا ہے؟ پہلے خوش کرو، پھر ہم تمھیں خوش کریں گے۔ کچھ لے کر آؤ گے تو کچھ لے کر جاؤ گے، خالی ہاتھ آؤ گے تو خالی ہاتھ جاؤ گے۔ مرتا کیا نہ کرتا، بیچارہ ان پڑھ سادہ لوح مرید نے پیر صاحب کی خدمت میں منہ مانگا نذرانہ پیش کر کے تعویذ حاصل کیا اور جا کے بیوی کے گلے میں ڈال دیا۔ لڑکی پیدا ہوئی، غصہ میں بھرا ہوا وہ شخص تعویذ بیوی کے گلے سے نکال کر پیر صاحب کے پاس آیا اور دور سے کہا: یہ لو اپنا تعویذ، میرا نذرانہ واپس کرو۔ پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا کہ لڑکی نے جنم لیا ہے۔ پیر صاحب نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم لڑکا لکھ دیں اور لڑکی پیدا ہو۔ اللہ کو تو وہی کرنا پڑتا ہے جو ہم لکھ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

پیر صاحب نے تعویذ کھولا اس کی عبارت دیکھی تو کہنے لگا: اوہو یہ تو ذرا روحانی مغالطہ ہو گیا۔ تمہارے آنے سے پہلے میرا ایک مرید آیا تھا۔ اس نے لڑکی طلب کی تھی کہ اس کے لڑکے بہت ہیں تو میں نے اس کے خیال میں لکھ دیا لڑکا نہ لڑکی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لڑکا نہ لڑکی

تعویذ میں عبارت کچھ اس انداز میں درج تھی لڑکا نہ لڑکی! اگر لڑکا پیدا ہوگا تو نہیں لڑکی کے ساتھ لگا دیا جائے۔ لڑکا نہ لڑکی اور اگر لڑکی پیدا ہوگی تو نہ لڑکے کے ساتھ لگا دیا جائے گا۔ لڑکا نہ لڑکی یہ سب شکم پروری کے ہتھکنڈے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَo (الشوریٰ: ۴۹)

''اللہ ہی کے اختیار میں ہے جس کو چاہے بیٹیاں دے دے جسے چاہے بیٹے عطا کرے۔''

ساری کائنات کا نظام اللہ کے فضل وکرم سے چلتا ہے۔ افریقہ کے سیاہ فاموں، یورپ کے گوروں، جنگل کے درندوں پرندوں، چرندوں، دریاؤں سمندروں میں مچھلیوں، صحراؤں میں چیونٹیوں اور زمین میں بے شمار کیڑوں کو وہی بچے دیتا ہے، مگر عجم کا ابن آدم ہی وہ ترقی یافتہ جنس ہے کہ اس کو اولاد پیر صاحب کے تعویذ گنڈے کے بغیر نہیں ملتی۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

ہمارا سب کچھ آپ ہیں

ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمائیں۔ ایک جاہل عقیدت مند نے پیر صاحب سے کہا: حضرت میرا بکریوں کا ریوڑ ہر وقت خطرے میں رہتا ہے، بھیڑیا تنگ کرتا ہے۔ کبھی کبھار کوئی جانور اٹھا کر لے جاتا ہے۔ کوئی تعویذ دے دیجیے کہ بس بکریوں کے پاس بھیڑیا آ ہی نہ سکے۔ پیر صاحب کہنے لگے: ہاں ہاں! تعویذ تو میں دے دیتا ہوں مگر تم ایسا کرو کہ ایک مضبوط اور ہولناک قسم کا کتا بھی رکھ لو تاکہ اس کی موجودگی میں بھیڑیا ادھر کا رخ ہی نہ کر سکے۔ وہ جاہل مرید ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضرت ہمارے لیے تو آپ ہی سب کچھ ہیں۔ ہمارے پیر بھی آپ ہیں، کتا بھی آپ ہیں، بس جو مرضی آئے کریں۔ سنا آپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے، جاہل کی محبت سے بھی اللہ بچائے، نہ اس کی دوستی اچھی نہ دشمنی اچھی، تو بھائی یہ سب عجمی فنکاروں کے حربے ہیں۔ سارا نظام اللہ کے تصرف میں ہے۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيم

قرّاء حضرات یہ کلمہ "صدق الله العظيم" قرآن مجید کی تلاوت کے آخر میں کہتے ہیں باوجود اس کے کہ نہ تو یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ اور نہ ہی تابعین سے۔

یقیناً تلاوت قرآن مجید ایک عبادت ہے، جس میں کسی قسم کی کوئی بھی زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے تحت **من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.**

"جس شخص نے ہمارے اس دین اسلام میں کوئی نیا کام جاری کیا جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید سنا تو جب وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر پہنچے "وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا" تو فرمایا: "حسبک"، "صدق الله العظيم" نہ خود کہا اور نہ ہی انھیں کہنے کا حکم دیا۔

ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جاہل لوگ اور چھوٹے بچے یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ بھی قرآن مجید کی آیت ہے، لہٰذا نماز اور نماز کے علاوہ جب بھی قرآن مجید پڑھتے ہیں تو آخر میں صدق اللہ العظیم کہتے ہیں اور یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ کوئی قرآن مجید کا حصہ نہیں ہے۔ بعض لوگ تو قرآن مجید کے اندر سورتوں کے آخر میں یہ جملہ لکھ بھی دیتے ہیں۔

مفتی اعظم علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے صریح الفاظ میں اس کو بدعت قرار دیا۔

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا." تو یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے یہودیوں کی تردید میں کہا گیا ہے۔اس سے پہلے والی آیت ہی اس کی دلیل ہے:

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ.

''جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ آیت معلوم تھی لیکن باوجود اس کے آپ نے کبھی تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم نہیں کہا اور نہ ہی کبھی صحابہ کرام اور سلف صالحین نے، لہٰذا قرآن مجید کی تلاوت کے آخر میں صدق اللہ العظیم پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ کا استعمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی ایک مستقل آیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کے علاوہ تمام سورتوں کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرمایا ہے۔ اس کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ہر وہ کام جو اہمیت والا ہو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے برکتوں سے خالی ہوتا ہے۔'' (رواہ ابن حبان بسند حسن)

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے مراسلات میں بسم اللہ لکھوایا جیسا کہ صحیح بخاری کتاب بدء الوحی میں آپ کا مراسلہ بنام ہرقل روم[1] بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔

بسم اللہ کی یہ اہمیت اس لیے ہے کہ یہ آیت کریمہ اللہ کی تعریف وتوصیف اور اس کے ذکر و ثنا پر بڑے بلیغ وجامع انداز میں دلالت کرتی ہے۔

بسم اللہ کی دینی اہمیت اور شرعی حیثیت کے باوجود بلاد عجم ایران، افغانستان، ہند و پاک، بنگلہ دیش اور نیپال کے اکثر و بیشتر مسلمان بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ کا عدد اپنی دوکانوں، کاروں، بسوں، مکانوں میں لکھتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید اپنے الفاظ و معانی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کو ہندسوں میں تبدیل کرنا یقیناً اللہ کے مقدس کلام کی توہین ہے اور ان من گھڑت اعداد کو آیتوں کا بدل تصور کرنا تحریف بلکہ کفر کے مرادف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حروف تہجی کے علاوہ اس طرح کے اعداد یہودی، یونانی اور شیعی سازشوں کا نتیجہ ہیں، جنہیں کاروباری ملاؤں نے فروغ دیا ہے۔ مختلف سورتوں اور آیتوں کے نمبر وضع کر لیے گئے ہیں اور انھیں تعویذوں اور گنڈوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور عوام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ قرآنی آیات کے احترام کے پیش نظر ان اعداد کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔ خطوط وغیرہ پر ڈاک خانوں میں پاؤں پڑتے ہیں اس لیے بسم اللہ نہ لکھ کر ۷۸۶ لکھنا بہتر ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے خطوط و مراسلے جو روم و ایران اور مصر و حبشہ وغیرہ کے بادشاہوں کے نام لکھے گئے اور جن کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا گیا، یہودی و نصرانی اور کواکب پرستوں کے پاس بھیجے گئے، تمام دینی اخبارات و رسائل میں قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے مقدس نام تحریر کیے جاتے ہیں اور ڈاک خانوں میں ان پر بھی پاؤں پڑتے ہیں۔ خود ۷۸۶ لکھنے والے اپنے مراسلوں میں متعدد جگہوں پر باری تعالیٰ کا نام یا دعائیہ جملہ لکھتے ہیں۔ تو کیا تمام دینی اور ادبی جرائد و اخبارات کو اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں اور قرآنی آیات سے خالی کر دینا چاہیے؟ حاشا وکلا آیات کا احترام ہم مسلمانوں پر لازم ہے ڈاکیہ یا ڈاک خانوں کا عملہ ان خطوط اور جرائد و رسائل کے ساتھ مناسب یا نامناسب جو بھی سلوک کرے۔ ہم پر اس کی جواب دہی نہیں، اگر کوئی دانستہ طور پر اللہ کے ناموں یا اس کی آیات مبارکہ کو پاؤں سے روندتا ہے تو وہ عند اللہ گنہگار ہے نہ کہ ہم لکھنے والے۔

حروف تہجی کے نمبرات کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، مشرکانہ مقاصد اور شیعی عقائد کو عقیدۂ اہل سنت والجماعت کے اندر داخل کرنے کی غرض سے نمبرات وضع کیے گئے ہیں۔ محققین نے لکھا ہے کہ ۷۸۶ کا ہندسہ سب سے پہلے ایران کے باشندوں نے ایجاد کیا اور بسم اللہ کے نمبرات کی آڑ میں مشرکانہ عقائد کی ترویج کی، مثلاً سیدنا محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین المدد کے نمبرات ۷۸۶ ہوتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ کے ایک فرقہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہائیت کے بانی مرزا محمد علی باب نے اپنے ابتدائی ۱۸ پیروکاروں کے لیے صرف ''وحی'' کا استعمال کیا جس کا عدد ۱۸ ہوتا ہے۔ بعد والوں نے مرزا محمد علی کو ملا کر عدد ۱۹ کر دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کی تعداد ۱۹ ہے۔ اس طرح یہ فرقہ لوگوں کو جھانسہ دیتا ہے کہ ہم اپنے مراسلات میں ۱۹ کا ہندسہ بسم اللہ کی جگہ لکھتے ہیں جب کہ یہ لوگ اپنے ۱۹ سربراہوں اور پیشوایان مذہب کے لیے یہ ہندسہ بطور تبرک استعمال کرتے ہیں اور یہی ۱۹ کا عدد ایک یہودی پادری جودہ نے توریت کے لیے بارہویں صدی عیسوی میں شروع کیا تھا اور اب تو ہندوؤں کے بھگوان ''ہرے کرشنا'' کا نمبر بھی ۷۸۶ نکلتا ہے۔

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب　　شرم تم کو مگر نہیں آتی

ہرے کرشنا کے اعداد وشمار

ہرے کرشنا+ ہ + ر+　　ے +ک + ر+ش + ن + ا

۷۸۶ + ۵ + ۲۰۰ + ۱۰ + ۲۰ + ۲۰۰ + ۳۰۰ + ۵۰ + ۱

قابل غور ہے کہ چالاکی سے یہودیوں اور ہندوؤں نے اپنے عقیدے کو مسلمانوں کے دلوں میں ۷۸۶ کی آڑ میں اور اس کو بسم اللہ کا بدل قرار دے کر داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔

بہرحال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نمبرات ہوں یا رحمان کی میم کے بعد الف زائد کرنے کی صورت میں جیسا کہ الف کا تلفظ ہوتا ہے ۷۸۷ ہوں۔ بنیادی طور پر ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ حروف تہجی کے اعداد وشمار کس شرعی دلیل سے ثابت ہیں؟ کیا کوئی قرآنی آیت، کوئی حدیث، صحابہ وتابعین کے کسی قول یا ائمہ کرام کا کوئی فتویٰ ان نمبرات کی دلیل ہے؟ اگر اس کی شرع متین میں کوئی دلیل نہیں ہے اور واقعی نہیں ہے تو پھر یہ نمبرات اور ہند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ضلالت وگمراہی اور قرآنی آیات کے ساتھ مذاق ہیں۔

ایک لمحہ کے لیے غور کیجئے کہ حروف تہجی کے یونانی نمبرات کی بنیاد پر لفظ جلالہ اللہ کا عدد ۶۷ یا لام مشدد کی صورت میں ۶۶ ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک ومحمد کا عدد ۹۲ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک فرقہ ۷۸۶/۹۲ لکھتا بھی ہے۔ کیا آپ کی غیرت ایمانی اس بات کو قبول کرے گی کہ کوئی کہے کہ اے ۶۷ میری مدد فرما اور اگر کسی کے نام کا عدد ۴۲۰ نکلے جسے عرف عام میں فراڈ کے لیے بولتے ہیں اور آپ اسے جناب ۴۲۰ کہہ کر پکاریں تو کیا وہ اپنے لیے اس عدد کو گوارہ کرے گا؟ اگر نہیں تو براہ کرم آپ ایسا مذاق اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور قرآنی آیات کے ساتھ کیوں کرتے ہیں۔ اعداد کے کوئی معنی نہیں ہوتے مختلف عبارتوں کے ہند سے ۷۸۶ ہوسکتے ہیں، اس لیے قرآن مجید کے آغاز بسم اللہ کی فضیلت اور نبی ﷺ کے مراسلات کے پیش نظر آپ بھی اپنے خطوط، شادی کارڈ اور مختلف تحریروں کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا شروع کردیجیے اور یہودی وشیعی سازش کے شکار نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن فرمائے، آمین۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا

حضرت آدم علیہ السلام نے کس طرح دعا کی تھی، اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر بیان کردیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرۃ: ۳۷)

”آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کے کلمات سیکھے تو اس نے اس کی توبہ قبول کرلی، کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں آدم وحوا کی دعا کو صاف الفاظ میں بیان فرمادیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورہ بقرہ میں جن کلمات کے سیکھنے کا اشارہ کیا گیا ہے وہ یہی کلمات ہیں، جو الاعراف میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس واضح بیان کے باوجود لوگوں نے ایک روایت گڑھ لی، وہ گڑھی ہوئی روایت یہ ہے:

لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب اسألك بحق محمد لما غفرت لي فقال الله يا آدم وكيف عرفت محمداً ولم اخلقه قال يا رب لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت رأسي فرايت على قوائم العرش مكتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضعف الى اسمك الا احب الخلق اليك فقال الله صدقت يا آدم انه لأحب الخلق الى ادعني بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك.

''حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی سرزد ہوئی تو انھوں نے کہا: اے اللہ میں محمد کے حق کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے محمد کو کیسے پہچان لیا ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا ہے؟ آدم نے کہا: جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا **لا اله الا الله محمد رسول الله** جس سے میں نے جان لیا تو اپنے نام کے ساتھ اسی کا اضافہ کرتا ہے جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ نے فرمایا: آدم تو نے سچ کہا۔ تم ان کے حق کے واسطے سے مجھ سے سوال کرو، میں نے تم کو بخش دیا۔ اگر محمد نہ ہوتے میں تم کو پیدا نہیں کرتا۔''

اس روایت کو حاکم نے **المستدرک** (۶۱۵/۲) اور بیہقی نے **دلائل النبوة باب ماجاء فيما تحدث فيه ﷺ بنعمة ربه** میں ذکر کیا ہے۔ علامہ ذہبی مستدرک حاکم کی تلخیص میں فرماتے ہیں، یہ روایت موضوع ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید واہی شخص ہے اور عبداللہ بن مسلم الفہری کو میں نہیں جانتا کون ہے اور میزان الاعتدال میں عبداللہ بن مسلم الفہری کا ذکر کرتے ہوئے اس روایت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ باطل ہے۔ بیہقی نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے اور بیہقی کا خود بیان ہے کہ اس روایت میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم منفرد ہے اور ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے ''لسان المیزان'' میں عبداللہ بن مسلم الفہری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات بعید نہیں کہ یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر اس سے پہلے ابھی ہوا ہے اور اس سے پہلے حافظ نے جس کا ذکر کیا ہے وہ عبداللہ بن مسلم رشید ہے۔ جس کے بارے میں ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ متہم بوضع الحدیث ہے، اس سے حدیث لکھنا جائز نہیں ہے۔ خود حاکم نے اپنی کتاب المدخل الی معرفۃ الصحیح من السقیم میں عبدالرحمٰن بن زید کے متعلق لکھا ہے کہ یہ شخص موضوع حدیثیں بیان کرتا ہے جو اہل فن پر مخفی نہیں، اسی لیے امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب [القائدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ، ص ۶۹] میں حاکم پر تعجب کیا ہے کہ انھوں نے کیسے اس روایت کو المستدرک میں نقل کر دیا جب کہ خود اس کو حدیثیں گڑھنے والے بتلاتے ہیں۔ جن حضرات نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے ان سب روایات میں عبدالرحمٰن بن زید موجود ہے، جو حدیث گڑھنے والا انسان ہے، لہٰذا اس طرح کی روایت اگر کوئی بیان کرتا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان لگاتا ہے۔

تبلیغی نصاب اور قرآنی تعلیم

ایک بدعت جس نے دعوت وتبلیغ اور اصلاح وموعظت کے لیے نیا قالب تجویز کیا ہے۔ خواب وخیال کی باتیں جن کو بڑے اہتمام کے ساتھ بزرگوں سے عقیدت پیدا کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ ایک سے ایک عجیب خواب سنا کر ذہنوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ بزرگوں کی عظمت کا تصور پیدا ہو۔ ان سے عقیدت بڑھے اور ان کے طور طریقوں کی لوگ پیروی کریں، لیکن اس طریقۂ تبلیغ وموعظت کی تعلیم نہ قرآن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے دی ہے اور نہ پیغمبر۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین میں یہ طریقہ رائج نہیں ہوا بلکہ یہ بعد کے دور کی پیداوار ہے۔

اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ لوگ قرآن فہمی سے دور اور صوفیوں و بزرگوں کے اقوال کو قبول کرتے چلے گئے، خواہ وہ قرآن وسنت کی تعلیم کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا بزرگوں کا ہر خواب سچا ہوتا ہے؟ یہ خصوصیت تو انبیاء علیہم السلام کی ہے جن کا ہر خواب حقیقت ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے مومن کے اچھے خواب کو خوش خبری سے تعبیر فرمایا ہے، لہٰذا اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ نیک خواب مومن کے لیے باعث مسرت ضرور ہوتا ہے، لیکن اس سے زیادہ اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں بلکہ اتباع شریعت کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ خوابوں کی۔

مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو فضائل اعمال بکثرت بیان کرتا ہے، ان کا ایک تبلیغی نصاب ہے جو نماز کے بعد پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ درس قرآن و درس حدیث کی جگہ اسے دی جاتی ہے، حالانکہ اس تبلیغی نصاب میں بزرگوں، صوفیوں کے اقوال اور ضعیف وموضوع روایات کی بھرمار ہے۔ اس پر عمل کرنے کی سخت تاکید کی جاتی ہے اور قرآن نے نهي عن المنكر کا جو فریضہ عائد کیا ہے، اس کی طرف سے خاموشی ہے۔ شرک و بدعت اور سماجی برائیاں سیلاب کی طرح پھیل رہی ہیں، ان کے خلاف آواز اٹھانا اس کے پروگرام میں شامل نہیں ہے، حالانکہ یہ طریقہ صوفیوں کا ایجاد کردہ ہے اور موجودہ زمانہ میں تبلیغ و اصلاح کا کام کرنے والے اس کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) ابن جلاد کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ مجھ پر فاقہ تھا۔ قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور میں آپ کا مہمان ہوں۔ مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، حضور ﷺ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی، میں نے آدھی روٹی کھائی اور جب میں جاگا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

(تبلیغی نصاب، فضائل حج ،ص۱۳۳)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں لوگوں کی فریاد سنتے ہیں خواہ وہ کسی زبان میں کی گئی ہو اور مدد کے لیے بنفس نفیس پہنچتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے جو باندھا گیا ہے اور اس کے لیے دین میں کوئی دلیل نہیں اور ایسی بے سروپا باتیں پھیلانا عظیم گناہ کا موجب ہے۔ کسی بزرگ کی طرف ایسے خواب کو منسوب کر کے دین کی خدمت تو نہیں کی جاسکتی، البتہ فاسد عقائد پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

(۲) شیخ احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تیرہ ماہ تک حیران پریشان پھرتا رہا۔ میرے بدن کی کھال بھی چھل گئی۔ میں اسی حالت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں اور حضرات شیخین کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ اس کے بعد میں سو گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کی ارشاد فرمایا: ''احمد تم آئے میں نے عرض کیا کہ جی حضور ﷺ حاضر ہوا ہوں اور میں بھوکا ہوں آپ کا مہمان ہوں۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھولو، میں نے دونوں ہاتھ کھول دیے، آپ نے ان کو درہم سے بھر دیا۔ میری جب آنکھ کھلی تو دونوں ہاتھ درہم سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسی وقت روٹی اور فالودہ خریدا اور کھا کر جنگل چلا گیا۔

(تبلیغی نصاب، فضائل حج، ص۱۳۴، از محمد زکریا صاحب)

یہ خواب من گھڑت ہے، کیونکہ شرعاً یہ عقیدہ فاسد ہے کہ حضور ﷺ قبر سے اٹھ کر آتے ہیں اور کسی کی جھولی بھرتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا بزرگ پرستی اور اندھی تقلید ہے۔

(۳) شیخ ابو یعقوب سنوسی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل ظہر کے بعد مر جاؤں گا، چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی دور جا کر مر گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا۔ جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کہ مرنے کے بعد زندگی ہے، کہنے لگا: میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔ (تبلیغی نصاب، فضائل صدقات، حصہ دوم، ص ۴۷۶)

قارئین غور فرمائیں کہ اس واقعہ میں کس قدر قرآن مجید کا انکار لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝ (لقمٰن: ۳۴)

’’بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے؟ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے۔‘‘

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا یہ غیب کی باتیں ہیں۔ لَایَعۡلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ان کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، لیکن تبلیغی نصاب کا یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ ایک مرید نے یہ بتا دیا کہ میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا اور ہوا بھی یہی کہ وہ مرید دوسرے دن ظہر کے وقت مر گیا، گویا کل کا علم اس مرید کو تھا۔

(۴) حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا مجھے بڑی مشقت اٹھانی پڑی اور بڑی مصیبت پیش آئی۔ میں نے برداشت کیا اور خندہ پیشانی سے اس پر صبر کیا۔ جب میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو مجھ میں اس کارنامہ پر ایک عُجب سا پیدا ہوا۔ طواف کی حالت میں پیچھے سے ایک بڑھیا نے آواز دی کہ اے ابراہیم! اس جنگل میں یہ بندی بھی تیرے ساتھ تھی مگر میں نے تجھ سے اس لیے کوئی بات نہیں کی تھی کہ اللہ جل شانہٗ سے تیرا دھیان ہٹ کر دوسری طرف لگے گا۔ یہ وسوسہ جو تجھے اس وقت آ گیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کو اپنے دل سے نکال دے۔ (تبلیغی نصاب، فضائل حج، ص۲۰۰)

کیا اس واقعہ میں یہ درس نہیں کہ اولیاء اللہ اگرچہ نظروں سے غائب ہوتے ہیں مگر ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، حتیٰ کہ دلوں کے ارادوں سے بھی واقف ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ. (آل عمران: ۱۵۴)

''سینوں کی باتوں کو اللہ ہی جانتا ہے۔''

دلوں کے خیالات کا جاننا یہ اللہ کی صفت ہے۔ بندے اس صفت میں کیسے اس کے شریک ہو سکتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ. (التوبہ: ۱۰۱)

''اور اہل مدینہ میں بھی کچھ ایسے لوگ ہیں کہ نفاق جن کی سرشت میں داخل ہو گیا ہے، آپ انھیں نہیں جانتے ہیں، انھیں ہم جانتے ہیں۔''

غور فرمائیں کہ اللہ کے رسول ﷺ منافقوں کے حال سے واقف نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ منافقوں نے آپ کو دھوکہ دیا، بیرِ معونہ کے مقام پر ستر قاری شہید کر دیے گئے۔ اگر نبی ﷺ دلوں کا حال جانتے تو کیوں دھوکے میں آتے۔ ایک طرف یہ لاعلمی دوسری طرف تبلیغی بزرگ ہیں کہ سب کچھ جانتے ہیں۔ کیا ان تمام سوالوں کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ بات شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے لکھی ہے، لہٰذا صحیح ہو گی۔ قارئین کرام بتائیں، کیا یہ جواب صحیح ہے؟

قارئین کی خدمت میں ہم نے صرف چار واقعات مثال کے طور پر تبلیغی نصاب سے نقل کیے ہیں۔ تبلیغی نصاب میں اس قسم کے سینکڑوں واقعات درج ہیں جن میں ضعیف وموضوع روایات کا سہارا لے کر اور بے سروپا شرک وبدعت کی باتیں لکھ کر دین کی خدمت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جب کہ اعمال صالحہ کی قبولیت کا دارومدار توحید پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ کاش تبلیغی اکابرین ایسے واقعات کو تبلیغی نصاب سے خارج کر دیں اور ان کی جگہ قرآن اور احادیث صحیحہ سے مستند واقعات درج کریں۔ ہمیں امید ہے کہ علماء حق اس سلسلہ میں توجہ فرمائیں گے۔

دیوبندیوں کا ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمائیں:

(۱) دیوبند پہنچ کر ایک ہی تانگہ میں سوار ہو کر حضرت کے دولت کدہ پر پہنچے۔ دورہ حدیث پڑھنا شروع کیا، احاطہ باغ میں نسائی شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک غنودگی طاری ہوگئی۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دوپہر کے وقت مہمان خانہ میں تشریف لا کر مریدین کے ساتھ تخلیہ کرتے تھے اور انھیں ذکر کی تلقین کرتے تھے۔ میں روزانہ حضرت کے قریب بیٹھ کر آپ کی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ ایک دن میں نے کہا: حضرت مجھے کوئی ذکر بتا دیجئے تو پاس انفاس کا ذکر بتلایا۔ کیا بتلاؤں ایک ہفتہ تک اندھیرا ہی اندھیرا محسوس ہوتا رہا۔ قرآن کے حروف بھی نظر نہیں آتے تھے۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ میں نے اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا۔ حضرت جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ حضرت کو خواب سنایا، اس وقت حضرت کے خلفاء آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے بتلایا کہ تم فنافی الشیخ ہو گئے ہو۔ (فیوض مدنی، ص ۲۸)

ایسا اندھیرا محسوس ہوتا کہ قرآن کے حروف بھی نظر نہ آئیں۔ کوئی بات تو ہے نہیں مگر اس کو بھی شیخ کی کرامت سمجھ لیا گیا اور تصوف میں یہی ہوتا ہے کہ جنوں کا نام خرد رکھ لیا جاتا ہے۔ پھر خواب کی تعبیر بتا کر کس طرح فنافی الشیخ کی ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن وحدیث میں فنافی الشیخ کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ پھر یہ بدعت اور شرک نہیں تو اور کیا ہے؟

(۲) ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے اس کے کفن میں اچھا کپڑا رکھ دینا۔ صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس کو دریافت کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔ تیسرے روز خبر ملی کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے، لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا: یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔ رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: خدا تمھیں جزائے خیر دے، تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔ (ملفوظات احمد رضا خاں، ص ۹۵)

پہلا واقعہ دیوبندیوں کا بیان کردہ ہے، آخر میں بریلیوں کا بیان کردہ خواب کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کسی مردے کے ذریعہ جو ابھی دفن ہونے والا ہے، کسی ایسے مردے کو جو دفن ہو چکا ہے نئے کفن کا پارسل بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

سوال یہ ہے کہ اگر دیوبندی بزرگوں کے بیان کردہ خوابوں پر اعتماد کیا جانا چاہیے تو پھر بریلوی بزرگوں کے بیان کردہ خوابوں پر بھی کیوں نہ اعتماد کیا جائے اور دیوبندیوں، بریلیوں میں فرق کیا رہا؟ دونوں ایک ہی رنگ میں نظر آتے ہیں۔

سال گرہ کی حرمت کے اسباب

دور حاضر کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی سچی اور روشن تعلیمات سے منحرف و برگشتہ ہو کر اوہام وخرافات کے دلدل میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے اور غیر اسلامی اقدار و روایات کی رسیا ہوتی جا رہی ہے، جس سے اسلام کا اصلی چہرہ دھندلا اور مکدر دکھائی دیتا ہے۔ یہ روایتیں کچھ تو خود ساختہ ہیں اور کچھ غیروں کے مراسم سے انفعالیت کا نتیجہ ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ **من تشبه بقوم فهو منهم.**

(سنن ابی داؤد و مسند احمد بن حنبل مشکوٰۃ المصابیح ۲/۱۲۴۶، رقم الحدیث ۴۳۴۷)

''جو کوئی مسلمان غیر قوم کے طور طریقوں کو اپنائے وہ انھیں میں سے ہے۔''

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سال گرہ کا طریقہ بھی عیسائی کلچر کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ ہے اور اس کی مخصوص تہذیبی ترجیحات کا آئینہ دار ہے۔ آج بھی یہودی قوم کے علاوہ عیسائیوں میں بھی عید نصاری (کرسمس ڈے[1]) گڈ فرائی ڈے[2] اور عید فصیح[3] جیسی متعدد عیدوں اور تہواروں کا اہتمام ہوتا ہے، جن میں یہ لوگ رات بھر جاگتے، خوشیاں مناتے اور دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہانے بہانے سے اس قوم میں سال بھر کسی نہ کسی جشن اور دن کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، جسے ایک طرح سے عالمی کلچر کا درجہ حاصل ہوتا جارہا ہے۔ دوسرے پہلوؤں سے ہٹ کر اسلامی نقطہ نظر سے آخری پیغمبر ﷺ کے پیدائش کے دن جشن و عید میلاد النبی کی کراہیت کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ عیسائی قوم کے طور طریقوں کی پیروی ہے۔ اپنے پڑوس کے عیسائی بادشاہوں کو دیکھ کر وہ اپنے پیشوا کی پیدائش کا جشن بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ بعض مسلمان حکمرانوں کو بھی اس کا شوق ہوا کہ اسی طرح وہ اپنے پیغمبر ﷺ کا جشن منائیں۔

شریعت اسلامیہ کے لحاظ سے نہ یہ جشن صحیح ہے اور نہ وہ۔ پس آج کے مسلمان معاشرے میں بچے کی پیدائش کے دن کو بطور جشن منانے کی برائی اور خرابی کا سب سے نمایاں پہلو یہی ہے کہ یہ یہودی اور عیسائی اقوام کی پیروی ہے۔ آخری محمدی شریعت موسوی اور عیسوی شریعت کی ناسخ ہے اور اس کی پسند اور ترجیحات اس سے بالکل مختلف ہیں۔ برتھ ڈے کا مروّجہ طریقہ بھی ایک ایسا ہی طریقہ ہے جو محمدی شریعت کے لیے

---

1. کرسمس ڈے عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن عیسائیوں کا بڑا دن جو ۲۵/دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ اسے عید نصاریٰ بھی کہتے ہیں۔

2. گڈ فرائی ڈے مسیحی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑھنے کا دن، ایک عیسائی تہوار جو اپریل میں جمعہ کے دن منایا جاتا ہے۔

3. عید فصیح یا ایسٹر عیسائیوں کے اعتقاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا دن۔ عیسائیوں کا یہ تہوار ۲۱/مارچ یا اس کے بعد اتوار کو وفات کے بعد حضرت عیسیٰ کے دوبارہ زندہ ہونے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ فیروز اللغات دہلی ۱۹۸۷ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناقابل قبول ہے اور اسے کسی صورت سے اپنانے کے لیے تیار نہیں ہے، کیونکہ اس رسم بد میں اسراف وتبذیر، نمود ونمائش اور فقراء ومساکین کی دل شکنی ہوتی ہے۔

سعودی عرب کے مرحوم مفتی اعظم علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء کا ایک فتویٰ ہے جس میں دوسری تمام برسیوں کے ساتھ مطلق طور پر بچوں کی سال گرہ منانے کو غیر اسلامی اور قابل مذمت فعل قرار دیا گیا ہے۔ (روزنامہ 'قومی آواز' نئی دہلی، ۶ر جنوری ۱۹۹۹ء۔ زیر عنوان سال گرہ برسی منانے کے خلاف سعودی عرب میں فتویٰ جاری ہوا)

مسجد میں عقد نکاح

اسلام میں عقد کے لیے کسی جگہ کی تخصیص نہیں ہے۔ جہاں بھی آسانی ہو اور لوگ جمع ہو سکیں، عقد نکاح کیا جا سکتا ہے، کیونکہ کتاب وسنت میں اس طرح کا کوئی مخصوص مقام مذکور نہیں ہے۔ البتہ دوسری قوموں کی عبادت گاہوں، فواحش اور منکرات کے اڈوں سے احتراز ضروری ہے، کیونکہ اس میں دوسری قوموں کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ جس سے ملت اسلامیہ کو منع کیا گیا ہے۔ مسجد میں عقد کرنا جائز ہے مگر مسجد میں عقد نکاح کو سنت قرار دینا اور اس کو ضروری سمجھنا غلط ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدفوف.

(جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح البیهقی ۲۹۰/۷)

''اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجدوں میں کرو اور اس پر دف بجاؤ۔''

اس روایت کی سند میں ایک راوی عیسیٰ بن میمون ہیں جن کو امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد خود ضعیف قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وعيسىٰ بن ميمون الانصارى يضعف فى الحديث.

''عیسیٰ بن میمون الانصاری حدیث میں ضعیف قرار دیے جاتے ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام بیہقی فرماتے ہیں: عیسیٰ بن میمون ضعیف ہیں۔ امام ابن معین کا کہنا ہے کہ "لیس بشیء" یعنی عیسیٰ بن میمون کسی کام کے نہیں۔

حافظ ابن حجر "تقریب التهذیب" میں فرماتے ہیں کہ ابن میمون ضعیف ہے۔

امام ابوحاتم کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن میمون متروک الحدیث ہے یعنی اس کی حدیث نہیں لی جاتی۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفه للالبانی، رقم الحدیث ۹۷۹)

اس حدیث کے سلسلہ میں ترمذی شریف کے موجودہ نسخوں میں امام ترمذی کا یہ قول منقول ہے "هذا حدیث حسن غریب" جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، اس لیے قابل استدلال ہے، لیکن مشکوٰۃ شریف میں یہی روایت صاحب مشکوٰۃ نے نقل کی ہے اور اس کے بعد امام ترمذی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ هذا حدیث غریب اور جب امام ترمذی کسی حدیث کو غریب کہتے ہیں تو اس سے مراد ضعیف ہوا کرتی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ اور امام شوکانی کے پاس ترمذی کا جو نسخہ موجود تھا وہی صحیح تھا، کیونکہ اس کے بعد یہ کہنا "وعیسیٰ بن میمون الانصاری یضعف فی الحدیث" عیسیٰ بن میمون الانصاری حدیث میں ضعیف ہیں، اس پر دلالت کرتا ہے کہ روایت حسن نہیں بلکہ غریب ہے۔ (تحفة الأحوذی للمبارکفوری ۲/۱۷۰-۱۷۱)

اگر موجودہ نسخوں میں جو عبارت ہے "حسن غریب" اس کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس سے استدلال نہیں کر سکتے، کیونکہ امام ترمذی نے یہاں جو حسن کہا ہے وہ روایت کے پہلے فقرہ کے متعلق ہے۔ "اعلنوا هذا النکاح" یہ فقرہ دوسری روایات سے ثابت ہے جیسا کہ عبداللہ بن زبیر سے مرفوعاً یہ فقرہ مروی ہے جس کی بنیاد پر امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اور امام ترمذی نے اعلان نکاح ہی کے بیان میں ذکر کیا ہے اور حدیث کا دوسرا ٹکڑا "واجعلوه فی المساجد" یعنی نکاح مسجدوں میں کرو، کسی دوسری روایت سے ثابت نہیں ہے، اس لیے اسے حسن نہیں کہا جا سکتا۔ (الضعیفه للألبانی، رقم الحدیث ۹۷۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان تشریحات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس روایت سے مسجد میں نکاح کے مسنون اور افضل ہونے یا ضروری ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

عقد نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا

عقد نکاح کے بعد چھوہارے یا کسی اور چیز کا لٹانا اور تقسیم کرنا کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے۔ چھوہارے لٹانے کے سلسلے میں جتنی روایتیں بیان کی جاتی ہیں، سب کی سب موضوع اور گھڑی ہوئی ہیں۔

عن عائشه ان النبی ﷺ حضر املاک رجل من الانصار فنشرت الفاكهة والسكر على راسه فامرهم بالانتهاب وقال انما نهيتكم عن نهبة العساكر.

”نبی ﷺ ایک انصاری کی شادی میں شریک ہوئے تو اس پر میوے اور شکر لٹائے گئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو لوٹنے کا حکم دیا اور فرمایا میں نے تم کو فوجوں کی لوٹ سے منع کیا ہے اس سے منع نہیں کیا۔“

اس روایت کو **العقیلی** نے نقل کیا ہے اور اس روایت کی سند میں بشیر بن ابراہیم انصاری ہے جو موضوع روایتیں بیان کیا کرتا ہے اور طبرانی نے الاوسط کے اندر اس کو نقل کیا ہے اور اس کی سند کو مجہول قرار دیا ہے۔

(الفوائد المجموعة من الاحاديث الموضوعة للشوكانی، ص۱۲۴)

علامہ عقیلی کا کہنا ہے کہ **”هو عندی ممن يضع الحدبث“** یعنی وہ میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہے جو حدیثیں گڑھتے ہیں۔

(لسان المیزان ۲/ ۱۱۸، الموضوعات لابن الجوزی ۲/ ۶۵)

امام ابن جوزی نے اس روایت کو عائشہ اور معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے اور اس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہی بشیر بن ابراہیم موجود ہے اور دوسری سند سے بھی نقل کیا ہے جس میں دو مجہول راوی ہیں۔ وہ جازم ولمازہ ہیں جن کا پتہ ہی نہیں کون ہیں۔

(الموضوعات لابن الجوزی ۲/ ۲۶۵)

امام ابن جوزی نے حضرت انس سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں خالد بن اسماعیل الانصاری ہے، جس کے بارے میں ابن عدی کا بیان ہے کہ ''کان یضع الحدیث'' یعنی وہ حدیثیں گڑھتا تھا اور ابن حبان کا بیان ہے کہ **لا یجوز الاحتجاج به بحال.** (لسان المیزان ۲/ ۳۷۲، الموضوعات لابن الجوزی ۲/ ۶۵) یعنی کسی قیمت پر اس کی روایات سے استدلال واحتجاج جائز نہیں۔

ان تحقیقات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ چھوہارے لٹانے اور لوٹنے کی جتنی روایتیں بیان کی جاتی ہیں سب کی سب موضوع اور گڑھی ہوئی ہیں۔ ان سے استدلال جائز نہیں، بلکہ حرام ہے اور لٹانا اس لیے بھی ناجائز ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تحقیر ہوتی ہے۔ پاؤں سے روندا جاتا ہے، اس لیے ایک مسلمان کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

گردن پر مسح کرنا

بعض لوگ وضو میں کان اور سر کے مسح کے ساتھ گردن پر بھی الگ سے مسح کرتے ہیں، حالانکہ صحیح احادیث میں وضو کا طریقہ جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اس میں گردن کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔ گردن کے مسح کے سلسلہ میں جو یہ حدیث مروی ہے:

من توضأ ومسح عنقه لم یغل بالأغلال یوم القیامة.

''جس نے وضو کیا اور اپنی گردن کا مسح کیا اس کی گردن میں قیامت کے دن پھندا نہ ڈالا جائے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے اس میں کئی راوی متکلم فیہ ہیں۔ بعض ضعیف ہیں اور بعض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منکر الحدیث ہیں۔(سلسلة الاحادیث الموضوعة، ص۷۴۴)

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث ہے:

مسح الرقبة امان من الغل.

''گردن کا مسح گلے کے پھندے سے امان ہوگا''

مگر یہ حدیث بھی موضوع ہے۔امام نووی المجموع شرح المھذب میں فرماتے ہیں:

هٰذا موضوع ليس من كلام النبى ﷺ.

''یہ موضوع حدیث رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔''

بعض دوسرے ائمہ حدیث نے بھی اس پر نقد کیا ہے۔علامہ البانی ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان جیسی روایات کو منکر شمار کیا جائے گا۔خاص کر اس صورت میں کہ غیر صحیح سند سے مروی حدیثیں ان تمام حدیثوں کے خلاف ہیں، جس میں وضو کی صفت بیان کی گئی ہے اور ان صحیح حدیثوں میں کہیں بھی گردن کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔

(سلسلة الاحاديث الضعيفه، حدیث نمبر۶۹)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

لم يصح عنه فى مسح العنق حديث البتة.

(زاد المعاد، ج ا ، هديه فى الوضوء)

''رسول اللہ ﷺ سے گردن کا مسح کرنا کسی بھی صحیح حدیث میں وارد نہیں ہے۔''

صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:

ما روى فى مسح الرقبة كلها ضعاف كما صرح به غير واحد من العلماء فلا يجوز الاحتجاج بها.

''گردن کے مسح کی بابت جتنی احادیث بھی مروی ہیں، سب ضعیف ہیں جیسا کہ متعدد علماء نے اس کی صراحت کی ہے پس ان احادیث سے دلیل پکڑنا جائز نہیں ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انگوٹھا چومنا

بدعتیوں میں اشھدان محمداً رسول اللّٰہ کا کلمہ موذن سے سن کر انگوٹھا چوم لینا یا انگشت شہادت آنکھوں پر پھیر لینا معمول بہ ہے، حالانکہ اس پر عمل کا سراغ دور سلف میں نہیں ملتا۔ گمان غالب ہے کہ اس پر بدعتیوں میں عمل کی بنیاد کچھ اس طرح کی روایات پر ہوگی۔ مثلاً

مسح العینین بباطن انملتی السبابتین عند قول الموذن اشھدان محمد رسول اللّٰہ الخ و ان من فعل ذلک حلت له شفاعته ﷺ.

''جب مؤذن اشھد ان محمد رسول الله کہے تو سننے والوں کا انگشت شہادت کے باطنی حصے کو دونوں آنکھوں پر پھیر لینا ایسا کار ثواب ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔''

علامہ البانی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔'' (سلسلة الاحادیث الضعیفه والموضوعة، حدیث نمبر ۷۳) اسے دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی بابت محمد طاہر مقدسی نے کتاب تذکرة الموضوعات میں لکھا ہے کہ لا یصح. یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یہی بات شوکانی نے ''الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة'' میں اور سخاوی نے المقاصد الحسنة میں لکھی ہے۔

زبان سے نیت کرنا

لغت عربی کے اعتبار سے نیت دل کا فعل ہے۔ منجد میں ہے ''النية عزم القلب'' نیت کے معنی دل کا قصد وارادہ ہے۔ اگر زبان سے کہے تو قول ہوگا نیت نہیں ہوگی۔ بہت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے لوگ نماز سے پہلے زبانی نیت کرتے ہیں جو بالاتفاق ائمہ اسلام منع ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ان النية الواجبة محلها القلب بالاتفاق الائمة الاربعة سوى بعض المتاخرين فانه يوجب التلفظ بها وهو محجوج بالاجماع ثم هل يستحب التلفظ بها بعد اتفاقهم على عدم مشروعية الجهر بها وتكرارها فاستحب بها مشيخة من اصحاب ابى حنيفة والشافعي واحمد وغيرهم رحمهم الله ولم يستحب المتاخرون من اصحاب مالک واحمد وغيرهم رحمهم الله وهو اولىٰ فان ذلک بدعة لم يفعلها رسول الله ﷺ ولا اصحابه ولو كان من تمام الصلوٰة لفعلوا. (شرح الاشباه والنظائر از علامه حموى مجموع فتاوىٰ شيخ الاسلام ابن تيميه ۲۲/۲۳۶،۲۳۷)

''نیت واجبہ کی جگہ دل ہے باتفاق ائمہ اربعہ، لیکن بعض متاخرین نے تلفظ کو واجب کہا ہے مگر یہ قول اجماع سے مردود ہے۔ اب آیا اس اتفاق کے بعد کہ نیت کے الفاظ کا تکرار و اظہار جائز و مشروع نہیں کیا زبان سے ادائیگی مستحب ہے؟ تو اس سلسلہ میں ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد کے اصحاب میں سے بعض لوگوں نے مستحب کہا ہے، لیکن متاخرین اصحاب مالک واحمد رحمہم اللہ اس کے استحباب کے قائل نہیں ہیں اور اس کا عدم استحباب ہی بہتر ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے۔ اس کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے نہیں کیا۔ اگر یہ تکمیل صلوٰۃ میں داخل ہوتا تو وہ لوگ ضرور کرتے۔''

یہاں علامہ حموی نے امام ابن تیمیہ کے فتویٰ کو مختصر نقل کیا ہے حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی درج ذیل عبارت سے تمام شکوک وشبہات دور ہو جاتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فان الجهر بالنية لا يجب ولا يستحب لا فى مذهب ابى حنيفة ولا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احد من ائمة المسلمین بل کلھم متفقون علی انه لا یشرع الجھر بالنیة ومن جھر بالنیة فھو مخطئ مخالف للسنة باتفاق ائمة الدین.

(فتاویٰ ابن تیمیه ۲۲/ ۲۴۵-۲۴۶)

''آواز سے نیت کرنا نہ واجب ہے، نہ مستحب۔ امام ابوحنیفہ اور تمام ائمہ متفق ہیں کہ یہ درست نہیں جو اونچی آواز سے نیت کرے وہ سنت کا مخالف ہے۔''

علامہ ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں:

وکان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوٰة قال الله اکبر لم یقل شیئا قبلھا ولا تلفظ بالنیّة ولا قال اصلی صلوة کذا مستقبل القبلة أربع رکعات اماماً أو ماموماً ولااداءً ولا قضاء ولا فرض الوقت وھذا عشر بدع لم ینقل عنه احد قط باسناد صحیح ولا ضعیف ولا مسند ولا مرسل لفظة واحدة منھا البتة بل ولا احد من اصحابه ولا استحسنه احد من التابعین ولا الائمة الاربعة. (زاد المعاد ۱/۲۰۱)

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے اس سے پہلے کچھ نہ کہتے حتی کہ زبان سے نیت بھی نہ کرتے نہ یہ فرماتے کہ میں چار رکعت نماز کی نیت کعبہ کی طرف رخ کر کے امام یا مقتدی بن کر کرتا ہوں۔ نہ ادا اور قضا کا لفظ استعمال فرماتے نہ وقت کا نام لیتے یہ ساری باتیں بدعت ہیں، اس سلسلہ میں آپ سے کچھ بھی مروی نہیں اور نہ ہی تابعین اور ائمہ میں سے کسی نے اس کو پسند کیا ہے۔''

علامہ کمال ابن الہمام فتح القدیر شرح الھدایة میں لکھتے ہیں:

قال بعض الحفاظ لم یثبت عن رسول الله ﷺ صحیح ولا ضعیف انه کان یقول عند الافتتاح اصلی کذا ولا من احد من الصحابة والتابعین بل المنقول انه ﷺ اذا قام الی الصلوٰة کبّر وھذہ بدعة. (فتح القدیر شرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الهداية ١/ ٢٦٦، مطبوعه مصر ١٣٨٩ھ)

''بعض حفاظ حدیث نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح نہ ضعیف کسی طرح سے یہ فعل ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے نماز شروع کرتے ہوئے کہا ہو کہ میں نیت کرتا ہوں فلاں نماز پڑھنے کی اور نہ صحابہ وتابعین میں سے کسی سے ثابت ہے۔ آپ سے جو کچھ منقول ہے وہ صرف اتنا ہے کہ آپ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور زبان سے نیت کہنا بدعت ہے۔''

علمائے محققین کے اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زبان سے نیت کی ادائیگی جو آج کل رائج ہے۔ رسول اللہ ﷺ، صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ سے ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ زبان سے کہنے کے بجائے نیت دل میں کرنا چاہیے۔ نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی لفظ زبان سے نہیں کہنا چاہیے۔

امامت کے حقدار کی ترتیب

صحیح مسلم وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے:

یوّم القوم اقرؤهم لکتاب الله فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاکبرهم سنّا.

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب من احق بالامة ٣/ ١٨٧، رقم الحدیث ٢٩٠)

''قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو کتاب اللہ کا زیادہ پڑھا ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو امامت کرائے وہ شخص جو ان میں سنت رسول اللہ کا زیادہ عالم ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہیں تو امامت کرائے جو ہجرت میں مقدم ہو۔ (اور بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ مستحق ہے جو اسلام میں مقدم ہو) اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ امامت کا مستحق ہے جو ان میں عمر کے لحاظ سے بڑا ہو۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحیح روایتوں میں بس اسی قدر ہے مگر بعض غیر صحیح روایتوں میں ہے کہ اگر عمر میں سب برابر ہوں تو امامت کا مستحق وہ شخص ہے جو زیادہ خوبصورت ہو، چنانچہ بیہقی نے ابوزید انصاری سے مرفوعاً یہ حدیث ذکر کی ہے:

اذا كانوا ثلاثة فليومهم اقرؤهم لكتاب الله فان كانوا فى القواة سواء فاكبرهم سنا فان كانوا فى السن سواء فاحسنهم وجها.

''جب تین آدمی ہوں تو ان میں امامت کا مستحق وہ شخص ہے جو کتاب اللہ کا زیادہ پڑھا ہوا ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو امامت کا حق دار وہ ہے جو ان میں زیادہ عمر کا ہو اور اگر وہ سب عمر میں برابر ہوں تو امامت کا حق دار وہ ہے جو ان میں زیادہ خوبصورت ہو۔''

اس حدیث کی بابت علامہ البانی کا تبصرہ ہے ''**منكر لا اصل له**'' اور علامہ البانی نے ابن حبان کا بھی یہی قول اس حدیث کی بابت نقل کیا ہے جس کی تائید علامہ ابن حجر کے قول سے بھی ہوتی ہے اور حاکم نے بھی اسے خبر منکر کہا ہے، گویا یہ حدیث مقبول نہیں مردود ہے۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفه، حدیث نمبر ۶۰۹)

ایک روایت ابن عدی نے یہ ذکر کی ہے: **ليومكم احسنكم وجها فانه احرى ان يكون احسنكم خلقا.** چاہیے کہ وہ شخص تمہاری امامت کرائے جو تم میں زیادہ خوبصورت ہو توقع ہے کہ وہ تم میں زیادہ بااخلاق ہوگا، مگر یہ حدیث موضوع ہے اس کی سند میں کئی راوی متکلم فیہ ہیں۔ بعض مجہول ہیں اور بعض کذاب ہیں۔

(سلسلة الاحاديث الضعيفه، حدیث نمبر ۶۰۸)

گویا امامت کے حقدار کی ترتیب بسند صحیح اسی قدر مروی ہے جو صحیح مسلم وغیرہ کے حوالہ سے سب سے اوپر والی حدیث میں بیان ہوئی اور اسی قدر کافی بھی ہے۔ اس سے آگے یہ قول کہ اگر عمر میں سب برابر ہوں تو امامت کا حق دار وہ ہوگا جو ان میں زیادہ حسین ہو۔ پھر وہ جس کا سر زیادہ بڑا ہو پھر وہ زیادہ حق دار ہے جس کا عضو تناسل سب سے زیادہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چھوٹا ہو، سب بے اصل لغو اور مضحکہ خیز ہے۔

علامہ البانی فقہائے حنفیہ کے اس قول کو مراقی الفلاح کے حوالہ سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

كانهم لم يسعهم الوقوف عند الاحاديث الصحيحة كحديث ابى مسعود المتقدم آنفا بل ولا عند الاحاديث الموضوعة والمنكرة حتى اخترعوا من آرائهم شروطا اخرىٰ وليتها كانت معقولة وغير مستهجنة ومن الممكن العمل بها والا فقل لى بربك كيف يمكن معرفة الاصغر عضوا مع كونه اكبرهم راسا الا بالكشف عن العورات ثم هم مع ذلك يسمون مثل هذه الاراء فقها فاللهم توفيقك وهدايتك.

(سلسلة الاحاديث الضعيفه، ج ۲، ص ۷۷ [حاشيه])

امام کی اقتداء

باجماعت نماز میں امام کی اقتداء ضروری ہے۔ تمام ارکان میں مقتدی کو امام کے تابع رہنا چاہیے۔ رکوع وسجود وغیرہ ارکان میں امام سے سبقت کرنا حرام ہے۔ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی گویا مقتدی امام ہو گیا، بلکہ امام کے ساتھ بھی ادا کرنا درست نہیں۔ ہر صورت میں امام کے بعد ہی ارکان کو ادا کرنا چاہیے۔ احادیث میں اس کی تائید وضاحت سے مرقوم ہے۔

عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ مايأمن الذى يرفع راسه فى صلوته قبل الامام ان يحول الله صورته فى صورة حمار.

(صحيح مسلم كتاب الصلاة باب تحريم سبق الامام ۳۸٦/۲، رقم الحديث ۱۱۵)

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو آدمی نماز میں امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اسے بے خوف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ اس کی شکل گدھے کی سی بنا دے۔''

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ گھوڑے سے گر گئے۔ آپ کے دائیں پہلو میں خراش آگئی ہم بیمار پرسی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہیں نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا:

انما جعل الامام ليوتم به فاذا كبّر فكبّروا واذا سجد فاسجدوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد واذا صلى قاعدا فصلوا قعودا اجمعون. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة باب النهى عن مبادرة الامام بالتكبير ۲/۳۷۱،رقم الحديث ۸۹)

''امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو، جب وہ سجدہ کرے تم سجدہ کرو، جب امام سر اٹھائے تم سر اٹھاؤ، جب امام سمع الله لمن حمده کہے تم ربنا لک الحمد کہو، جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔''

امام کے ساتھ مقتدی کا بیٹھ کر نماز پڑھنے کا عمل آپ کی ہنگامی بیماری میں ہوا، لیکن آنحضرت ﷺ کی آخری بیماری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

وكان ابوبكر يصلى وهو قائم بصلوٰة النبى ﷺ والناس يصلون بصلوٰة ابى بكر والنبى ﷺ قاعداً. (صحيح مسلم كتاب الصلاة باب استخلاف الامام ۲/۳۷۲،رقم الحديث ۹۰)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ کی اقتداء فرما رہے تھے۔ لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔''

آنحضرت ﷺ کا آخری فعل یہی ہے کہ امام اگر بیٹھا ہو تو مقتدی اس کی اقتداء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہوکر کرسکتا ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کا آخری فعل زیادہ قابل عمل ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث مذکور کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب امام تکبیر کہہ چکے تو تم اس کے بعد تکبیر کہو۔ جب امام سجدہ میں چلا جائے تو تم سجدہ میں جاؤ، جب امام سر اٹھا چکے تو تم سر اٹھاؤ، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہہ چکے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقتدی کو ہر فعل اس وقت کرنا چاہیے جب امام وہ کام کر چکے نہ امام سے پہلے کرنا چاہیے نہ اس کے ساتھ بلکہ امام کے بعد وہ رکن ادا کرنا چاہیے۔ متابعت پیچھے لگنے کو کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ:

انه نظر الی من سبق الامام فقال له صلیت وحدک ولا صلیت مع الامام ثم ضربه وامره ان یعید الصلوٰة. (رسالة الصلاة لأحمد، ص ۳۵۲)

''انھوں نے ایک شخص کو امام سے سبقت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا نہ تم نے اکیلے نماز ادا کی نہ امام کی اقتدا کی پھر اسے مارا اور کہا کہ نماز لوٹاؤ۔''

امام احمد بن حنبلؒ نے بڑے بسط سے لکھا ہے کہ امام کے ساتھ ارکان ادا کرنا غلط ہے۔ امام جب رکوع وسجود میں چلا جائے اور اس کی تکبیر کی آواز ختم ہو جائے تو مقتدی کو اس وقت رکوع وسجود وغیرہ امور شروع کرنے چاہئیں۔

ہمارے ملک میں یہ غلطی عام ہے، تمام طبقات یہ غلطی کرتے ہیں اگر سبقت نہ کریں تو امام کے ساتھ ضرور ادا کرتے ہیں، حالانکہ یہ صریح حدیث کے خلاف ہے اور خطرہ ہے کہ نماز ضائع ہو جائے۔

امام کی اطاعت کا شرعاً یہی مطلب ہے کہ تمام ارکان وغیرہ امام کے بعد ادا کرے۔ مقتدی اس وقت شروع کرے جب امام رکن میں مشغول ہو جائے حدیث کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے۔ نہ امام سے سبقت درست ہے نہ امام کی معیت، بلکہ امام جب رکن میں مشغول ہو جائے اس کے بعد مقتدی امام کے ساتھ شریک ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ تمام ائمہ کے نزدیک اقتداء کی یہی صورت ہے۔ تعجب ہے کہ تمام مکاتب فکر اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ بریلوی حضرات تو بدعات میں اس قدر محو ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سنت کی محبت سے خالی کر دیا ہے۔ وہ ہر وقت نئی سے نئی بدعتوں کی تلاش میں پریشان ہیں اور دوسرے گروہ بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں، الا من رحمهُ الله.

امام احمدؒ کا ارشاد کس قدر درست ہے:

لو صليت فى مأة مسجد مارأيت اهل مسجد واحد يقيمون الصلوٰة علىٰ ماجاء عن النبى ﷺ وعن اصحابه رحمهُ الله عليهم.

(رسالة الصلاة لأحمد، ص ۱۵۴)

''آپ سو مسجدوں میں نماز ادا فرمائیں کسی میں بھی آنحضرت ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کے طریق پر آپ کو نماز نہیں ملے گی۔''

جمعہ کے دن کی بدعات

جمعہ کے دن منبر کے قریب بیٹھنے والے لوگ خطیب کے منبر سے اترنے کے بعد اس کی طرف لپکتے ہیں اور اس کی پشت مونڈھے اور پہلو کو اس خیال سے چھوتے ہیں کہ وہاں نور اور رحمت کی بارش ہو رہی تھی اور منبروں پر جمعہ کے دن پردے لٹکانا قبیح قسم کی بدعت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دوکان سے پائجامہ خریدا اٹھنے لگے تو دوکان دار نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا آپ ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا:

هذا تفعله الاعاجم بملوكها ولست بملك انما انا رجل منكم.

''یہ حرکت عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں میں تو تم لوگوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں کا ایک فرد ہوں۔''

امام مالک رحمۃ اللہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور سلمان بن حرب بن عبدالملک کے ہاتھ کو ایک شخص نے بوسہ دینا چاہا تو ہشام نے اس کو ڈانٹا اور کہا یہ حرکت عربوں میں سے ڈرپوک ولالچی لوگ کرتے ہیں اور عجم میں فروتر لوگ کرتے ہیں۔ غرض اس فعل کے مکروہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے کہ خود کوئی شخص اپنا ہاتھ اس مقصد سے لوگوں کی طرف بڑھائے کہ لوگ اسے بوسہ دیں اپنے ہاتھ کو بوسہ دلانے کی خواہش شرعاً ناپسندیدہ ہے یہ جذبہ مکروہ وغیر مستحسن ہے۔ (المنکرات، ص ۳۷)

خطبہ جمعہ ختم ہونے پر پوری جماعت کا بیٹھے رہنا اور تکبیر کہتے وقت لفظ **اشهد ان محمدا رسول الله** کہنے پر اٹھنا بدعت ہے۔ آپ کے عہد مبارک میں صحابہ کا معمول تھا کہ جب خطبہ ختم ہوتا تو نماز کے لیے تکبیر سے پہلے ہی صحابہ کرام اٹھ کھڑے ہوتے۔

جمعہ میں دوران خطبہ بات کرنا لغو کام ہے۔ دوران خطبہ کسی قسم کی بات کرنی جائز نہیں، یہاں تک کہ ازراہ نصیحت اپنے پاس بیٹھنے والے کو یہ کہنا کہ چپ رہو ''**فقد لغوت**'' (پس اس نے لغو کیا) کے دائرہ میں آتا ہے۔

اسی طرح صفوں کے مکمل ہونے اور جگہ نہ خالی ہونے کی صورت میں جمعہ کے وقت لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانا ممنوع ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اجلس فقد آذيت. زاد احمد آنيت.

''تم بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو اذیت پہنچائی۔ اور امام احمد کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ تم ثواب حاصل کرنے میں پیچھے رہ گئے۔''

اسی طرح نمازیوں کے سامنے سے گزرنا بھی ممنوع ہے۔ نیز نماز جمعہ کے بعد نماز ظہر احتیاطی طور پر پڑھنا بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے جمعہ کے بعد نماز ظہر کا احتیاطاً پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منبر کے پاس جمعہ کی اذان دینا

بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ کے لیے منبر پر جاتا ہے تو موذن مسجد کے اندر منبر سے متصل ہی خطیب کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر جمعہ کی اذان دیتا ہے۔ یہ طریقہ غیر مسنون ہے اور اس سے اذان کا مقصد بھی نہیں حاصل ہوتا۔ اذان لوگوں کے لیے وقت کی اطلاع اور نماز کی طرف بلاوا ہے۔ اسی طرح اذان مسجد کے کھلے حصہ میں عموماً اور اونچی جگہ دی جاتی ہے، تاکہ مؤذن کی آواز دور دراز تک پہنچے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اسے سن سکیں۔ عہد رسالت میں جمعہ کی اذان صرف ایک تھی اور وہ مسجد کے کھلے حصہ میں دروازے پر دی جاتی تھی۔

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ کے لیے بیٹھتے تو آپ ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازے پر جمعہ کی اذان دی جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہی حال رہا کہ جمعہ کی یہی اذان خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد مسجد کے دروازے پر دی جاتی تھی۔ جب حضرت عثمان غنی کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے لیے مقام زوراء[1] پر ایک اذان دلانی شروع کردی پھر وہیں سے اس اذان کا سلسلہ چل پڑا۔

علامہ احمد محمد شاکر اپنی تعلیق ترمذی (۲/۲۹۳) میں فرماتے ہیں:

ابوداؤد کی اس حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھتے تو موذن آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ اس حدیث سے عوام الناس نے بلکہ بہت سے اہل علم نے سمجھا کہ اذان امام کے سامنے ہونی چاہیے اور انھوں نے جمعہ

---

[1] زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ تھی وہاں اذان دلانے کا مقصد یہ تھا کہ جولوگ خرید وفروخت میں منہمک ہیں۔ انہیں اطلاع ہوجائے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا ہے اور اپنا کاروبار بند کرکے جمعہ کے لیے حاضر ہوجائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے موذن کا مقام امام کے سامنے منبر سے متصل ہی مقرر کر دیا۔ اس طرح یہ صرف رواجی اذان ہوگئی جس کا لوگوں کو نماز کے لیے بلانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، جب کہ اذان کا اصل مقصد لوگوں کو نماز کے لیے بلانا ہے، سنت کی اتباع تو یہ ہے کہ اذان مسجد کے دروازے پر کھلی جگہ ہوتا کہ لوگوں کو خبر دینا اور بلانا پایا جائے۔ نیز بہت سے لوگوں نے اذان جمعہ سے پہلی والی (عثمانی) اذان باقی رکھی ہے۔ جب کہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں، جب حضرت عثمانؓ نے اس اذان کا آغاز کرایا تھا اس وقت مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز صرف مسجد نبوی میں ہوتی تھی اور لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ مسجد کے دروازے پر دی جانے والی اذان بہت سے لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی تو اس ضرورت کے سبب حضرت عثمان نے جمعہ کی اس اذان سے پہلے بازار میں ایک اذان دلانی شروع کر دی تھی، لیکن اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مسجدیں تو بہت ہوگئی ہیں اور ان میں اذان کے لیے اونچے اونچے منارے بن گئے ہیں، نیز لوگ نماز کے اوقات جاننے لگے ہیں۔ پس ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ اسی ایک اذان پر اکتفا کیا جائے جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے۔ اسی میں سنت رسول کی اتباع ہے نیز موذنوں کو حکم دیا جائے کہ وہ اذان اندر نہیں مسجد کے دروازے پر دیں۔

جب خطیب منبر پر چلا جائے

علامہ البانی رحمہ اللہ نے طبرانی فی الکبیر کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعاً یہ حدیث ذکر کی ہے:

اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام حتی یفرغ الامام.

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے اور امام منبر پر ہو تو نہ نماز پڑھے نہ کلام کرے، یہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تک کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے۔"

علامہ البانی فرماتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی ایوب بن نہیک ہے جس کی بابت ابن حاتم نے الجرح والتعدیل (۲۵۹/۱) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہتے تھے ایوب بن نہیک ضعیف ہے۔ میں نے ابوزرعہ سے کہتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے: میں ایوب بن نہیک کے طریق سے نہ حدیث بیان کرتا ہوں نہ اس کی حدیث ہم پر پیش کی جاتی ہیں۔ وہ منکر الحدیث ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۸۴/۲) میں فرمایا: یہ شخص متروک ہے۔ جماعت محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اسی لیے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۵۱۹/۲) میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور بیہقی نے اپنی سنن (۱۹۳/۳) میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ اس لفظ کے ساتھ "خروج الامام یوم الجمعة یقطع الکلام" جمعہ کے دن امام کا منبر پر جانا کلام کو منقطع کر دیتا ہے، کا اضافہ حقیقتاً حضرت سعید بن المسیب کا قول ہے اور زیلعی نے بھی نصب الرأیة (۲۰۱/۲) میں اس کا اقرار کیا ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ میں نے (ایوب بن نہیک والی) مذکورہ بالا حدیث کو باطل جو کہا ہے اس کی سند میں ضعف کے ساتھ یہ وجہ بھی ہے کہ وہ مندرجہ ذیل دو حدیثوں کے خلاف ہے:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا جاء أحدکم یوم الجمعة وقد خرج الامام فلیصل رکعتین. (صحیح بخاری کتاب الجمعة باب من جاء والامام یخطب ۵۲۳/۲، رقم الحدیث ۹۳۱، صحیح مسلم کتاب الجمعة باب التحیة والامام یخطب ۳/ ۴۲۹، رقم الحدیث ۵۷.

"جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن مسجد آئے اور امام منبر پر جا چکا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث حضرت جابر سے مروی ہے۔ حضرت جابرؓ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ سلیک غطفانی مسجد میں آئے اور رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے سلیک سے فرمایا:

اذا جاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیهما. (صحیح مسلم کتاب الجمعة باب التحیة والامام یخطب ۴۲۹/۳، رقم الحدیث ۵۹)

''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو آنے والے کو دو رکعت نماز پڑھ لینی چاہیے اور وہ دو رکعت ہلکی پڑھے۔'' (گویا دو رکعت بغیر پڑھ لیے اسے نہ بیٹھنا چاہیے) اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا قلت لصاحبک انصت یوم الجمعة والامام یخطب فقد لغوت.

(صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فی الانصات یوم الجمعة ۵۲۵/۲، رقم الحدیث ۹۳۴، صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب فی الانصات یوم الجمعة فی الخطبه ۴۰۱/۳، رقم الحدیث ۱۱)

''جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت تم نے اپنے ساتھی سے کہا چپ رہ تو تم نے لغو کام کیا۔''

پس پہلی حدیث میں صریح طور پر تاکید ہے دو رکعت پڑھ لینے کی امام کے منبر پر جانے کے بعد جب کہ ایوب بن نہیک والی مذکورہ بالا حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اور بعض خطباء کی یہ بڑی نادانی ہے، جب کوئی خطبہ کے وقت مسجد میں داخل ہوتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے تو بعض خطباء اسے نماز پڑھنے سے روک دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے مجھے ڈر لگتا ہے ایسے خطباء اللہ تعالیٰ کی اس وعید کے مستحق نہ ہو جائیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْداً اِذَا صَلّٰی. (العلق:۹-۱۰)

''کیا دیکھا تم نے اس شخص کو جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔''

امام نووی نے فرمایا ہے کہ یہ نص صریح ہے، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں اور میں کسی عالم کے بارے میں یہ گمان نہیں کرتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم صریح معلوم ہو اور پھر وہ اس کی مخالفت کرے۔

دوسری حدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو کلام ممنوع نہیں ہے، صحابہ کا عمل ہے جو عہد فاروقی میں جاری تھا۔ ثعلبہ بن ابو مالک بیان کرتے ہیں کہ لوگ باتیں کرتے رہتے تھے، لیکن جب حضرت عمر بن خطاب خطبہ دینے کے لیے منبر پر کھڑے ہو جاتے تب کوئی بات نہ کرتا، یہاں تک کہ وہ دونوں خطبہ پورا کر لیتے۔ اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا (۱/۱۲۶) میں اور طحاوی (۱/۲۱۷) نے نقل کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بھی العلل (۱/۲۰۱) میں اسے ذکر کیا ہے اور پہلی دونوں حدیث کی سند صحیح ہے۔

پس معلوم ہوا کہ خطیب کے صرف منبر پر چڑھتے ہی کلام ممنوع نہیں ہو جاتا ہے بلکہ ممنوع اس وقت ہوتا ہے جب وہ خطبہ شروع کر دے۔

(سلسلة الاحاديث الضعيفه، حديث نمبر ۸۷)

جمعہ کے دن مسجد میں گداگری

جمعہ کے دن مسجد میں گداگری بری چیز ہے۔ رہا سوال اس حدیث کا جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ''الجمعة حج المساکين'' جمعہ مسکینوں کا حج ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کو جامع صغیر میں ضعیف کہا گیا ہے۔ اسی طرح فرض نماز جمعہ سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد یا دو چار منٹ کے بعد دو ایک آدمیوں کا صفوں کے درمیان مصلیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے ڈبہ کھڑکھڑاتے ہوئے اس لیے گزرنا کہ نمازی حضرات اس ڈبہ میں کچھ ڈال دیں، یہ طریقہ قطعاً مکروہ اور مذموم ہے۔ علامہ محدث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ صاحب مرعاۃ المفاتیح اپنے ایک فتوی میں فرماتے ہیں:

مسجد میں کسی ضرورت مند کا سوال کرنا گوشرعاً جائز ہے جیسا کہ "**سنن ابی داؤد باب المسئلة في المسجد**" کے تحت روایت کردہ حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، لیکن سوال میں چندہ مانگنے کی مذکورہ صورت یعنی فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد یا دو چار منٹ کے بعد دو ایک آدمیوں کا صفوں کے درمیان مصلیوں کے سامنے ڈبہ کھڑکھڑاتے ہوئے اس لیے گزرنا کہ مصلیان اس میں کچھ پیسے ڈال دیں، یہ طریقہ قطعاً مذموم ومکروہ ہے۔ چاہے کبھی کبھار ایسا کیا جائے یا ہر جمعہ کو التزاماً اس طرح چندہ مانگا جائے۔ عہد نبوی وعہد صحابہ کرام میں اس طرح چندہ مانگنے کا کہیں اتہ پتہ نہیں ملتا، نیز سلام کے بعد صفوں کے درمیان مقتدیوں کے سامنے اس طرح ڈبہ کھڑکھڑاتے ہوئے فرض نماز کے بعد جواذ کار مشروع ہیں ان میں خلل پڑنا اور انتشار پیدا ہونا بالکل ظاہر ہے۔

ہر جمعہ کو والدین کی قبر پر جانا

اولاد پر والدین کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور ان حقوق کی ادائیگی کے لیے قرآن وحدیث میں بڑی تاکید آئی ہے اور اولاد پر لازم ہے کہ ان کے حق میں دعائیں کرے، ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی۔ حقوق والدین کی بابت قرآن مجید کی آیات کے ساتھ احادیث صحیحہ کا خاصا ذخیرہ ہے، لیکن غیر صحیح احادیث سے یہ باب بھی خالی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں دو حدیثیں تحریر کی جاتی ہیں، جو صحیح نہیں ہیں۔

مشکوٰۃ جلد اول، **باب زیارۃ القبور** میں **شعب الایمان للبیهقی** کے حوالہ سے یہ حدیث مرسلاً مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱) من زار قبر ابویه أو أحدهما فی کل جمعة غفرله و کتب برّا.

(مشکوٰة کتاب الجنائز باب زیارة القبور ۵۵۳/۱،رقم الحدیث ۱۷۶۸او مرعاة المفاتیح ۵۱۸/۵)

''جس نے ہر جمعہ کو والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی، اسے بخش دیا جائے گا اور اسے والدین کا وفادار و نیکوکار لکھ دیا جائے گا۔''

علامہ محدث عبید اللہ رحمانی مبارکپوری صاحب مرعاۃ المفاتیح اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کی سند پر واقف نہ ہوسکا، لیکن یہ حدیث مرسل ہے اور اس بارے میں جتنی بھی حدیثیں ہیں سب ضعیف ہیں اور علامہ محدث البانی نے اپنی تعلیق مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۷۶۸ میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور اسے اپنی کتاب سلسلة الاحادیث الضعیفة جلد اول، میں طبرانی (فی الصغیر والاوسط) کے حوالہ سے بہ طریق محمد بن النعمان بن عبدالرحمان عن یحییٰ بن البجلی عن عبدالکریم ابی امیه عن مجاهد عن ابی هریرة مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اس میں محمد بن النعمان مجہول ہے۔ یحییٰ بن العلاء کو میزان الاعتدال ولسان المیزان میں متروک قرار دیا گیا ہے۔ امام وکیع نے اسے کاذب کہا ہے اور امام احمد بن حنبل کا ریمارک اس کی بابت کذاب یضع الحدیث کا ہے کہ یہ بڑا جھوٹا تھا، حدیث گڑھتا تھا اور ابن عدی نے اس کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے اور اس کا شیخ ابوامیہ بھی ضعیف ہے، یہ حدیث کسی طریق سے بھی صحیح نہیں ہے۔

(سلسلة الأحادیث الضعیفه، حدیث نمبر ۴۹)

دوسری حدیث ہے: من زار قبر والدیه کل جمعة فقرأ عندهما او عنده (یٰس) غفرله بعدد کل آیة أو حرف.

''جو شخص ہر جمعہ کو اپنے والدین کی قبر کے پاس گیا اور ان کے پاس جا کر سورۂ یٰسین پڑھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو اسے بخش دیا جائے گا ہر آیت یا ہر حرف کی تعداد کے برابر۔''

یہ حدیث بھی موضوع ہے اور اس کی سند کا حال بھی پہلی سے بہتر نہیں ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سلسلة الاحاديث الضعيفه، حديث نمبر ۵۰)

علامہ البانی اس حدیث پر بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے قبر پر قرأت قرآن کا استحباب ثابت ہوتا ہے حالانکہ احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی بنا پر علماء متقدمین امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل نے بھی قبر پر قرأت قرآن کو بدعت کہا ہے، اگرچہ دوسری روایت میں امام احمد سے عدم کراہت منقول ہے اور امام محمد سے بھی عدم کراہت منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس اثر کے سبب جس میں مذکور ہے کہ انھوں نے اس بات کی وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت ان کی قبر پر سورہ بقرہ کے ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں، حالانکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس وصیت کی نسبت بسند صحیح ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت بھی ہوجائے تو دفن کے وقت قرأت کا ثبوت ہوگا، نہ کہ مطلقاً۔ پس سنت کو لازم پکڑو، بدعت سے اجتناب کرو، اگرچہ وہ لوگوں کی نظر میں اچھی لگتی ہو اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سلسلة الاحاديث الضعيفه بحوالہ ضعیف وموضوع روایات، ص ۷۸)

نماز مغرب کے بعد نوافل کی متعین رکعات

نماز مغرب کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ بسند صحیح ثابت ہے۔ اس کے علاوہ نماز مغرب کے بعد کچھ متعین تعداد میں نفل نمازیں پڑھنے کی فضیلت پر مشتمل درج ذیل حدیثیں بھی بیان کی جاتی ہیں، جو صحیح نہیں ہیں۔

(۱) من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن له بعبادة ثنتي عشرة سنة.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جس نے نماز مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں کہ ان کے درمیان کوئی بدکلامی نہیں کی تو یہ چھ رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔

یہ حدیث ''مشکوٰۃ المصابیح (۳۶۸/۱، رقم الحدیث ۱۱۷۳)، باب السنن وفضائلها'' کے فصل ثانی میں بحوالۂ ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے اور علامہ البانی نے اسے سلسلة الاحاديث الضعيفة (۴۸۱/۱) میں ترمذی، ابن ماجہ، قيام الليل للمروزی اور ترغيب وترهيب لابن شاهين وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث عمر بن ابی خثعم وسمعت محمد بن اسماعيل يقول هو منكر الحديث وضعفه جداً.

''یہ حدیث غریب ہے صرف عمر بن ابی خثعم کے طریق سے مروی ہے اور میں نے امام بخاری کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عمر بن ابی خثعم منکر الحدیث ہے اور امام بخاری نے اسے بہت ضعیف قرار دیا ہے۔''

امام بخاری جب کسی راوی کو منکر الحدیث کہتے ہیں تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ ذہبی نے خود امام بخاری کی وضاحت یہ نقل کی ہے:

من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل رواية حديثه.

(سلسلة الاحاديث الضعيفه ۲۱۷/۱)

''میں جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس کی حدیث روایت کرنی درست نہیں ہے۔''

ابن عدی نے بھی اس شخص کو منکر الحدیث کہا ہے۔ دیگر ائمہ جرح وتعدیل نے بھی اس پر سخت جرحیں کی ہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح بحوالہ ضعیف وموضوع روایات، ص ۴۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲) من صلی ست رکعات بعد المغرب قبل ان یتکلم غفرله بها ذنوب خمسین سنة.

''جس نے نماز مغرب کے بعد کوئی گفتگو کرنے سے پہلے چھ رکعتیں پڑھیں تو ان چھ رکعتوں کے عوض اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

اس حدیث کو محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب العلل میں عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ابن ابی حاتم اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام ابوزرعہ نے اس حدیث کو قابل رد وموضوع قرار دیا ہے اور محمد بن غزوان دمشقی (جو اس حدیث کا راوی ہے) منکر الحدیث ہے۔

(سلسلة الاحادیث الضعیفه ۱/۴۸۱)

ابن حبان نے اس کے بارے میں فرمایا: ''لا یحل الاحتجاج به'' اس شخص کی حدیث سے دلیل پکڑنا درست ہی نہیں ہے۔

(۳) من صلی بین المغرب والعشاء عشرین رکعة بنی الله له بیتا فی الجنة. (سنن ابن ماجه کتاب اقامة الصلاة باب ماجاء فی الصلاة بین المغرب والعشاء ۱/۴۳۷، رقم الحدیث ۱۳۷۳، سنن ترمذی ۲/۲۹۹)

''جس نے نماز مغرب وعشاء کے درمیان بیس رکعتیں پڑھیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا۔''

اس حدیث کو ترمذی نے تعلیقاً صیغۂ تمریض (وقدروی عن عائشه) سے ذکر کیا ہے۔ ابن ماجہ نے سنن میں اور ابن شاہین نے ''الترغیب والترهیب'' میں موصولاً یعقوب بن الولید المدائنی عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشه کے طریق سے ذکر کیا ہے۔

منذری نے ''الترغیب والترهیب'' میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعقوب بن الولید کو امام احمد وغیرہ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ عبداللہ نے اپنے باپ امام احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام احمد نے فرمایا: خرقنا حدیثه منذ دهر کان من الکذابین الکبار و کان یضع الحدیث" ہم ایک زمانہ سے اس کی حدیثیں پھاڑ کر پھینک دیتے ہیں، یہ شخص بڑا جھوٹا تھا اور یہ حدیثیں گڑھتا تھا۔ ابن معین نے بھی اسے کذاب کہا ہے اور ابن حبان نے فرمایا: یضع الحدیث علی الثقات لا یحل کتب حدیثه الا علیٰ سبیل التعجب. یہ شخص حدیثیں گڑھتا ہے اور ثقہ راویوں کے حوالہ سے بیان کرتا ہے اس کی حدیثیں لکھنی درست ہی نہیں سوائے اس کے کہ کوئی اظہار تعجب کے طور پر اس کی کوئی حدیث ذکر کرے۔ اس کے علاوہ بھی ائمہ جرح وتعدیل سے اس کی بابت جرحیں منقول ہیں۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم ان کل ماجاء من الاحادیث فی الحض علی رکعات معینة بین المغرب والعشاء لا یصح وبعضه اشد ضعفاً من بعض وانما صحت الصلاۃ فی ھٰذا الوقت من فعله ﷺ دون تعیین عدد وأما من قوله ﷺ فکل ماروی عنه واہٍ لا یجوز العمل به. (سلسلة الاحادیث الضعیفه ۱/۴۸۱)

"نماز مغرب وعشاء کے مابین متعین رکعت پر ابھارنے والی جتنی احادیث بھی مروی ہیں، سب غیر صحیح ہیں۔ ان میں سے بعض ضعف میں بعض سے بڑھ کر ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ سے نفل پڑھنی ضرور ثابت ہے مگر کسی متعین عدد پر التزام کے بغیر، لیکن اس کی بابت آپ کے اقوال پر مشتمل جتنی حدیثیں بھی روایت کی جاتی ہیں، وہ سب اس قدر ضعیف ہیں کہ ان پر عمل کرنا جائز ہی نہیں ہے۔"

نفل نماز بعض ممنوع اوقات کے علاوہ ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سفر وحضر میں نفل نمازیں عدد و وقت کی تعیین کے بغیر بھی پڑھتے تھے اور جو چیز متعین نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو اس کو متعین کرنا نیز جس کا آپ ﷺ نے التزام نہ کیا ہو اس کا التزام کرنا درست نہیں ہے۔

سلام پھیرتے وقت کی بدعات

ضروری وظائف اور ادعیہ سے فراغت کے بعد بارگاہ ایزدی سے ایک مسلمان رخصت ہوتا ہے اور واپس ہوتے ہوئے سلام عرض کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم. (سنن ترمذی مع التحفة ابواب الصلاة باب ماجاء فی تحریم الصلاة وتحلیها ۲/۳۴، رقم الحدیث ۲۳۸)

"تکبیر تحریمہ کے بعد دنیا کے سب کام حرام ہو جاتے ہیں اور سلام کے بعد دنیا کے کام حلال ہو جاتے ہیں۔"

نماز سے فراغت کا یہی صحیح اور مسنون طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ جو طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ خلاف سنت ہوگا اور اس سے نماز میں نقص لازم آئے گا۔

داہنی طرف سلام پھیرتے وقت اعوذبک من النار کہنا بدعت ہے اور سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارے بھی کرنا بدعت ہے۔ ایسا کرنے والوں پر رسول اللہ ﷺ نے نکیر فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ گویا یہ ہاتھ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دم ہیں۔ (سنن أبی داؤد کتاب الصلاة باب فی السلام ۱/۲۶۲، رقم الحدیث ۹۹۸+۱۰۰۰)

دائیں بائیں طرف سلام پھیرتے وقت جو کلمہ ثابت ہے وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہے۔ سلام پھیرتے وقت آپ اپنا چہرہ مبارک اتنا موڑتے تھے کہ رخسار مبارک کی چمک نظر آتی تھی۔ (سنن نسائی، کتاب السھو باب کیف السلام علیٰ الیمین ۳/۶۲)

یہ کلمہ دائیں بائیں منہ پھیر کر کہنے کے بعد نماز مکمل ہوگئی۔ اگر مقتدی تھا تو سلام کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعد امام کے ساتھ تعلق ختم ہو گیا۔ اس کے بعد جو ذکر اور دعائیں کی جائیں ان میں امام کی اقتداء کا کوئی دخل نہیں، نہ ہی نماز ختم ہونے کے بعد (مروّجہ طریقے سے) اجتماعی دعا کرنا ضروری ہے۔ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو نماز کا ایک جزو سمجھ لیا گیا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ اور عمل صحابہ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس موقع پر جو اذکار اور دعاؤں کے کلمات عام طور پر انفرادی شکل میں وارد ہیں۔ ان میں مفرد کے صیغے استعمال کیے ہیں، لہٰذا نماز کے بعد انفرادی ذکر و دعا مستحب و بہتر ہے اور یہی سنت سے ثابت ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ لابن تیمیہ ۲۲/۵۲۰)

سلام کے بعد کی بدعات

سلام پھیرنے کے بعد پوری جماعت کا ایک آواز میں استغفار کہنا بدعت ہے۔ سنت یہ ہے کہ ہر آدمی آہستہ آہستہ دل میں تین بار استغفر اللہ کہے۔ استغفار کے بعد پوری جماعت کا یا ارحم الراحمین کہنا بدعت ہے۔ فرض نماز کے بعد فوراً سنت پڑھنے کے لیے فصل مستحب ہے۔۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز فوراً ملا کر نہ پڑھو۔ دونوں کے درمیان یا تو کوئی بات چیت کر کے فصل کرلو یا اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ نماز پڑھو۔

سلام پھیرنے کے بعد سر کے اوپر داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو پھیلا کر گھمانا اور پھیرنا، نماز کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کے سروں کو باہم ملا کر آنکھوں پر رکھنا اور اسی کے ساتھ بعض خودساختہ دعاؤں کو پڑھنا بدترین بدعت ہے۔ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز یا لاؤڈ اسپیکر سے اجتماعی طور پر صلاۃ وسلام پڑھنا بھی بدعت ہے۔ اسی طرح سلام پھیرنے کے بعد انگوٹھوں کے ناخونوں کو چومنا اور انھیں آنکھوں پر ملنا بھی بدعت ہے۔ رہی بات ان لوگوں کی جو نماز سے فارغ ہوتے ہی داہنا ہاتھ سر پر رکھ لیتے ہیں تو ان کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے بسند صحیح ثابت نہیں ہے، البتہ ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان کی جاتی ہے:

كان اذا صلى مسح بيده اليمنىٰ على راسه ويقول بسم الله الذى لا اله غيره الرحمان الرحيم اللهم اذهب عنى الهم والحزن.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے، اپنا داہنا ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور فرماتے: اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو رحمٰن ورحیم ہے۔ اے اللہ! ہم سے فکروغم کو دور فرما دے۔''

تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔ اسے طبرانی اور خطیب نے کثیر بن سلیم ابوسلمہ عن انس کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کثیر بن سلیم کو امام بخاری اور ابوحاتم نے منکر الحدیث اور نسائی وازدی نے متروک کہا ہے اور دوسرے ائمہ جرح وتعدیل نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔

نیز اس روایت کو ابن السنی وابونعیم نے عن زید العمی عن معاویۃ بن قرۃ عن انس کے طریق سے روایت کیا ہے اس سند سے یہ روایت موضوع ہے اس سند کا راوی سلامہ کذاب ہے۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفه، حدیث ۶۶۰، بحوالہ ضعیف وموضوع روایات، ص ۶۱)

وفات کے وقت اور وفات کے بعد کی چند بدعات

حالت نزاع کے وقت آدمی کے سرہانے قرآن مجید رکھنا بدعت ہے۔ قریب المرگ آدمی سے رسول اللہ ﷺ کا اقرار کرانا بدعت ہے۔ روح پرواز کرتے وقت میت کے پاس موجود رہنے والے لوگوں کا سات دنوں تک کاروبار بند رکھنا بدعت ہے۔ میت پر زمانۂ جاہلیت کی طرح رونا دھونا بدعت ہے، میت پر اظہار غم کے لیے داڑھی چھوڑ دینا بدعت ہے، کیونکہ یہ رسم ہندوانہ ہے۔ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے اس جگہ وفات میت کے بعد تین دنوں تک روٹی اور پانی رکھنا صریح بدعت ہے، کفن پر کوئی دعا لکھنی بدعت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، اسی طرح میت کی پیشانی یا کفن پر لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْکَ لَهٗ یا کوئی بھی آیت لکھ کر رکھنا اس عقیدہ سے کہ وہ قبر کی تنگیوں سے محفوظ رہے گا اور منکر نکیر اس کے پاس نہیں آئیں گے، صریح بدعت ہے۔ میت کے ساتھ قبرستان میں آگ لے جانا بدعت ہے، ہاں رات کے وقت چراغ وغیرہ روشنی کے لیے لے جانا درست ہے۔ جنازہ کے آگے پیچھے جھنڈیاں لے کر چلنا بدعت ہے۔ قبروں کے گرد جنازہ کا طواف کرانا بھی صریح بدعت ہے۔ قبروں پر چونا وغیرہ لگانا اور کچھ لکھنا بدعت ہے۔

قرآن خوانی

نبی ﷺ کے زمانے میں بھی کئی ایک صحابہ کرام کا انتقال ہوا، ان کی مغفرت کے لیے قرآن خوانی کے لیے قرآن بھی موجود تھا، لیکن نبی ﷺ نے مغفرت کے لیے نہ قل شریف کیے، نہ قرآن خوانی کی صرف نماز جنازہ کا اہتمام کیا اور دفنانے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر مغفرت کی دعا کی۔ اس اعتبار سے مردے کی مغفرت کے لیے نماز جنازہ اور دعائے مغفرت بعد از تدفین کے علاوہ آج جو کچھ کیا جاتا ہے، مثلاً قرأت قرآن، قرآن خوانی، تیجہ، ساتواں، چالیسواں وغیرہ یہ سب امور محدثات (بدعات) ہوں گے۔ البتہ ایصال ثواب کے وہ طریقے اختیار کرنے جائز ہیں جو مختلف احادیث سے ثابت ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان القرأة لا يصل اهداء ثوابها الى الموتىٰ لانه ليس من عملهم ولا كسبهم ولهذا لم يندب رسول الله ﷺ امته ولا حثهم عليه ولم ينقل ذلک عن احد من الصحابة ولو كان خيرا لسبقونا اليه فاما الدعا والصدقة فذلک مجمع على وصولهما ومنصوص من الشارع عليهما واما الذى رواه مسلم. ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا مات الانسان انقطع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمله الا من ثلاث من ولد صالح يدعو له أو صدقة جارية من بعده أو علم ينتفع به فهذه الثلاثة في الحقيقة هي من لسعيه و كده و عمله.

(مختصر تفسير ابن كثير ۳/۴۰۴)

''قرأت قرآن (قرآن خوانی) کا اجر وثواب مردوں کو نہیں پہنچ سکتا، کیوں کہ اس کا تعلق نہ مردوں کے عمل سے ہے اور نہ ان کی کمائی ہی سے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن خوانی کو اپنی امت کے لیے جائز قرار نہیں دیا اور نہ امت کو اس پر ابھارا اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک سے منقول ہے اور اگر یہ (قرآن خوانی) اچھی چیز ہوتی تو صحابہ کرام اس کی انجام دہی میں ہم سے سبقت لے جاتے۔ البتہ دعا اور صدقہ وخیرات کے ذریعہ ایصال ثواب پر تقریباً اجماع ہے اور ان دونوں چیزوں کے ثبوت کے سلسلہ میں شارع علیہ السلام کی نص موجود ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے صرف تین طرح کے اعمال کام آتے ہیں۔ صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے، صدقہ جاریہ اور اس کا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ درحقیقت یہ تینوں چیزیں مردوں کی سعی ومحنت اور کدوکاوش اور اس کے عمل کا ثمرہ ہیں۔''

تیجہ، ششماہی، چہلم وبرسی

میت کے گھر دفن کے بعد جمع ہونا اور کھانا وغیرہ کھلانے کا اہتمام کرنا، شرعاً ممنوع ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة.

(سنن ابن ماجه كتاب الجنائز باب ماجاء في النهي عن الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام ۱/۵۱۴، رقم الحديث ۱۶۱۲، مسند احمد ۲/۲۵۴)

''ہم صحابہ کرام میت کے گھر دفن کے بعد جمع ہونے اور کھانا کا اہتمام کرنے کو نوحہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شمار کرتے تھے، یعنی حرام جانتے تھے۔"

فاتحہ، تیجہ، دسواں، ششماہی، چہلم ہندوانہ رسوم ہیں جو بعض مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہیں چونکہ ہندوستان کے مسلم بادشاہوں کے حرم میں بعض ہندو عورتیں موجود تھیں۔ وہ اپنے ساتھ ہندوانہ رسم لے کر آئی تھیں اور وہ اس پر سختی کے ساتھ کار بند رہیں اور خود بادشاہ وارکان سلطنت ان رسوم سے گہری دلچسپی رکھتے تھے، اس لیے شدہ شدہ لایعنی رسمیں اسلام سمجھی جانے لگیں۔ اعلانیہ طور پر ان کاموں کو حنفی مسلک کا کام بتایا جاتا ہے اس لیے ہم یہاں فقہ حنفی کے اکابر علماء کی کتابوں سے مذکور رسومات کے حرام ہونے کی دلیلیں نقل کرتے ہیں، تاکہ قارئین کرام پر یہ واضح ہو سکے کہ فقہ حنفی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم أو القرأۃ سورۃ الانعام أوالاخلاص. (فتاویٰ بزاریہ ۱/۲۰۳)

"پہلے دن، تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کھلانے کا اہتمام کرنا اور ان جیسے مواقع پر کھانا قبرستان لے جانا۔ قرآن خوانی کی دعوت دینا، صلحاء وفقراء کو ختم دلانے یا سورہ انعام یا سورہ اخلاص پڑھانے کے لیے اکٹھا کرنا یہ سب مکروہ ہیں۔"

شرح المنہاج میں ہے:

والطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والسابع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ.

"میت کے لیے مخصوص دنوں میں کھانا کھلانے کا اہتمام جیسے تیجہ، پانچواں، ساتواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی بدعت اور ممنوع ہے۔"

علامہ کمال الدین ابن الہمام فتح القدیر شرح الہدایہ میں فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور ولافی الشرور وهی بدعة مستقبحة. (فتح القدیر الجنائز افضل فی الدفن)

''میت کے گھر والوں کی طرف سے دعوت کا اہتمام کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ چیز خوشی میں مشروع ہے، غم میں نہیں اور یہ قبیح ترین بدعت ہے۔''

مولانا عبدالحئ فرنگی محلی لکھنوی فرماتے ہیں:

''ایں طور مخصوص بدعت نہ در زماں آنحضرت ﷺ بود و نہ در زماں خلفاء بلکہ وجود آں در قرون ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند و منقول نہ شدہ ایں بدعت صرف در ہندوستان است۔'' (مجموعہ فتاویٰ سوم)

پھر آگے لکھتے ہیں: ''در شریعت محمدیہ ثابت نیست۔''

''اس کی اصل شرع میں نہیں ہے سوائے ہندوستان کے کسی ملک میں یہ بدعت نہیں ہے حضور ﷺ اور عہد صحابہ کرام میں نہ تھا اور اسلام میں تیجہ ثابت نہیں ہے۔''

'دلہن کی طرح سوجا' کے الفاظ سے عرس کا اثبات

نم کنومة العروس (دلہن کی طرح سوجا) سے یہ استدلال کہ اولیاء دولہا دلہن کی طرح جاگتے ہیں۔ اس لیے ان کا یوم وفات یوم عرس (شادی کا دن) ہے۔ اوّل تو یہ تصور ہی غلط ہے کہ پہلی رات کو دولہا دلہن سوتے ہی نہیں ہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ وصل و طرب کے لمحات گزار کر دونوں سو جاتے ہیں اور باقی ساری رات سو کر ہی گزارتے ہیں۔ اس لیے پہلی بنیاد ہی غلط ہے اس لیے یہ سارا استدلال بنائے فاسد علی الفاسد کی مثال ہے۔ دوسرے یہ کہنا کہ اولیاء کا یوم وفات ان کا یوم عرس (شادی کا دن) ہے، یہ حدیث سے کہاں ثابت ہوتا ہے؟ حدیث میں تو ایسے الفاظ نہیں ہیں جن کا یہ مفہوم ممکن ہو۔ تیسرے یہ کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یوم وفات شادی کا دن ہے تو یہ شادی کس کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ چوتھے یہ کہ اولیاء اللہ کی دنیوی شادی کے دن کیا ہر سال جب شادی کا دن آتا ہے، تو ان کی دنیوی زندگی میں ہر سال شادی کی خوشی منائی جاتی ہے؟ جب دنیا میں ان کی حقیقی شادی کی سالانہ خوشی (عرس) کا اہتمام نہیں کیا جاتا تو قبر کی اس شادی (جس کی حقیقت کا علم بھی کسی کو نہیں ہے) کو ہر سال منانے کا اہتمام کرنے کا کیا تک ہے؟ اور اس میں کون سی معقولیت ہے؟ استدلال کے اس گورکھ دھندے میں کوئی بات قابل فہم نہیں۔ ایک چیستان ہے جسے صرف لفاظی کے زور پر اور عقیدت کے نام پر سادہ لوح عوام سے منوایا جا رہا ہے جو فکر ونظر سے محروم اور استدلال و استنباط کی باریکیوں سے یکسر نا آشنا ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے ان الفاظ سے قبوری شریعت کے اخذ کردہ مفہوم کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں جب مومن صحیح جواب دے کر فارغ ہو جاتا ہے تو پھر اس کو قیامت تک کے لیے آرام وسکون کی نیند سلا دیا جاتا ہے اور قبر سے وہ اسی روز زندہ ہو کر اٹھے گا جب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو اٹھائے گا۔ ذرا حدیث کے پورے الفاظ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ مفہوم کس قدر واضح ہے۔

نم كنومة العروس لا يوقظه الا احب اهله اليه حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك. (جامع ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر ۳۸۳/۳، رقم الحدیث ۱۰۷۱، طبع مصر)

"دلہن کی طرح سو جا جسے صرف وہی اٹھاتا ہے جو اہل خانہ میں سے اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، تا آنکہ اس کو اللہ تعالیٰ اس آرام گاہ سے (قیامت والے) دن اٹھائے گا۔"

مومن چونکہ اللہ کا محبوب ہوتا ہے اور اللہ اس کا محبّ جیسا کہ آیت:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آل عمران: ۳۱)

سے ثابت ہے، اس اعتبار سے اس کو کہا جا رہا ہے کہ مرنے کے بعد اب تو اپنے محبّ (اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ) کی بارگاہ میں آ گیا ہے اور اتباع رسول کے نتیجہ میں تجھے درجہ محبوبیت پر فائز کر دیا گیا ہے۔ اب تو ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سو جا۔ جس طرح دلہن کو اس کا محبّ (دولہا) ہی آ کر اٹھاتا ہے۔ اسی طرح قیامت والے دن تجھے بھی تیرا محبّ ہی تجھے اٹھائے گا، یعنی اللہ ہی تجھے اس ابدی نیند سے بیدار کرے گا۔

اس حدیث میں تو واضح طور پر کہا جا رہا ہے کہ سوال و جواب کے بعد مومن کو قیامت تک کے لیے آرام کی نیند سلا دیا جاتا ہے اور بریلوی حضرات فرماتے ہیں کہ مومن قبر میں سوتا ہی نہیں ہے۔ جاگتا رہتا ہے اور اس پر مزید یہ ردّہ چڑھاتے ہیں کہ وہ جاگتے ہیں، اس لیے ان کا عرس (شادی کی خوشی) مناؤ اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان سے مدد مانگو، ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھو۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

علامہ اقبال نے سچ کہا ہے؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

عرس کی حقیقت

آیئے ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ عرس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ عرس کا یہ طریقہ جو ہندو پاک کے بریلوی حلقوں میں رائج ہے، عہد صحابہ و تابعین اور اس کے کئی صدیوں کے بعد تک اسلامی معاشرے میں موجود نہیں تھا۔ صدیوں بعد جب مسلمان اصل اسلام سے نا آشنا ہو گئے اور مشرک قوموں سے ان کا میل جول ہوا تو ان کے اختلاط سے اسلام سے بے خبر مسلمانوں کے اندر کئی مشرکانہ عقائد و اعمال آ گئے۔ تاریخ کے مختلف ادوار یا عالم جہاں آباد کے مختلف اطراف میں جہاں مختلف افکار و تصورات رائج ہیں وہاں ایک تصور مشرک قوموں میں یہ رہا ہے کہ خالق کائنات اور مخلوق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مابین محبت کی نوعیت اس طرح ہے، جس طرح ایک ماں اور اولاد کے درمیان ہوتی ہے۔ اس تصور کے تحت خالق کائنات کا مظہر دیویاں قرار پائیں اور مختلف دیویوں کو پوجا جاتا رہا۔ جیسے آج بھی ہمارے ملک میں درگا دیوی، پاروتی، سرسوتی، دیوی اور لکشمی دیوی وغیرہ کی پرستش ہوتی ہے۔

ایک تصور یہ بھی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان محبت کا تعلق ایسا ہے جیسے باپ اور بیٹوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت خدا رسیدہ بزرگوں کو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا اور پھر انھیں خدائی اختیارات کا حامل باور کرا کے دیوتا کے درجہ پر فائز کر دیا گیا اور ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی گئی۔

ایک تیسرا تصور یہ بھی رہا ہے کہ اللہ اور انسانوں کے درمیان اس طرح کا رشتہ محبت ہے جس طرح دولہا دلہن یا میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت کنواری عورتوں کو عبادت گاہوں میں وقف کیا جانے لگا۔ وہ ساری عمر شادی نہیں کرتیں جس طرح ہندوؤں کے مندروں میں دیوداسیاں اور گرجوں میں عیسائی نن ہوتی ہیں۔ اس تجرد (کنوارے پن) نے انھیں بتدریج خدا کی محبوبائیں یا بیویاں بنا دیا اور یوں انھیں بھی خدائی تقدس اور الٰہی صفات کا حامل سمجھا جانے لگا۔

یہی تیسرا تصور جاہل مسلمانوں میں آیا اور ملنگوں کا ایک طبقہ معرض وجود میں آ گیا جو عورتوں کی طرح رنگ برنگ کے کپڑے پہنتا ہے۔ ہاتھوں اور پیروں میں کڑے اور چوڑیاں پہنے رہتا ہے، عورتوں کی طرح ناچ گا کر اپنے میاں یعنی اللہ تعالیٰ کو مناتا ہے۔ اسی تصور نے مزید پھیلتے پھیلتے بزرگوں کے یوم وفات کو یوم عرس (شادی کا دن) یا یوم وصال یار بنا دیا۔ یعنی وفات پا کر یہ بزرگ اپنے خواجہ (اللہ میاں) کی حرم سرا میں پہنچ گئے۔ اس اعتبار سے یہ ان کی شادی کا دن ہے یا وصال یار (محبوب کی ملاقات) کا دن ہے۔ اسی لیے بزرگوں کے لیے اس حلقے میں وفات کا لفظ نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفات کو وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے ان کی وفات کے دن عرس (شادی) کے نام سے وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو شادی کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ قبر کو غسل دیا جاتا ہے، ریشمی چادریں اس پر ڈالی جاتی ہیں، حتی کہ رسم مہندی بھی ادا کی جاتی ہے، پھر تبرک کے نام پر شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور لنگر بانٹا جاتا ہے۔ سلامی کے طور پر نذرانے چڑھائے جاتے ہیں۔ مزاروں کے بوسے لیے جاتے ہیں اور ہار پھولوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہ ہے عرس کی وہ حقیقت جس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ (قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ص۱۰۰)—— **فاعاذنا اللّٰہ منه.**

بزرگان دین کی قبروں پر میلوں ٹھیلوں کا اہتمام شریعت اسلامیہ میں ان کا کوئی جواز نہیں

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کو جتنی تاکید کے ساتھ شرکیہ امور سے بچے رہنے کی ہدایت فرمائی تھی، افسوس ہے کہ آپ کی یہ نام لیوا امت اسی قدر مشرکانہ عقائد و اعمال میں مبتلا ہے اور اپنے پیغمبر کی تمام ہدایات کو فراموش کر چکی ہے۔ آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں فرما دیا تھا:

اَلا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد اَلا فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذٰلک. (صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علیٰ القبور ۳/۱۶، رقم الحدیث ۲۳)

”لوگو! کان کھول کر سن لو تم سے پہلی امت کے لوگوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں، اولیاء اور صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ (مساجد) بنا لیا تھا۔ خبردار تم نہ (ان کی طرح) قبروں کو مساجد (عبادت گاہ) بنا لینا۔ میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔“

آپ ﷺ نے مرض الموت میں یہود و نصاریٰ کے اس مشرکانہ عمل پر لعنت فرمائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جس کا مقصد اپنی امت کو اس عمل سے بچانا تھا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد.

(صحیح مسلم ۳/۱۵، رقم الحدیث ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲)

''اللہ تعالیٰ یہود ونصاری پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔''

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

اشتد غضب اللّٰہ علیٰ قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد.

(مسند احمد ۵/۲۰۴)

''اس قوم (یہود ونصاری) پر اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہوا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو خود اپنے بارے میں غلو کرنے سے روکا، کیونکہ یہ غلوعقیدت ہی مشرکانہ عقائد واعمال کا بنیادی محرک ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

یا ایھا الناس انا محمد بن عبد اللّٰہ و رسولہ واللّٰہ ما احبُّ ان ترفعونی فوق ما رفعنی اللّٰہ. (مسند احمد عن انس البدایہ والنھایۃ ۶/۴۴)

''لوگو! میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ بخدا مجھے ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ مجھے اس درجہ سے بڑھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سرفراز فرما دیا ہے یعنی نبوت رسالت کے مقام سے بھی بڑھانے لگ جاؤ۔''

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللّٰہ ورسولہ. (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم ۶/۵۱۹، رقم الحدیث ۳۴۴۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

’’میری عزت وتوقیر میں اس طرح مبالغہ اور غلو نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کے ساتھ کیا میں تو صرف اس کا بندہ ہوں۔ اس لیے مجھے صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہنا (خدائی صفات واختیارات سے مجھے متصف نہ کر دینا)۔‘‘

مولانا حالی مرحوم نے اس حدیث کو کیا خوب شعری پیکر میں ڈھالا ہے:

نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم　　نہ تربت کو میری بنانا صنم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم　　نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

اپنی قبر کے متعلق بھی آپ ﷺ نے اپنی امت کو تنبیہ فرمائی:

لا تجعلوا قبری عیداً. (عون المعبود ۲/۱۷۱)

’’میری قبر کو عید مت بنانا یعنی زیارت کے لیے اجتماع نہ کرنا جیسے عید پر اجتماع کرتے ہو۔‘‘

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

هذه اشارة الى سد مدخل التحريف كما فعل اليهود والنصارىٰ بقبور انبيائهم وجعلوها عيداً وموسماً بمنزلة الحج. (حجة الله البالغة ۲/۷۷، طبع مصر)

’’اس فرمان سے دین میں تحریف کے دروازے بند کرنا مطلوب ہے کہ یہ امت بھی یہود ونصاریٰ کی طرح اپنے بزرگوں کی قبروں کو حج کی طرح موسم اور عید ہی نہ بنا ڈالے۔‘‘

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی:

اللّٰهم لا تجعل قبری وثناً یعبد. (مسند احمد ۳/ ۸۷، طبع ثانی مصر)

’’اے اللہ میری قبر کو بت بننے سے بچائیو کہ اس کی پرستش کی جائے۔‘‘

معلوم ہوا کہ کسی قبر کو خاص قابل تعظیم سمجھنا، اسے پتھر کی مورتیوں کی طرح بت بنانا اور سمجھنا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقول النبی ﷺ اللھم لا تجعل الخ. دلیل علی ان القبور قد تجعل اوثانا وھو رسول اللہ ﷺ خاف من ذلک فدعا اللہ ان لا یفعلہ بقبرہ واستجاب اللہ دعائہ رغم انف المشرکین الضالّین الذین یشھون قبر غیرہ بقبرہ.

(کتاب الرد علی الاخفائی علی ھامش، ص ۲۳۴)

''نبی ﷺ کی مذکورہ دعا اس بات پر دلیل ہے کہ قبریں بھی بت بن جاتی ہیں اس لیے نبی ﷺ اس بات سے ڈر گئے تھے کہ کہیں میری قبر بت نہ بن جائے اور آپ نے اللہ سے دعا کی کہ میری قبر کے ساتھ ایسا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔''

ایک اور مقام پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وھم دفنوہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرۃ عائشۃ خلاف ما اعتادوہ من الدفن فی الصحراء لئلا یصلی احد عند قبرہ ویتخذہ مسجدا فیتخذ قبرہ وثناً. (العقود الدریۃ، ص ۳۳۸)

''آپ ﷺ کو خلاف معمول کسی کھلی جگہ میں دفن کرنے کے بجائے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں اسی لیے دفن کیا گیا تاکہ کوئی شخص آکر وہاں نماز اور عبادت نہ کرے، اس طرح آپ کی قبر بت بن جاتی۔''

خود اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی فرماتی ہیں:

لولا ذلک اُبرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجداً. (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ ۳/۳۲۶، رقم الحدیث ۱۳۹۰، صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المساجد ۳/۱۵، رقم الحدیث ۱۹)

''اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آپ کی قبر کو عبادت گاہ (مسجد) بنالیا جائے گا تو آپ ﷺ کی قبر چاردیواری کے اندر بنانے کی بجائے کسی کھلے مقام پر بنائی جاتی۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے تین مقامات کے علاوہ کسی چوتھے مقام کی طرف تقرب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الٰہی کی نیت سے سفر کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ واضح الفاظ میں آپ کا ارشاد ہے:

لاتشدّ الرحال الا الیٰ ثلاثة مساجد. (صحیح بخاری کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة ۸۱/۳، رقم الحدیث ۱۱۸۹، صحیح مسلم کتاب الحج باب لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد ۱۸۰/۵، رقم الحدیث ۵۱۱)

''تین مسجدوں بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی کے علاوہ کسی چوتھی جگہ کا سفر حصول ثواب کی غرض سے نہ کیا جائے۔''[1]

---

[1] حضرت بصرہ بن ابی بصرہ غفاری نے جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کوہ طور کی زیارت سے واپس آتے دیکھا تو فرمایا کہ اگر میں نے پہلے آپ کو دیکھا ہوتا۔ تو وہاں جانے نہ دیتا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مساجد ثلاثہ کے علاوہ شد رحال سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ تین مساجد کے علاوہ حصول ثواب کے لیے کسی بھی جگہ کا سفر ہی جائز نہیں، کیونکہ اگر یہ مطلب نہیں لیا جائے گا تو تجارت، طلب علم، جہاد، کسی رشتہ دار سے ملاقات یا کسی نیک آدمی سے ملاقات وغیرہ، کسی بھی کام کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہوگا، جب کہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ تمام علماء، فقہاء اور محدثین کا اتفاق ہے کہ مذکورہ مقاصد کے لیے سفر کرنا جائز ہے، کیونکہ مذکورہ مقاصد کے لیے سفر کرنے میں کسی مخصوص جگہ کا تقدس پیش نظر نہیں ہوتا اور حدیث زیر بحث کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی جگہ کو مقدس و متبرک سمجھ کر قرب الٰہی کے حصول کے لیے سفر نہ کیا جائے، کیونکہ اس مقصد کے لیے تین مساجد ہی کے لیے سفر جائز ہے، مثلاً کوہ طور کو لے لیجئے، کوئی شخص اس مقصد کے لیے وہاں جائے کہ یہ پہاڑ اس کے لیے مقدس ہے کہ یہاں اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا۔ وہاں جانے سے مجھے بھی خصوصی اجر و قرب الٰہی حاصل ہوگا تو اس نقطہ نظر سے یہ سفر اس حدیث کے خلاف ہوگا البتہ ایک تاریخی مقام کے دیکھنے کے نقطہ نظر سے اس کا سفر جائز ہوگا۔ حدیث کے اس مفہوم کے پیش نظر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور دیگر بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ جو کوئی مسلمان مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے تو زیارت اور تقرب کے لیے اس کی نیت مسجد نبوی کی ہونی چاہیے۔ جب وہ مسجد نبوی میں پہنچ جائے تو نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کا موقع مل جائے گا۔ یوں حدیث رسول کے خلاف بھی اس کا عمل نہیں ہوگا اور قبر مبارک کی زیارت کا شرف بھی اسے حاصل ہو جائے گا...... (باقی اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس امتناعی حکم کے ذریعہ سے آپ نے کسی بھی قبر کی طرف بقصد تعظیم و زیارت جانے سے منع فرمادیا ہے۔ جس طرح دور جاہلیت میں عرب مشرکین کے یہاں رواج تھا، جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

(گزشتہ سے پیوستہ)

یہ احتیاط کی ایک عمدہ مثال تھی، لیکن قبوری شریعت نے امام ابن تیمیہ کے اس نقطۂ نظر کو مسخ کر کے اس بنیاد پر انہیں بدنام کرنے کی مذموم سعی کی ہے، حالانکہ امام موصوف نے یہ نہیں کہا ہے کہ قبر نبوی کی زیارت ناجائز ہے، بلکہ استحباب تسلیم کر لیتے ہیں۔ البتہ حدیث رسول کے تقدس کے پیش نظر اس حدیث کی تلقین کرتے ہیں کہ سفر کرتے وقت نیت مسجد نبوی کی رکھی جائے وہاں جا کر پھر قبر مبارک کی زیارت بھی کر لی جائے۔

امام موصوف کا یہ نقطہ نظر مذکورہ دلائل شرعیہ اور صحابہ کرام و تابعین عظام کے کردار و عمل کے بالکل مطابق ہے۔ کاش اہل علم، بدعت و تعصب کی عینک اتار کر اسے دیکھیں اور یہ روایت کہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا بأهل القبور. یعنی جب تم مشکلات میں گھر جاؤ تو اہل قبور سے مدد مانگو، یہ حدیث محدثین کے نزدیک بالاتفاق موضوع ہے اور من گھڑت ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ قبروں پر دعا مانگنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اتفاقاً کسی وجہ سے قبر کے پاس دعا کا وقت آ گیا، جیسے دعا کرتا ہوا راستہ میں جا رہا ہے کہ قبر آ گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ سمجھ کر کہ فلاں شخص کی قبر کے پاس دعا زیادہ قبول ہوگی تو یہ قطعاً ممنوع ہے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ عام حالات میں ایسی جگہوں پر نماز پڑھنا اتنا برا نہیں ہے جتنا حالت اضطرار میں کسی کا ان قبروں کے پاس دعا مانگنا۔ اس لیے کہ اس صورت میں بندہ حاجت روائی اور مقصد براری کے لیے ہر ممکن صورت اختیار کرتا ہے اور اچھے اچھے خوش عقیدہ اور صحیح الخیال لوگ بھی ایسے حالات کا شکار ہو جاتے ہیں اور نفس انہیں یہ دھوکہ دیتا ہے کہ اضطراری حالت میں تو مردار بھی حلال ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ نفس کی اتباع کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کا حاصل شرک جلی ہے کہ جس کے سر کو اللہ کے سامنے جھکنا تھا کہ وہ درِ غیر پر پڑا ہوا ہے۔ ''اقتضاء الصراط المستقیم.''

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وكان اهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم ويزورونها ويتبركون بها وفيه من التحريف والفساد مالا يخفى فسدّ النبى ﷺ الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله والحق عندى ان القبر ومحل عبادة ولى من اولياء الله والطور كل ذلك سواء فى النهى. (حجة الله البالغة، ۱/۱۹۲)

''دور جاہلیت میں لوگ ایسے مقامات پر جاتے تھے جو ان کے گمان میں بڑے بابرکت ہوتے تھے، ان کی تعظیم وزیارت اور حصول برکت کے لیے جاتے تھے۔ اس سے چونکہ عبادت لغیر اللہ کا دروازہ کھلتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بگاڑ کی اس جڑ کو (حکماً) بند کردیا اور میرے نزدیک قبریں بھی اس میں داخل ہیں کہ ان کی طرف قصد کرکے قربت الٰہی کے لیے سفر کیا جائے۔''

دوسری جگہ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

كل من ذهب الىٰ بلدة اجمير او قبر سالار مسعود أو ما ضاحاها لا جل حاجة يطلبها فانه اثم اثماً اكبر من القتل والزنا اليس مثله الا مثل من كان يعبد المصنوعات أو مثل من كان يدعوا للات والعزىٰ.

(التفهيمات الالٰهية، ۲/۴۹، طبع جدید حیدرآباد سندھ)

''جو شخص بھی اجمیر شہر خواجہ معین الدین اجمیری کی قبر پر یا سالار مسعود اور ان جیسے دیگر بزرگوں کی قبروں پر طلب حاجت کی غرض سے جاتا ہے، وہ ایسے سخت گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جو قتل اور زنا سے بڑھ کر ہے اور ایسا شخص ان ہی لوگوں کی طرح ہے جو اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ یا ان کی طرح ہے جو لات وعزیٰ کو حاجت براری کے لیے پکارتے ہیں۔''

ان احادیث اور فرمودات اکابر سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں، مزاروں اور درگاہوں کو قابل تعظیم سمجھنا، ان کی قبر پر سالانہ میلے لگانا، قبروں پر حصول برکات اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیارت کی غرض سے جانا، قبروں پر اذان دینا، قبروں پر چادر غلاف، پھول اور مالے چڑھانا، چراغ وبتی کرنا اور قبروں کو غسل دینا، انھیں چومنا، بوسہ دینا، اہل قبور سے استمداد واستعانت، قبروں کا طواف کرنا اور انھیں عبادت گاہ بنانا اور تقرب الٰہی کے لیے سفر اختیار کرنا، یہ سب امور مشرکانہ ہیں، جو ہمیشہ مشرک قوموں کا شعار رہا ہے، جس پر وہ اللہ کے غضب اور لعنت کی مستحق قرار پائیں مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ دور حاضر کے بعض مسلمانوں کا برادران وطن کی طرح یہ عقیدہ ہے کہ ہر کنکر ان کا شنکر ہے۔ ہزاروں آستانوں اور درگاہوں اور مزاروں پر حاضری دینا ضروری سمجھتے ہیں اور اپنے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر مشائخ واولیاء کی قبروں پر جا کر مرادیں اور منتیں مانگتے ہیں الفاظ سخت ضرور ہیں اور شاید بعض نازک طبائع پر گراں بھی گزریں، مگر دل وجگر میں جو گھاؤ ہیں ان کے پیش نظر حق کا اعلان کرنا ہی پڑتا ہے۔

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارہ لیکن
شیخ و ملا کو بری لگتی ہے درویش کی بات

قبروں کو پختہ کرنے یا ان پر گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات

قبروں کو پختہ بنانے، ان پر قبے وگنبد بنانے اور کسی قسم کی عمارت تعمیر کرنے یا ان کے ساتھ مسجد بنانے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ ان چیزوں سے ان کی پوجا پاٹ کا دروازہ کھلتا ہے۔ ہم یہاں درج ذیل چند احادیث تحریر کرتے ہیں:

(۱) عن جابر قال نهىٰ رسول الله ﷺ ان يجصص القبر وان يُقعد عليه وان يُبنى عليه. (صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النهی عن تجصيص القبر ۴/۴۲،رقم الحدیث ۹۷۰،جامع ترمذی ۱/۱۷۰، کتاب الجنائز، طبع نور محمد کراچی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، ان کے اوپر بیٹھنے اور ان پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(۲) عن ابی الهیاج الاسدی قال قال علیٌ ابن ابی طالب الا ابعثک علیٰ ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لاّ تدع تمثالاً اِلاّ طمسته وَلاَ قبراً مشرفاً اِلاّ سَوّیته.

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الأمر بتسویة القبر ۴/۴۱،رقم الحدیث ۹۶۹)

''حضرت ابو ہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسے کام کے لیے مقرر نہ کروں جس کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا اور وہ یہ ہے کہ جو بھی تصویر ہو اسے مٹا ڈالو اور جو قبر بھی اونچی ہو اسے زمین کے برابر کردو۔''

امام نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فیه ان السنة ان القبر لا یرفع عن الارض رفعاً کثیراً ولا یُسنّمُ بل یرفع نحو شبر ویسطح. (صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الأمر بتسویة القبر ۴/۴۲)

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ اونچی نہ کی جائے اور نہ کوہان بنائی جائے، بلکہ صرف ایک بالشت اونچی رکھی جائے۔ (جیسا کہ دوسرے دلائل سے معلوم ہوتا ہے) اور چھت کی طرح رکھی جائے۔''

یہ حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی یہ حدیث درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

حدیث علی حدیثٌ حسنٌ والعمل علیٰ هذا عند بعض اهل العلم یکرهون ان یرفع القبر فوق الارض قال الشافعی اکره ان یرفع القبر الا بقدر ما یعرف انه قبر لکیلا یوطأ ولا یجلس علیه.

(جامع ترمذی ۱/۱۷۰، کتاب الجنائز طبع نور محمد کراچی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''حضرت علیؓ کی یہ حدیث حسن ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے، وہ یہ ناپسند کرتے ہیں کہ قبر زمین سے اونچی رکھی جائے۔ (یعنی زمین کے برابر رکھنا بہتر ہے) امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں قبر کو زیادہ اونچی کرنا ناپسند کرتا ہوں۔ قبر صرف اتنی اونچی رکھی جائے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے تا کہ کوئی اسے نہ روند سکے اور نہ اس پر بیٹھ سکے۔''

(۳) ان ثمامة بن شفي حدّثه قال كنا مع فضالة بن عبيد بارضِ الروم برودس فتوفي صاحب لنا فامر فضالة بن عبيدٍ بقبرهٖ فسوّیٰ ثم قال سمعت رسول الله ﷺ يأمر بتسويتها. (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الامر بتسوية القبر ۴/۴۱، رقم الحديث ۹۶۸، ابو داؤد ۳/۳۲۱۹، ونسائی ۴/۸۸)

''ثمامہ بن شفی بیان کرتے ہیں کہ ہم سرزمین روم کے جزیرہ رودس میں حضرت فضالہ بن عبید کے ساتھ تھے کہ ہمارے ایک ساتھی کا وہاں انتقال ہوگیا۔ تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے (ساتھی کو دفنانے کے بعد) حکم دیا کہ اس قبر کو (زمین کے) برابر کر دیا جائے۔ پھر حضرت فضالہ نے فرمایا کہ (میں نے یہ حکم اس لیے دیا ہے) کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔''

(۴) اپنی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں نبی ﷺ نے فرمایا:

لعن الله اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبيائهم مساجداً.

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

دوسری روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

ألا وَاِنَّ من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم وصالحيهم مساجد اَلا فلا تتخذوا القبور مساجد انى انهاكم عن ذلك. (صحيح مسلم كتاب المساجد باب النهى عن بناء المساجد ۳/۱۶، رقم الحديث ۲۳)

''خبردار تم سے پہلے لوگوں نے اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یاد رکھنا تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالینا میں تمھیں اس سے روکتا ہوں۔‘‘

قبریں سجدہ گاہ اور عبادت گاہ اسی وقت بنتی ہیں جب انھیں پختہ بنالیا جاتا ہے۔ یا اس پر کوئی گنبد اور عمارت تعمیر کردی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث بھی قبروں کو پختہ بنانے یا ان پر گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت کی دلیل ہے۔

(۵) عن علیؓ قال کان رسول اللہ ﷺ فی جنازۃ فقال ایکم ینطلق الی المدینۃ فلا یدع بھا وثناً الا کسرہ ولا قبرا الا سوّاہ ولا صورۃً لا لطخھا فقال رجل انا یا رسول اللہ فانطلق فھاب اھل المدینۃ فرجع فقال علیؓ انا انطلق یا رسول اللہ ﷺ قال فانطلق ثم رجع فقال یا رسول اللہ ﷺ لم ادع بھا وثنا الا کسرتہ ولاقبراً الا سوّیتہ ولا صورتاً الا لطختھا ثم قال رسول اللہ ﷺ من عاد لصنعۃ شئی من ھٰذا فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ. (الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی ۸/۰۷-۷۲،دار الحدیث قاھرہ مصر)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تم میں سے کون ہے جو مدینہ میں موجود ہر بت کو توڑ ڈالے، ہر قبر کو برابر کردے اور ہر تصویر کو مٹا ڈالے۔ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس کام کے لیے تیار ہوں چنانچہ وہ گیا اور اہل مدینہ سے ڈر کر واپس آگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی کہ اے اللہ کے رسول میں جا کر یہ کام کرتا ہوں، چنانچہ وہ گئے اور واپس آکر انھوں نے رپورٹ دی کہ میں نے ہر بت کو توڑ ڈالا، ہر قبر کو زمین کے برابر کردیا اور ہر تصویر کو مٹا ڈالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آئندہ اس قسم کا کوئی کام کسی نے کیا تو اس نے یقیناً اس دین کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا۔‘‘

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعض ضروری وضاحتیں

گزشتہ صفحات میں مُسنم اور مُسطح کے الفاظ آئے ہیں۔ مُسنم کا مطلب ہے کہ قبر کو کوہان نما بنانا اور مُسطح کا مطلب ہے کہ چھت کی طرح مربع (چوکور شکل) میں قبر بنانا بعض علماء مسطح قبر بنانے کے بھی قائل ہیں۔ تاہم جمہور علماء مُسنم (کوہان نما) ہی کے قائل ہیں، کیونکہ روایات میں آتا ہے کہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان نما بنائی گئی تھیں۔ (أحکام الجنائز للالبانی ص۱۵۴، الطبعة الاولیٰ ۱۹۶۹ء)

اسی طرح بعض روایات میں قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم آیا ہے۔ اس کا مطلب بالکل زمین کے ساتھ برابر کردینا ہے، بلکہ دوسری روایات کے ساتھ ملا کر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین سے زیادہ اونچی قبر نہ بنائی جائے، بلکہ زمین سے ایک بالشت اونچی رکھی جائے جس طرح کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی قبر ایک بالشت رکھی تھی۔ (ملاحظہ ہو: الفتح الربانی، ۷۵/۸)

سنن بیہقی کی ایک اور روایت بھی ہے جسے علامہ البانی نے حسن کہا ہے اس میں ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک بھی زمین سے تقریباً ایک بالشت اونچی بنائی گئی تھی۔

(ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ للبیهقی ۴۱۰/۳، احکام الجنائز للالبانی ۱۵۳، ۲۰۹)

(۶) عن ابن عباس قال لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسُّرج. (سنن أبی داؤد کتاب الجنائز فی زیارة القبور ۲۱۸/۲، رقم الحدیث ۳۲۳۶، سنن الترمذی مع التحفة، کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی کراهية ان یتخذ علی القبر مسجداً ۲/۲۲۵-۲۲۶، رقم الحدیث ۳۱۹، سنن نسائی کتاب الجنائز باب التغلیظ فی اتخاذ السُّرج علیٰ القبور ۹۴/۴-۹۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور آپ نے ان لوگوں پر بھی لعنت کی ہے جو قبروں پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مساجد بناتے اور ان پر چراغ بتی کرتے ہیں۔"

افسوس کہ ہمارے یہاں لوگوں نے مذہب کو کاروبار بنالیا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ قبروں سے مانگنے اور ان کو سجدہ گاہ بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ خدا سے مانگنے کے لیے کسی وسیلے کی ضرورت نہیں۔ اللہ سے جو مانگیں براہ راست مانگیں، لیکن ہم لوگ اسلام کے منع کرنے کے باوجود مزاروں پر چادریں چڑھاتے ہیں، غسل دیتے ہیں، چراغ بتی کرتے ہیں، حالانکہ مزاروں پر جو کچھ ہوتا ہے یہ سب شرک ہے۔ ہمیں لاکھوں روپئے کی چادریں چڑھانے کے بجائے ننگے بدن لوگوں کا تن ڈھانپنا چاہیے، لاکھوں روپئے کے عرق گلاب کو مزار دھونے پر ضائع کرنے کی بجائے وہ رقم ہمیں غریبوں میں بانٹنی چاہیے۔

فقہ حنفی سے قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت کی صراحت

(۱) امام ابوحنیفہ کے تلمیذ خاص اور فقہ حنفی کے مدون اول امام محمد اپنی کتاب الآثار میں لکھتے ہیں:

ارفعوا القبر حتی یعرف انه قبر فلا یؤطأ قال محمد وبه ناخذ ولا نری ان یزاد علی ما خرج منه ونکره ان یجصص او یطین او یجعل عنده مسجدا و علم او یکتب علیه ویکره[۱] الآجران یبنی به او یدخل القبر ولا نری برش

---

[۱] فقہ حنفی کی مذکورہ کتابوں میں یکرہ، نکرہ (مکروہ ہے) کے جو الفاظ آئے ہیں اس کا مطلب کراہت تحریمی ہے، کراہت تنزیہی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ دعوی کرتے ہیں اور پھر اس بنیاد پر مذکورہ کاموں کا جواز مہیا کر لیتے ہیں۔ ہماری اس بات کی دلیل فقہ حنفیہ ہی میں بیان کردہ یہ اصول ہے کہ جب فقہاء کے کلام میں کراہت کا لفظ مطلقاً استعمال ہو تو اس کراہت سے مراد تحریم (حرام ہونا) ہے، چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے۔ واعلم ان المکروہ اذا اطلق فی کلامهم فالمراد منه التحریم (رد المختار شرح در مختار ۱/ ۲۰۷، طبع قدیم مصر)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الماء باسا وهو قول ابی حنیفة اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا شیخ لنا یرفعه الی النبی ﷺ انه نهیٰ عن تربیع القبور وتجصیصها قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة. (کتاب الآثار ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی ۱۴۰۷ھ، ص ۵۲)

''قبر اتنی اونچی کرو کہ وہ قبر معلوم ہوتا کہ وہ روندی نہ جاسکے۔ امام محمد کہتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ قبر سے جو مٹی نکلتی ہے اس سے زائد مٹی قبر پر نہ ڈالی جائے۔ ہمارے نزدیک یہ بھی مکروہ (حرام) ہے کہ قبر کو پختہ کیا جائے یا اس کو مٹی سے لیپا جائے یا اس کے پاس مسجد یا کوئی علامت قائم کی جائے، یا قبر کے اندر اس کا استعمال کیا جائے۔ البتہ قبر پر پانی کے چھڑکاؤ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے قبر کو چوکور بنانے اور پختہ کرنے سے منع کیا ہے۔ امام محمد کہتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔''

(۲) امام ابوحنیفہ کے دوسرے شاگرد خاص قاضی محمد یوسف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

عن ابی حنیفة عن ابراهیم انه کان یکره ان یجعل علی القبر علامة وان یضع علی اللحد آجر وان یجصص القبر.

(کتاب الآثار، ص ۸۴، الطبعة الاولیٰ قاهره مصر)

''امام ابوحنیفہ اپنے استاد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات کو مکروہ (حرام) جانتے ہیں کہ قبر پر کوئی علامت (نشانی) رکھی جائے یا قبر پر پختہ اینٹ استعمال کی جائے اور قبر کو پختہ کیا جائے۔''

(۳) فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب الہدایہ میں ہے:

ویکره الآجر والخشب لِانهما لاحکام البناء والقبر موضع البلیٰ ثم بالآجر اثر النار فیکره تفاولا.

(الهدایة مع فتح القدیر ۱۳۹/۲، فصل فی الدفن، طبع مصر ۱۹۷۰ء)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”قبر کے لیے پختہ اینٹ اور لکڑی کا استعمال حرام ہے، اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں کسی عمارت کو پختہ بنانے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں جب کہ قبر (پختگی کے بجائے) بوسیدگی کی جگہ ہے۔علاوہ ازیں پختہ اینٹ میں آگ کا اثر ہوتا ہے تو بطور تفاول بھی اس کا استعمال مکروہ ہے۔“

(۴) فتاویٰ عالمگیری میں، جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ اسے پانچ سو حنفی علماء نے مرتب کیا ہے، لکھا ہے:

ویسنم القبر قدر الشبر ولا یربع ولا یجصص ولا باس برش الماء علیه ویکره ان یبنیٰ علیٰ القبر او یقعد او ینام علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط او یعلم بعلامة من کتابة ونحوه ...... ویکره عند القبر مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارته والدعاء عنده قائما. (فتاویٰ عالمگیری ۱/۱۶۶، مطبع امیریه بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

”قبر ایک بالشت اونچی کوہان نما بنائی جائے چوکور نہیں۔اسے پختہ نہ کیا جائے البتہ پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور حرام ہے کہ قبر پر کوئی عمارت بنائی جائے، یا اس پر بیٹھا یا سویا جائے، یا اسے روندا جائے، یا وہاں پائخانہ پیشاب کیا جائے، یا کوئی کتبہ نشانی قائم کی جائے۔ قبر کے پاس وہ سارے کام حرام ہیں جو سنت سے ثابت نہیں اور سنت سے صرف دو ہی باتیں ثابت ومعروف ہیں، ایک قبر کی زیارت، دوسری وہاں کھڑے ہو کر ان کے حق میں دعا کرنا۔“

(۵) اسی طرح کی نصوص فقہ حنفی کی مندرجہ ذیل معتبر کتابوں میں بھی وارد ہوئی ہیں:

بحر الرائق (۲/۲۰۹)، بدائع الصنائع از امام کاسانیؒ (۱/۳۲۰)، فتح القدیر (۱/۴۷۲)، فتاویٰ هندیه (۱/۲۰۱)، ردالمختار (۱/۱۶۶)، فتاویٰ بزازیه (۴/۸۱)، کنز الدقائق (ص۵۰۰)۔

مالکیہ کا مسلک بھی اس مسئلہ میں تحریم ہی کا ہے چنانچہ قرطبی مالکی اپنی تفسیر میں، فصل اول کی پانچویں حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ہمارے علماء نے بیان کیا ہے کہ انبیائے کرام اور علماء کی قبروں کو مسجد بنانا مسلمانوں کے لیے حرام ہے۔'' (شرح مسلم للنووی ۷/۳۷، طبع مصر)

امام شافعی اپنی کتاب ''الام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''مکہ مکرمہ کے علماء قبروں پر بنی ہوئی عمارت کو گرادینے کا حکم دیتے تھے۔''

(الام بحوالۂ قبروں پر مساجد کی تعمیر اور اسلام، ص ۴۴)

اس مسئلہ میں علماء حنبلیہ بھی تحریم کے قائل ہیں جیسا کہ کتب فقہ حنبلی کی شروح میں ہے۔ بعض علماء نے تو یہ بھی تصریح کی ہے کہ قبروں پر تعمیر شدہ مساجد کے اندر نماز باطل ہے اور ایسی مسجدوں کو مسمار کر دینا واجب ہے۔

یہ ہیں کتاب وسنت اور علمائے اسلام کی واضح نصوص مگر قبوری شریعت کو اصرار ہے کہ قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر قبے اور گنبد وغیرہ بنانا ضروری ہے، حالانکہ آپ نے پتھر کے بت توڑ دیے، اینٹ اور چونے سے بنی ہوئی قبروں کو ڈھا دیا۔ آپ نے جاری و ساری وثنیت پر ضرب کاری لگائی جو مقدس و صالح زندہ و مردہ شخصیتوں کی پرستش کی صورت میں جلوہ گر تھی۔ مجھے یقین ہے کہ ساری دنیا اور ہندوستان میں تمام مسلمان جس قدر نقصان اٹھا رہے ہیں، وہ غیر اللہ کی پرستش کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں آپ سب سے بڑی اقلیت ہیں اور پوری دنیا میں انڈونیشیا کے بعد مسلمان دوسرے نمبر پر ہیں مگر آپ کی تباہی اور آپ کی ذلت اور مصیبت کی اصل وجہ صرف یہ ہے کہ نفس کی پیروی، خاندانی رسم ورواجوں کی پیروی اور اللہ کے سوا دوسرے انسانوں کی پرستش نے آپ کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ سینوں میں جو بت خانے بنے ہیں، سب سے زیادہ ضروری بلکہ مسلمان ہونے کے لیے اوّلین شرط ان بتوں کو توڑنا ہے:

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا تو اولین فرض یہ تھا کہ پوری دنیا کو توحید کی دعوت دیتے مگر وائے ناکامی یہ مسلمان خود شرک و وثنیت کا مظہر بن گئے ہیں:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

علامہ اقبال سہیل علیگ نے دورِ حاضر کے مسلمانوں کا کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے:

تو نے بت توڑ دیے کتنے صنم خانوں کے
خود مگر معتکف کلیر و اجمیر رہا
کبھی کاغذ کو کبھی قبر کو پوجا تو نے
بت پرستی سے کبھی جی بھی تیرا سیر رہا
یہی کرتوت ہیں تیرے تو سن اے ننگ سلف
تو رہا ہند میں اب تک تو بہت دیر رہا
اس سے بڑھ کر ابھی آنی ہے تباہی تجھ پر
عقل کا تیری اسی طرح اگر پھیر رہا

زیارت قبور اور دعا کا مسنون طریقہ

- قبرستان جانا مسنون عمل ہے، لیکن مخصوص قبروں (جو مزار یا درگاہ کہلاتی ہیں) پر جانے سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ وہ قبرستان کے حکم میں نہیں ہے۔
- کسی قبرستان میں جا کر یا کسی بزرگ کا نام لے کر اس طرح دعا کرے کہ بحرمت فلاں یا فلاں کے صدقے یا اللہ میرا فلاں کام کر دے، میری حاجت پوری فرما دے، فلاں مشکل سے نجات عطا فرما دے۔ یہ صورت مشرکانہ تو نہیں مبتدعانہ ضرور ہے یعنی غیر مسنون طریقہ دعا ہے۔ نبی ﷺ نے اس طرح کبھی دعا نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مانگی، صحابہ کرام نے بھی اسی طرح دعا نہیں کی، کسی صحیح حدیث سے اس طرح دعا کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ بنا بریں دعا کے لیے کسی قبر پر جانے کی ضرورت نہیں، بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے البتہ نیک اعمال کے واسطے اور وسیلے سے دعا کرنی جائز ہے، مثلاً یہ کہ یا اللہ میں نے فلاں کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا، اس کے واسطے اور وسیلے سے میری دعا قبول فرما لے۔

- اسی طرح شب برأت، محرم، عیدین، جمعہ اور دیگر خاص ایام ومواقع پر قبرستان جانا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ قبرستان جب چاہیں جائیں خصوصی موقعوں پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔
- اپنے کسی عزیز خاص کی قبر پر مغفرت کی دعا کرنی جائز ہے۔
- قبرستان میں جانے کا مقصد موت[1] کی یاد دہانی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ مستحضر کرنا ہے۔
- قبر پر پھول وغیرہ چڑھانے کا رواج بھی غیر مسنون ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔
- قبروں پر چراغاں کرنا بھی ناجائز ہے۔ ایک تو یہ بدعت ہے دوسرا اضاعت مال ہے، تیسرا آتش پرستوں کی نقل اور ان کی مشابہت ہے۔
- بعض لوگ استغاثه عن القبور (قبروں میں مدفون بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کرنے) کو تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ وہ بزرگوں کی قبروں پر چلہ کشی یا مراقبہ کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان سے فیض حاصل ہوگا۔ یہ تصور بھی غلط

---

[1] موت کو موت ہی کہنا چاہیے، اصل عربی لفظ بھی یہی ہے۔ موت کو وصال سے تعبیر کرنے میں عقیدے کی وہی غلطی کارفرما ہے کہ مقربان بارگاہ الٰہی کو موت نہیں آتی۔ صرف دنیا سے ظاہری پردہ فرما جاتے ہیں اور اللہ سے جا ملتے ہیں۔ وصال کے لفظی معنی بھی ملنے کے ہیں۔ اس لیے موت کو وصال سے تعبیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اگر قبروں سے یہ استغاثہ جائز یا ممکن ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نبی ﷺ کی قبر مبارک سے ضرور روحانی فیض و برکت حاصل کرتے، لیکن کسی صحابی نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے استغاثہ عن القبور بھی صوفیوں کی ایک بدعت ہے جس سے شرک کا راستہ ہی ہموار ہوتا ہے۔

- قبرستان میں جا کر یہ مسنون دعا پڑھی جائے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰہ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ. (صحیح مسلم کتاب الجنائز باب ما یقال عند دخول القبور ۴/ ۴۸، رقم الحدیث ۱۰۴)

”اے خاموش گھروں کے مومن ومسلمان ساکنو! تم پر سلامتی ہو۔ اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کے طالب ہیں۔“

- اس مسنون دعا یا ان کی مغفرت اور عذاب سے نجات کے لیے اپنی زبان میں دعا کرنے کے علاوہ کسی اور چیز کا ثبوت نہیں، جس طرح کہ لوگ فاتحہ پڑھ کر یا کوئی قرآنی سورت پڑھ کر مُردوں کو بخشتے ہیں یا ان کی مغفرت کی دعا کے لیے اس طریقے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ مُردوں کے لیے فاتحہ خوانی یا قرآن خوانی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نہ اس طریقے سے ان کے حق میں مغفرت کی دعا ہی ہوتی ہے، کیونکہ فاتحہ یا قرآن مجید کی کسی اور سورت میں مُردوں کی مغفرت کے لیے کوئی دعائیہ لفظ نہیں ہیں۔ دعائیہ الفاظ تو اسی دعا میں ہیں جو نبی ﷺ نے ہمیں قبرستان والوں کے لیے سکھلائی ہے۔ جس کے الفاظ اوپر نقل کیے گئے ہیں، اس لیے صرف یہی دعا قبرستان میں جا کر کرنی چاہیے۔ یہ دعا یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں مردوں کی مغفرت کے لیے دعا کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیارت قبر نبوی ﷺ کی شرعی حیثیت اور اس کا مسنون طریقہ

زیارت قبور کے مسائل میں ایک نہایت اہم مسئلہ زیارت قبر نبوی ﷺ ہے۔ یہ تو ہر صاحب علم جانتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لا تتخذوا قبری عیداً وصلوا علی حیثما کنتم فان صلوتکم تبلغنی.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱/۲۹۲، رقم الحدیث ۹۲۶)

''میری قبر کو عید (میلہ) نہ بنانا، تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

لا تتخذوا قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللّٰه علی قوم اتخذوا قبور أنبیائهم مساجد. (حواله مذکور، بحوالهٔ قاعده عظیمه امام ابن تیمیه، تحقیق جدید دار العاصمه ریاض، ۱۴۱۱ھ)

''میری قبر کو تم بت مت بنالینا کہ اس کی پوجا شروع کر دی جائے۔ (یاد رکھنا) اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب نازل ہوا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنالیا۔''

ان دونوں حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک کو سد ذریعہ کے طور پر زیارت گاہ نہ بنایا جائے، کیونکہ یہی چیز کسی بھی قبر کے عید (میلہ) یا عبادت گاہ بننے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کسی کھلی جگہ پر بنانے کے بجائے حضرت عائشہ کی حجرے میں بنائی گئی، تاکہ لوگوں کی وہاں آمد و رفت زیادہ نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صحابہ کرام کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے شہروں سے بھی لوگ خلفائے اربعہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے ملنے اور دربار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلافت میں بہت سے مسائل کے حل کے لیے حاضری دیا کرتے تھے اور خلفائے راشدین کا دربار خلافت مسجد نبوی ﷺ ہی تھا، لیکن لوگ زیارت قبر نبوی ﷺ کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ نہ کوئی وہاں جاتا ہی تھا اگر صحابہ وتابعین کے دور میں زیارت قبر نبوی کا یہ معمول ہوتا تو یقیناً کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا۔ اہل تاریخ و اہل سیر کی خاموشی واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ عہد خیر القرون میں زیارت قبر نبوی ﷺ کو شرعی لحاظ سے بجا طور پر وہ اہمیت نہیں دی گئی جو اہمیت اس مسئلہ کو خیر القرون کے بعد عہد فساد وفتن میں دے دی گئی ہے، بلکہ قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت میں حدیثیں گڑھ لی گئی ہیں، حالانکہ اس کی بابت کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کل حدیث روی فی زیارۃ قبرہ فانہ ضعیف بل کذب موضوع.

(قاعدہ عظیمہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ص ۸۵، بحوالہ قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ص ۱۸۴)

اس کی دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم ہے۔ سلام تو التحیات میں **السلام علیک ایھا النبی** کے الفاظ میں پڑھ لیا جاتا ہے اور درود شریف بھی التحیات کے بعد پڑھ لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اوقات میں بھی درود پڑھا جاتا ہے اور اس کی بابت نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ تم جہاں کہیں ہو درود مجھ تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اذان کے بعد جو شخص بھی **اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاماً محمودان الذی وعدتہ** پڑھے گا۔ اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی اس دعا کے ذریعہ سے نبی ﷺ کے حق میں دعائے خیر ہو جاتی ہے گویا چوبیس گھنٹوں یا شب و روز میں کم از کم پانچ مرتبہ یہ دعائے خیر اور متعدد مرتبہ صلوٰۃ وسلام ہر مسلمان آپ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے پڑھتا ہے۔ اس لیے قبر مبارک پر جانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، کیونکہ قبر پر جا کر بھی یہی کام کرنا مسنون ہے۔ جو ایک مسلمان دن اور رات میں متعدد مرتبہ کرتا ہے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے جو شریعت کے صحیح رمز شناس تھے۔ اسی وجہ سے زیارت قبر نبوی ﷺ کو معمول بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نقل ہوا ہے کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا کرتے تھے۔ اس لیے اگر کوئی یہ پڑھنا چاہے تو یہ بھی پڑھ سکتا ہے، البتہ اس کا عقیدہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ یہ صلوٰۃ وسلام سن بھی رہے ہیں۔

بعض روایات میں جو یہ آتا ہے کہ قریب سے درود پڑھنے والے کی آواز میں سنتا ہوں، اس طرح کی روایات سنداً صحیح نہیں ہیں۔ اس لیے سنانے کی نیت سے نہ پڑھا جائے صرف سنت سمجھ کر سلام پڑھا جائے کہ آپ ﷺ ہی کا فرمان ہے کہ:

''جب قبر والوں کے پاس سے گزرو تو ''السلام علیکم یا اھل القبور'' پڑھا کرو اور درود ابراہیمی بھی پڑھا جا سکتا ہے۔''

بی بی کی صحنک

بی بی کی صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بطور ایصال ثواب کی جاتی ہے۔

اس کے خاص آداب میں یہ بات بھی ہے کہ اس کو کھانے والی کوئی ایسی عورت نہ ہو جس نے دوبارہ شادی کی ہو اور کھاتے وقت کوئی مرد نہ دیکھے، وغیرہ وغیرہ۔

عہد مغلیہ کے آخری دور میں دہلی اور اطراف دہلی میں شاید ہی کوئی گھر محفوظ رہا ہو جو اس قبیح رسم میں مبتلا نہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ شرک و بدعت، کفر وضلالت، خرافات و منکرات کے مٹانے میں حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کا کلیدی رول رہا ہے۔ حضرت شاہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسماعیل شہید کو کون نہیں جانتا، جن کا سینہ قرآن وحدیث سے معمور تھا۔ ان جیسے مفسر، محدث، مجاہد، مناظر بہت کم پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ ''تاریخ اہل حدیث'' میں لکھتے ہیں:

''علامہ اقبال جب یورپ کے دورے سے واپس لوٹے تو میری ان کے مکان پر ملاقات ہوئی۔ مجھ اہل حدیث[1] کو دیکھ کر ڈاکٹر علامہ اقبال نے کہا: اگر علامہ محمد

[1] لوگوں کی یہ نئی منطق ہے کہ اہل حدیث ایک نیا گروہ اور فرقہ ہے۔ کسی گروہ کی جدت اور قدامت معلوم کرنے کے لیے دیکھا جاتا ہے کہ اس فرقہ کا منسوب الیہ کون ہے۔ مثلاً بنی آدم حضرت آدم سے منسوب ہوکر آدمی کہلاتے ہیں تو ان کا نسب حضرت آدم سے جا ملتا ہے، بعینہ اہل حدیث کی نسبت حدیث کی طرف ہے اور حدیث محمد ﷺ کے اقوال واعمال کا نام ہے تو گویا اہل حدیث محمد ﷺ کا گروہ ہیں اور اہل حدیث کے پیشوا اور بانی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اہل حدیث غلو اور شخصیت پرستی کے اتنے مخالف ہیں کہ کبھی کبھی ان میں بعض کی زبان سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو کسی کے حق میں بظاہر گستاخی کا پہلو لیے ہوتے ہیں، مگر حقیقت میں یہ گستاخی نہیں ہوتی بلکہ غیرت توحید اور جذبۂ اتباع سنت کا مظاہرہ ہوتا ہے، لیکن مخالفین ان کلمات کے ایک پہلو کو لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہل حدیث اولیاء اللہ اور صالحین کے دشمن ہوتے ہیں، ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، حالانکہ ایسی بات نہیں بلکہ بات دوسری ہے۔ اگر ہم نے انبیاء وصالحین کے حق میں غلو کیا تو یہ اللہ کے ساتھ گستاخی ہے، اسی لیے اہل حدیث تقلید کے بھی مخالف ہیں، کیونکہ یہی غلو اور شخصیت پرستی کا دروازہ ہے اور مسلمانوں کی سیکڑوں سالوں کی تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔ یہ اللہ کا بڑا اکرم ہے کہ اس نے کتاب وسنت کے سارے ذخائر کو محفوظ رکھا ہے، تاکہ یہ امت گمراہی سے بچے اور ہمیشہ اپنی ہدایت و رہنمائی اور رشد و ہدایت کے اصلی سرچشمہ سے سیرابی حاصل کرتی رہے، چنانچہ اہل حدیثوں کے پاس کتاب وسنت ہی دلیل ہے۔ ہر وہ بات جو قرآن و حدیث یا صرف کتاب سے یا صرف سنت سے ثابت ہو وہ ان کے لیے قابل قبول بلکہ واجب العمل ہے اور وہی دلیل ہے۔ وہ اپنے عمل کی ہر دلیل کتاب وسنت سے پکڑتے ہیں اور اپنے قول و دعویٰ کی ہر دلیل بھی کتاب وسنت سے دیتے ہیں، کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ. (الحدیث) (باقی اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسماعیل شہید جیسا ایک اور اہل حدیث محدث مجاہد ہو جاتا تو مسلمانانِ ہند کی قسمت میں کبھی ذلت نہ ہوتی۔''

(گزشتہ سے پیوستہ)

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، شیخ عبدالقادر جیلانی، امام ابن جوزی اور دیگر محدثین کرام رحمھم اللہ اپنے کو اہل حدیث ہونے کا کیوں اعلان کر رہے ہیں۔ قائد انقلاب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کون تھے؟ جنھوں نے یمن وحجاز میں قرآن وحدیث کی اشاعت لسانی اور قلمی جہاد سے کی اور کفر وشرک اور بدعات وخرافات کا قلع قمع کیا۔ عرب کی زمین میں توحید وسنت کے پرچم کو بلند کیا۔ توحید وسنت کے لیے ان کی خالص محنت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ آج سعودی عرب واحد ملک ہے جہاں اسلامی نظام حکومت قائم ہے اور شرک و بدعت اور قبر پرستی سے وہ زمین پاک وصاف ہے۔ ہندوستان میں حدیث کے خادموں میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ وہ ہیں جنھوں نے پورے برصغیر میں انقلاب برپا کر دیا اور شرک و بدعت کا قلع قمع کیا۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بہت صحیح ان کا تعارف کرایا ہے:

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز دہلوی شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالغنی شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہید ہندوستان کی تاریکی میں چمکتے ہوئے چراغ ثابت ہوئے۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید کی معرکۃ الآرا کتاب ''تقویۃ الایمان'' ہے۔ توحید کے موضوع پر اس سے زیادہ واضح اور طاقتور کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب سے لاکھوں کو ہدایت ملی۔ یہ کتاب توحید کی منجنیق ہے۔ یہ سب حدیث رسول کے خادم تھے۔ دہلی میں شیخ الکل فی الکل میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی کو کون نہیں جانتا۔ انھوں نے ساٹھ سال دہلی میں درس حدیث دیا اور ۲۶ ممالک کے طلبہ نے ان سے علم حدیث کو مکمل کیا، جن کے شاگردوں میں پچاس شاگرد ریاستوں کے نواب ہوئے اور پچاس شاگرد شارح سنن ابی داؤد محدث شمس الحق عظیم آبادی، شارح سنن ترمذی عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری کی طرح محدث اور مفسر کے مرتبہ کو پہنچے، یعنی برصغیر میں انیسویں صدی میں ان جیسا محدث کوئی پیدا نہیں ہوا۔ میاں صاحب کے شاگرد رشید علامہ عبدالمنان وزیرآبادی ...... (باقی اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بی بی کی صحنک کے سلسلہ میں ایک دلچسپ وعبرت آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

شاہ امیر خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان سے مرزا ثریا جاہ نے بیان کیا کہ اکبر شاہ دہلی کی بہن تھیں، جنھیں بی چھکو کہتے تھے۔ یہ اکبر شاہ سے بہت بڑی تھیں اور انھوں نے اکبر شاہ کو گود میں کھلایا تھا، اس لیے بادشاہ بھی ان کا بہت ادب واحترام کرتے تھے اور تمام شہزادے شہزادیاں غرضیکہ تمام ارکان سلطنت ان کو بڑا مانتے تھے اور تمام اہل قلعہ ان سے دبتے تھے۔ وہ کوسنے اور گالیاں دینے میں بہت مشہور تھیں۔

ایک دفعہ چند شہزادوں، شہدوں اور لفنگوں نے مشورہ کیا کہ ایک دن بھرے مجمع میں بی چھکو سے شاہ اسماعیل شہید کو گالیاں دلانی چاہیے اور اس کے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ ان شہزادوں نے ایک دعوتی جلسہ تجویز کیا، جس میں بی چھکو کو بھی مدعو کیا اور اسماعیل شہید کو بھی اور جو شہزادے و لفنگے ہم مذاق وہم مشرب تھے ان کو بھی دعوت دی گئی اور جو ان کے ہم مذاق نہ تھے ان کو مدعو نہیں کیا گیا اور اس عرصہ میں کارروائی کی گئی کہ بی چھکو کو خوب بھر دیا گیا کہ اسماعیل بی بی کی صحنک کو منع کرتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں کو منع کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ اور یہ کرتا ہے اور وہ کرتا ہے۔ جب بی چھکو کے کان بھر دیے تو جلسہ منعقد کیا گیا۔ سب لوگ جلسہ میں آئے اور بی چھکو بھی آئیں اور پس پردہ بیٹھیں۔ اتفاق سے

(گزشتہ سے پیوستہ) جو استاد پنجاب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آنکھوں سے نابینا تھے۔ علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی فرماتے ہیں: علامہ محدث عبدالمنان وزیر آبادی جب حدیث پڑھتے تو معلوم ہوتا کہ حدیث رسول کا دریا بہہ رہا ہے اور یہ شخص ابھی ابھی مدینۃ الرسول سے حدیث سن کر آیا ہے، جب آپ کا انتقال ہوا تو شیخ الاسلام فاتح قادیان علامہ ثناء اللہ امرتسری نے بے ساختہ کہا:

''آج ہندوستان کا امام بخاری دنیا سے رخصت ہو گیا۔''

بارہ دفعہ آپ کی نماز جنازہ ہوتی رہی۔ ایسے مقدس گروہ کے ساتھ ہمارا تعلق ومحبت قائم رہے، اس ملک کے اندر بھی ہر گھر میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں، یہی میری دعا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شاہ اسماعیل شہید کو ذرا دیر ہوگئی اس پر ان لوگوں کو مزید موقع مل گیا اور انھوں نے بی چھکو سے کہا کہ دیکھئے، یہ شخص اسماعیل کتنا مغرور ہے کہ اب تک نہیں آیا، اس پر بی چھکو اور زیادہ برہم ہوگئیں۔ غرضیکہ شاہ اسماعیل شہید جلسہ میں پہنچے، اس وقت بی چھکو کو لوگ خوب گرم کر چکے تھے، ان کے پہنچنے پر بی چھکو نے غصہ کی آواز سے پوچھا کہ شاہ عبدالعزیز کا بھتیجا اسماعیل آگیا۔ شاہ اسماعیل شہید جلسہ کا رنگ تاڑ گئے کہ آج ضرور کوئی شرارت کی گئی ہے۔ آپ نے تو اس کا کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا: اخاہ، یہ آواز تو چھکو اماں کی معلوم ہوتی ہے۔ اماں السلام علیکم۔ جب شاہ اسماعیل شہید نے اس انداز سے گفتگو کی تو بی چھکو کا غصہ کافور ہوگیا اور انھوں نے بڑوں کے قاعدوں سے ان کے سلام کا جواب دیا اور ادھر ادھر کی دو چار باتیں کر کے کہا: اسماعیل! ہم نے سنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو؟ علامہ اسماعیل شہید نے فرمایا: میں نہیں منع کرتا، بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں بی بی کی صحنک سے منع کروں۔ بی چھکو نے کہا: لوگ کہتے ہیں۔

شاہ اسماعیل شہید نے کہا: جو کوئی کہتا ہے، غلط کہتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بی بی کے ابا جان (حضرت محمد ﷺ) منع کرتے ہیں، میں لوگوں کو بی بی جان (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے ابا جان کا حکم سناتا ہوں۔ اس پر بی چھکو نے حیرت کے لہجے میں فرمایا: بی بی جان کے ابا منع کرتے ہیں۔ شاہ شہید نے فرمایا: جی ہاں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (الحديث)

شاہ اسماعیل شہید نے یہ حدیث پڑھ کر اس کی تفصیل بتائی اور اس سے صحنک کی ممانعت ثابت کی۔ بی چھکو نے جو یہ دل پذیر مؤثر تقریر سنی تو مان گئیں اور کہا کہ اب اگر کوئی عورت ایسا کرے گی تو اس کی ناک چٹیا کاٹ لوں گی۔ ہم بی بی جان (فاطمہ رضی اللہ عنہا) پر ایمان نہیں لائے ہیں، ابا جان (حضرت محمد ﷺ) پر ایمان لائے ہیں۔ جب وہی منع کرتے ہیں پھر ہم کیوں کریں۔ (روایات الطیب)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاتمة الكتاب

اسلام کا ابتدائی دور خیر و برکت ہدایت وسعادت کی دولت سے مالا مال اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک وصاف تھا، کیونکہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین، محدثین کرام اور اس کے بعد کے علمائے حق نے اسلام کی حقیقی تعلیم حاصل کی اور غیر دینی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے انتھک جدو جہد فرمائی اور سرفروشی سے ان کا مقابلہ کیا اور پوری زندگی گلشن اسلام کی آبیاری میں گزاری اور جب کبھی اسلامی عقائد وافکار کے خلاف کوئی فتنہ اٹھا، اسلام کے ان سر بکف مجاہدوں نے تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر باطل قوتوں کی سرکوبی میں تن من دھن کی بازی لگادی۔ تب جا کر اسلام کی اصلی تصویر کو محفوظ رکھا مگر افسوس کہ شرک و بدعت، خرافات ومنکرات نے بالآخر اسلام کی اصلی تصویر کو مسخ کر ڈالا اور مسلمان ان فتنوں سے نہ بچ سکے۔ جو گزشتہ قوموں میں موجب ضلالت ہو چکے تھے۔ یہ مسلمان ہی تھے، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی ان سنتوں پر عمل کرنے والوں کی گردنوں پر ہتھیار رکھے، یا سنت نبوی کی جگہ پر شرک و بدعت اور خرافات ومنکرات سے دین کی اصلی تصویر کو مسخ کر ڈالا۔

ضرورت ہے کہ مختلف گروہوں، فرقوں اور پگڈنڈیوں سے الگ ہو کر مسلمان کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام کر اسی پر متحد ہو جائیں۔ آپ ﷺ کی آخری وصیت ہے:

تركتُ فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنتي.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

’’دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے تمھیں دو چیزیں دے کر جاتا ہوں جب تک تم قرآن وحدیث کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسری میری سنت۔‘‘

راہ نجات اسی میں ہے کہ مسلمان کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام کر اسی پر متحد ہوجائیں۔ یہ ایمانی وعملی اتحاد اللہ کی رحمت ونصرت کے نزول کا بڑا سبب ہے۔ اس سے توحید اور اعمال صالحہ کی وہ دنیا وجود میں آئے گی جو مسلمانوں کے لیے خیر وبرکت کا پیغام ہوگی اور اللہ کی نصرت وتائید کے نزول کا سبب بھی۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلاَ تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَاناً وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ o

(آل عمران: ۱۰۳)

’’اور سب مل کر اللہ کی رسّی (کتاب وسنت) کو مضبوطی سے تھامے رہو اور متفرق نہ ہو اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے (جہنم) کے کنارے آ لگے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اسی طرح تم سے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم سچی راہ پر قائم رہو۔‘‘

دین ودنیا کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان اسلام کی اولین بنیاد کلمۂ توحید اور اتباع سنت کو اپنی دعوت وتبلیغ کا بنیادی عنصر قرار دیں، کیونکہ یہی دو چیزیں (قرآن وحدیث) حق وباطل کے پرکھنے کی کسوٹی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی مسلمان آبادی کو پورے شرحِ صدر کے ساتھ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین۔

منفعت ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ! میں تیرے فضل وکرم کا بے حد شکر گزار ہوں تو میرے اخلاص اور ان مراحل ومشکلات سے بخوبی واقف ہے، جن سے میں اس کتاب کی تیاری واشاعت کے دوران گزرا ہوں۔ اے رب رؤف! میرے ہاتھ تیرے سامنے پھیلے ہوئے ہیں کہ تو میری اس حقیر خدمت کو قبول فرما۔ میرے قلم کو وہ طاقت وتوانائی بخش دے کہ اس سے نکلا ہوا ہر حرف تیری رضا کے لیے ہو اور وہ تیرے دین کی سربلندی کے لیے وقف ہو جائے۔

اے میرے پالنہار! یہ قلم ہی میری متاع اور سرمایہ ہے جسے میں نے اسلام اور توحید کی بلندی کے لیے وقف کر دیا ہے، لیکن تیری رحمت وعنایت اور توفیق کے بغیر اس کا پیغام یا اس سے نکلی ہوئی دعوت بے اثر ہوگی۔ اے اللہ! میرے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی مقدر فرما۔ یقیناً تو غفور ودود ہے، عرش کا مالک ہے اور بزرگ وبرتر ہے۔ اے اللہ! توحید کی امانت وصداقت کو ہمارے دلوں میں باقی رکھے اور توحید ہی پر ہمارا خاتمہ ہو، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم.

وحدت کا لہو ہے رگ رگ میں ایماں کی حرارت ہے دل میں
ہم سارا جہاں گرما دیں گے اللہ اَحد کے نعروں سے

☆☆☆

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

تمت بالخیر

والسلام

طالب دعا **عبدالرؤف ندوی**

تلسی پور، بلرام پور (یوپی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

✪ عرض ناشر ۵

✪ پیش لفظ از مصنف ۷

عقیدہ و فکر کے دائمی اصول اور ضابطے ۱۷

آیات قرآن کریم ۱۷

ارشادات نبوی ﷺ ۱۸

فلاح و نجات کس کے لئے ہے؟ ۲۱

چند جواب طلب سوالات ۲۳

نقلی کعبوں کی دھوم ۲۵

گنبد خضراء کی تاریخ ۲۷

تو حق کو حق سے مانگ کبھی ماسوا سے نہ مانگ ۲۹

عقیدۂ توحید و رسالت کا مفہوم ۳۱

توحید کیا ہے؟ ۳۱

توحید کی قسمیں ۳۲

توحید ربوبیت ۳۲

توحید اُلوہیت ۳۳

توحید اسماء وصفات ۳۴

اخلاص ۳۵

سنت کی تعریف ۳۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سنت قولی ۳۷

سنت فعلی ۳۷

سنت تقریری ۳۷

انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد ۳۹

لا الٰہ الا اللّٰہ کا مطلب ۴۳

محمد رسول اللّٰہ کا مطلب ۴۴

لا الٰہ الا اللّٰہ کی دعوت ۴۵

کفر و نفاق ۴۸

کفر کا مفہوم ۴۸

کفر انکار ۴۸

کفر جحود ۴۸

کفر نفاق ۴۸

کفر عناد ۴۸

نفاق کا مفہوم ۴۹

شرک اور اس کی قسمیں ۵۰

شرک کا مفہوم ۵۰

شرک کی قسمیں ۵۲

شرک اکبر ۵۲

وندے ماترم کا ترانہ ۵۴

شرک اصغر ۵۴

شرک جلی ۵۴

شرک خفی ۵۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فساد عقیدہ کے شکار ۵۸
شخصیت پرستی ۶۱
بدعت کی حقیقت ۶۵
بدعت کی لغوی تعریف ۶۵
بدعت کی شرعی تعریف ۶۶
ہر بدعت گمراہی ہے ۶۷
ایک اہم انتباہ ۷۲
ظہور بدعت کا وقت ۷۳
ظہور بدعت کی جگہ ۷۴
اسلام ایک مکمل دین ۷۵
تبلیغ رسالت پر الزام ۷۷
بدعتی کی تکریم ۷۹
بدعتی کی تکریم پر مواخذۂ اخروی کا خوف ۷۹
بدعتی کا انجام ۸۱
حوض کوثر سے محرومی ۸۱
موضوع اور ضعیف حدیثوں کا چلن ۸۴
حدیث موضوع کی تعریف ۸۴
اسباب وضع حدیث ۸۶
حدیث ضعیف کی تعریف ۹۱
اہل بدعت کے متعلق صحابہ کرامؓ کا موقف ۹۴
اہل بدعت کے متعلق تابعین عظام کا موقف ۱۰۲
اہل بدعت کے متعلق ائمۂ دین کا موقف ۱۰۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہ محرم الحرام کی بدعـــات ۱۰۹
محرم الحرام سنہ ہجری کا آغاز ۱۰۹
ماہِ محرم اور موجودہ مسلمان ۱۱۰
محرم الحرام کے ابتدائی دس دن ۱۱۴
شیعی رسومات کی تاریخ ایجاد وآغاز ۱۱۶
لعنت کا آغاز ۱۱۶
عید غدیر کی ایجاد ۱۱۶
من کنت مولاہُ ...کی تشریح ۱۱۷
ماتم اور تعزیہ داری کی ایجاد ۱۲۱
شیعیت کا فتنہ ۱۲۲
تبرّا بازی ۱۲۴
ہندوستان میں پہلا تعزیہ ۱۲۹
تعزیہ کی تردید ۱۲۹
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی برسی ۱۳۱
ماتم وسینہ کوبی ۱۳۳
یومِ عاشوراء کا روزہ ۱۳۵
رسوماتِ محرم — علمائے کرام کی نظر میں ۱۳۷
ماہِ محرم کی بابت موضوع اور ضعیف احادیث ۱۴۰
سانحۂ کربلا اور حضرت حسینؓ ویزیدؒ ۱۵۰
بادشاہوں پر خلیفہ کا اطلاق ۱۵۱
یہ خلفاء معصوم نہ تھے ۱۵۲
نصب امام کے چند اصول ۱۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حفظ مصالح اور دفع مقاصد ۱۵۳

عہد فتن میں خروج کی ممانعت ۱۵۴

حضرت حسینؓ کا عزم عراق ۱۵۴

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ ۱۵۵

اطاعت فی المعروف ۱۵۶

یزید کے بارے میں افراط وتفریط ۱۵۷

حقیقت حال ۱۵۸

شہادت حسینؓ کے بارے میں افراط وتفریط ۱۵۸

مقابلہ کا ارادہ ترک کردیا ۱۵۹

واقعاتِ شہادت میں مبالغہ ۱۵۹

دندانِ مبارک پر چھڑی مارنے کا واقعہ ۱۶۰

یزید نے اہل بیت کی بے حرمتی نہیں کی ۱۶۲

حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کا گناہ عظیم ۱۶۲

سانحہ کربلا کی حیثیت ۱۶۳

حدیث قسطنطنیہ ۱۶۴

حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف سے یزید کی صفائی ۱۶۶

غزوۂ قسطنطنیہ کی سپہ سالاری، ایک تاریخی حوالے کی وضاحت ۱۶۸

یزید پر لعنت بھیجنے کا مسئلہ ۱۷۱

لعنت کے بارے میں شرعی مسئلہ ۱۷۱

یزید پر لعنت سے پہلے دو چیزوں کا اثبات ضروری ہے ۱۷۲

لعنت کا دروازہ کھولنے کے نتائج ۱۷۳

یزید کو رحمہٗ اللہ کہنا مستحب ہے ۱۷۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام اور علیہ السلام ۱۷۷

ماہ صفر المظفر کی بدعات ۱۷۹

ماہ صفر کے آخری بدھ کی تاریخی حیثیت ۱۹۱

ماہ ربیع الاوّل کی بدعات ۱۹۶

تاریخ ولادت میں اختلاف اور راجح اقوال ۱۹۷

تاریخ وفات میں اختلاف اور راجح اقوال ۱۹۹

چند قابل غور باتیں ۲۰۰

بدعت میلاد ۲۰۲

مجلس میلاد کی ابتدا ۲۰۳

عید میلاد النبی کا موجد ۲۰۳

مولد کے موضوع پر پہلی کتاب ۲۰۷

مصنف کا حال ۲۰۷

قیام کی ابتدا ۲۰۹

میلاد میں قیام تعظیمی ۲۱۰

کتب میلادیہ اور روایات موضوعہ ۲۱۴

سیرتِ نبوی کے موضوع پر بعض مشہور روایتیں ۲۱۶

عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت ۲۳۳

کیا اللہ کافی نہیں؟ ۲۳۸

ماہ ربیع الثانی کی بدعات ۲۴۱

گیارہویں ۲۴۱

تاریخ پیدائش ۲۴۴

تاریخ وفات ۲۴۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ارشادات ۲۴۴

جھوٹی روایتیں ۲۴۶

آستانہ پرستی کا آغاز ۲۵۰

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ۲۵۲

علامہ آلوسی کی وضاحت ۲۵۳

قبر پرست مسلمانوں کا شرک - بزرگان دین کی تصریحات ۲۵۴

قبروں پر کئے جانے والے ان کاموں کا بیان جو حرام ہیں ۲۵۵

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بڑے اللہ والے تھے ۲۵۷

ضمیر سے پوچھئے ۲۵۹

تو بھی اسی سے مانگ ۲۶۰

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ کیوں ناجائز ہے؟ ۲۶۱

یہ تعظیم نہیں تقسیم ہے ۲۶۲

یہ انداز فکر بھی ملاحظہ ہو ۲۶۳

غیر اللہ سے استغاثہ واستعانت ۲۶۵

احاطہ اجمیری کا شرک ۲۶۶

لطیفہ ۲۶۷

ماہ رجب کی بدعات ۲۶۸

ماہ رجب کے روزے ۲۶۹

معاجن رجب ۲۷۱

صلوٰۃ الرغائب ۲۷۱

تاریخ شب معراج ۲۷۲

نماز شب معراج ۲۷۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رجبی کونڈے کا بانی ۲۷۳
نذر لغیر اللّٰہ ۲۷۵
لمحۂ فکریہ ۲۷۷
ماہ شعبان کی بدعات ۲۷۹
پندرہ شعبان کی روایتوں کا جائزہ ۲۸۲
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ۲۸۲
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ۲۸۳
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ۲۸۶
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ۲۸۸
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ۲۹۱
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ۲۹۲
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ۲۹۳
شب برأت کی حقیقت کیا ہے؟ ۲۹۷
ایک شبہ کا ازالہ ۳۰۰
ماہِ شعبان کا روزہ ۳۰۱
پندرہ شعبان کا روزہ ۳۰۲
پندرہ شعبان کی شب میں قبرستان جانا ۳۰۴
چراغاں کرنا مجوسی سازش ۳۰۶
پندرہ شعبان کا حلوہ ۳۰۷
روحوں کا عقیدہ ۳۰۸
روح ملانے کا ختم ۳۰۹
روح ملانے کا ایک دلچسپ واقعہ ۳۰۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رمضان المبارک کی فضیلت ۳۱۱
حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۳۱۱
افطار کی دعا ۳۱۳
شب قدر کی فضیلت ۳۱۳
تراویح کی غلطیاں ۳۱۴
جمعۃ الوداع کی فضیلت اور قضائے عمری ۳۱۴
مکہ و مدینہ میں رمضان کی فضیلت ۳۱۹
ماہ شوال کی بدعات ۳۲۲
عید ملن ۳۲۴
فول ڈے ۳۲۴
ماہ ذی الحجّہ کی بدعات ۳۲۵
قربانی کی فضیلت میں احادیث مرویہ ۳۲۵
حجر اسود اللہ کا ہاتھ ہے ۳۲۹
حج اور زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۳۰
پیدل سفر حج کی فضیلت ۳۳۱
ہر حج اکبر ہے ۳۳۴
مسئلہ علم غیب ۳۳۷
غیوب خمسہ کا علم ۳۳۹
پہلی وضاحت ۳۴۱
دوسری وضاحت ۳۴۱
تیسری وضاحت ۳۴۱
چوتھی وضاحت ۳۴۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ بشریت ﷺ ۳۴۸

وسیلہ ۳۵۳

متفرق بدعات ۳۶۲

تعویذ اور گنڈہ کی حقیقت ۳۶۲

تعویذ وگنڈے کے مفاسد ۳۶۴

تعویذ فروشوں سے بچئے ۳۶۵

لڑکا نہ لڑکی ۳۶۶

ہمارا سب کچھ آپ ہیں ۳۶۶

صدق اللہ العظیم ۳۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ کا استعمال ۳۶۸

ہرے کرشنا کے اعداد وشمار ۳۷۰

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا ۳۷۱

تبلیغی نصاب اور قرآنی تعلیم ۳۷۳

سال گرہ کی حرمت کے اسباب ۳۷۹

مسجد میں عقد نکاح ۳۸۱

عقد نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا ۳۸۳

گردن پر مسح کرنا ۳۸۴

انگوٹھا چومنا ۳۸۶

زبان سے نیت کرنا ۳۸۶

امامت کے حقدار کی ترتیب ۳۸۹

امام کی اقتداء ۳۹۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جمعہ کے دن کی بدعات ۳۹۴
منبر کے پاس جمعہ کی اذان دینا ۳۹۶
جب خطیب منبر پر چلا جائے ۳۹۷
جمعہ کے دن مسجد میں گداگری ۴۰۰
ہر جمعہ کو والدین کی قبر پر جانا ۴۰۱
نماز مغرب کے بعد نوافل کی متعین رکعات ۴۰۳
سلام پھیرتے وقت کی بدعات ۴۰۷
سلام کے بعد کی بدعات ۴۰۸
وفات کے وقت اور وفات کے بعد کی چند بدِعات ۴۰۹
قرآن خوانی ۴۰۱
تیجہ، ششماہی، چہلم و برسی ۴۱۱
'دلہن کی طرح سوجا' کے الفاظ سے عرس کا اثبات ۴۱۳
عرس کی حقیقت ۴۱۵
بزرگان دین کی قبروں پر میلوں ٹھیلوں کا اہتمام ۴۱۷
قبروں کو پختہ کرنے یا ان پر گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت ۴۲۴
بعض ضروری وضاحتیں ۴۲۸
فقہ حنفی سے قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت کی صراحت ۴۲۹
زیارت قبور اور دعا کا مسنون طریقہ ۴۳۳
زیارت قبر نبوی ﷺ کی شرعی حیثیت ۴۳۶
بی بی کی صحنک ۴۳۸
خاتمة الكتاب ۴۴۳

☆☆☆

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

DARUL ILM

PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel,: (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
fax :(+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

₹ 225/-